۱

اصلاح معاشرہ اور اسلام

اس کتاب میں

معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں، ان سے رونما ہونے والے اثرات ونتائج اوران کے سد باب کے لیے کونسی ترکیب وتدبیر اختیار کی جائے پر جامع کلام ہے۔ اس کتاب میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے متعین کردہ عنوانات پر علمی وتحقیقی مضامین ومقالات ہیں ۔ یہ کتاب نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ خواص، ائمہ اور خطباء کے لیے بھی اس موضوع پر نہایت ہی مفید کتاب ہے اور اصلاح معاشرہ کے علمبرداروں کے حق میں قیمتی سوغات ہے۔

از

مولانا محمد شمشاد ندوی

استاذ جامعۃ الھدایۃ ، جے پور

ناشر

الھدایۃ اسلامک ریسرچ سینٹر

جامعۃ الھدایۃ ، جے پور

(جملہ حقوق محفوظ)

نام کتاب: اصلاح معاشرہ اور اسلام
مصنف : مولانا محمد شمشاد ندوی
سن اشاعت : ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء
ایڈیشن : اوّل
تعداد : دو ہزار
قیمت : 150/ روپے
صفحات : ۲۷۸
ناشر : الھدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر، جامعۃ الھدایۃ، جے پور
کمپوزنگ و پرنٹنگ: گلوبل پرنٹرس، رام گنج بازار، جے پور 9460866130

ملنے کے پتے

(۱) جامعۃ الہدایہ، رام گڑھ روڈ، جے پور ۳۰۲۰۲۷ (راجستھان) انڈیا
(۲) امام ربانی پبلک اسکول، ہدایت باغ، محلّہ ہانڈی پورہ، راستہ جگناتھ سہائے
نزد چار دروازہ، جے پور، ۳۰۲۰۰۳ (راجستھان) انڈیا
(۳) کتب خانہ عزیزیہ، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی
(۴) الحرمین بکڈ پو، مرکز مسجد، ڈاکٹر ڈی این ورما روڈ، امین آباد لکھنو (یوپی) انڈیا
() آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ، A-76/1 مین مارکیٹ، اوکھلا، جامعہ نگر نئی دہلی
() مکتبہ الندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو (یوپی)
(۷) مکتبہ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)
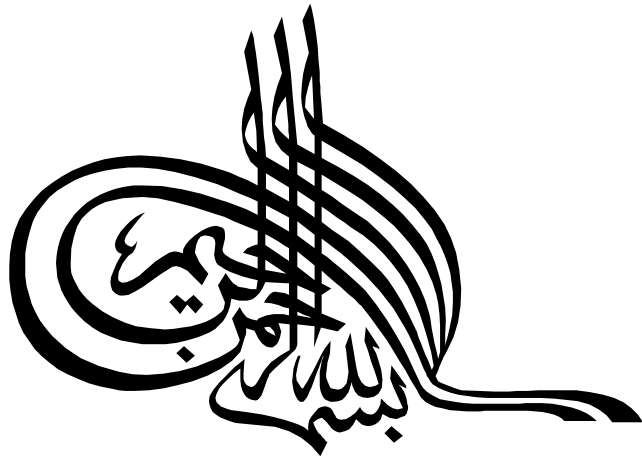
اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

''اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی پوری فرمانبرداری کرے گا اللہ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور بڑی کامیابی ہے ۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے''۔ (سورہ نساء: آیت ۱۳۔۱۴)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔
(آل عمران: آیت ۱۱۰)

''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا کہنا مانتے ہیں، ان لوگوں پر ضرور اللہ رحمت کرے گا، بلاشبہ اللہ قادر مطلق ہے، حکمت والا ہے''۔ (سورہ توبہ: ۷۱)

''یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں''۔ (سورہ حج: ۴۱)

''نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کیا کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو''۔ (سورہ مائدہ: ۲)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اور جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے''۔ (صحیح مسلم: ج۱ص۶۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے، پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو گے اور دعائیں قبول نہ ہوں گی''۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۱۶۹)

''جب بنی اسرائیل کے لوگ اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہو گئے تو ان کو ان کے عالموں نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے لیکن اس کے باوجود یہ علماء ان کی مجلسوں میں ان کے ساتھ بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے اور پینے لگے۔ تو اللہ نے ان کے عالموں کے دلوں کو بھی سیاہ کر دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے ان کو ملعون قرار دیا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ اللہ کے احکام اور حدود دین سے تجاوز کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ زور دے کر فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (تم بھی اس سلوک کے حقدار ہو جاؤ گے یہاں تک کہ تم پوری شدت کے ساتھ ان ظالموں کو ان کے ظلم سے روکو''۔

(ترمذی جلد ۵ص ۲۳۵۔ حدیث نمبر ۳۰۴۷۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

☆☆

فہرست

نمبر شمار	عنوانات		صفحہ
۱	مقدمہ :	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۲
۲	مقدمہ :	حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین	۱۴
۳	پیش لفظ :	حضرت مولانا محمد ضیاء الرحیم مجددی	۱۶
۴	تقریظ :	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی	۲۰
۵	ابتدائیہ :	مؤلف	۲۲
۶	اسراف وفضول خرچی		۲۷
۷	فضول خرچی اور تقریبات		۳۲
۸	☆	منگنی	۳۴
۹	☆	برات	۳۵
۱۰	☆	تلک اور جہیز	۳۵
۱۱	☆	ولیمہ	۳۹
۱۲	☆	عقیقہ	۳۹
۱۳	☆	ختنہ	۴۰
۱۴	☆	برتھ ڈے اور اپریل فول	۴۰
۱۵	☆	ویلنٹائن ڈے	۴۰
۱۶	بین المذاہب شادیاں اور اسلام		۴۲
۱۷	تاخیر سے شادی کے نقصانات		۴۷
۱۸	نکاح اور ولیمہ میں سادگی		۵۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۹	**مہر کی حیثیت واہمیت**	۶۰
۲۰	☆ مہر شوہر کی معاشی حالات کے مطابق ہو	۶۱
۲۱	☆ مہر کی کثرت وزیادتی مذموم وناپسندیدہ ہے۔	۶۲
۲۲	☆ کم سے کم مہر کی مقدار	۶۳
۲۳	☆ موجودہ دور کی غلط روش	۶۳
۲۴	☆ مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہ کرنے والا زانی ہے	۶۴
۲۵	☆ سونے اور چاندی کی شکل میں مہر کا تعیّن سنت سے قریب تر ہے	
۲۶	**جہیز ایک ناسور**	۶۵
۲۷	☆ جہیز ایک رسم ہے	۶۵
۲۸	☆ وراثت سے محرومی جہیز کے جائز ہونے کی دلیل نہیں	۶۷
۲۹	☆ حضرت فاطمہ زہراؓ کے جہیز کی حقیقت	۶۸
۳۰	☆ حضرت زینبؓ کے ہار سے جہیز کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا	۷۶
۳۱	**جہیز شوہر کے ذمہ واجب ہے**	۷۸
۳۲	☆ عین شادی کے موقع پر گھریلو سامان کی فراہمی	۸۱
۳۳	اور نمائش غیر شرعی عمل	
۳۴	☆ حضرت سعید بن مسیّب کا جرأت مندانہ اقدام	
۳۵	☆ مہر کی ادائیگی نہ کرنے والا زانی ہے۔	
۳۶	**تلک، جوڑا اور گھوڑا**	۸۵
۳۷	☆ تلک (نقد رقم) رشوت اور حرام ہے۔	۸۸
۳۸	☆ رشوت کی تعریف اور اس کا حکم	۸۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۹	لڑکی یا اس کے اولیاء سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے	۹۲
۴۰	☆ حرام مال دونوں جہاں کے لیے مہلک	۹۴
۴۱	☆ کامیابی وسکون دیندار عورت کو ترجیح دینے میں ہے	۹۶
۴۲	☆ لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا جائے جو دیندار ہو	۹۸
۴۳	☆ ایک سبق آموز واقعہ	
۴۴	☆ والدین کے لیے لمحۂ فکریہ	۱۰۲
۴۵	☆ فضول خرچی کی ایک مثال	
۴۶	☆ ایک خطرناک ذہنیت	
۴۷	☆ ایک گاؤں میں ۱۱۰؍ برس کے بعد بارات کی آمد	
۴۸	☆ خودکشی اور قحبہ خانہ کی آبادی میں اضافہ	۱۰۶
۴۹	☆ جہیز کے خوفناک نتائج	۱۰۸
۵۰	☆ امت مسلمہ کی ذمہ داری	۱۱۰
۵۱	بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت	۱۱۳
۵۲	دوسری شادی کب اور کیسے	۱۱۹
۵۳	☆ عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازواج کی اجازت ہے	
۵۴	☆ تعدّد ازواج کی مصلحتیں	
۵۵	☆ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف نہ کرنے والے کی سزا	
۵۶	بیوی کو معلق رکھنا جائز نہیں	۱۲۵
۵۷	مطلّقات اور بیواؤں کی شادی	۱۳۱
۵۸	پڑوسیوں کے حقوق	۱۳۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ

۵۹ لڑکے کا سودا ۱۳۹
۶۰ ☆ بچوں کی تعلیم وتربیت
۶۱ ☆ بچوں کے ساتھ شفقت اور حسن سلوک
۶۲ ☆ امت مسلمہ کی ذمہ داری
۶۳ ☆ جاہلیت نئے رنگ وروپ میں
۶۴ ☆ یتیم اور بیواؤں کی کفالت اور ان کے ساتھ رحم وکرم پر اجر وثواب
۶۵ ☆ عالمی تحریک
۶۶ ☆ لڑکیوں کا استحصال
۶۷ لڑکی کا ترکہ میں حصہ ۱۴۸
۶۸ ☆ روم اور یونان میں عورتیں میراث سے محروم
۶۹ ☆ یہودی مذہب میں لڑکی کا ترکہ
۷۰ ☆ ہندو دھرم میں عورتوں کا ترکہ میں کوئی حصہ نہیں
۷۱ ☆ اسلام سے قبل عرب میں عورتوں کا ترکہ میں کوئی حصہ نہیں
۷۲ ☆ کمیونزم اور سوشلزم میں وراثت کا تصور نہیں پایا جاتا
۷۳ ☆ اسلام میں لڑکی کا ترکہ میں عادلانہ حصہ
۷۴ ☆ ہندوستانی معاشرہ میں لڑکی کو ترکہ سے محروم کرنے کا عام رواج وچلن
۷۵ ☆ لڑکی کو ترکہ سے محروم کرنے والوں کا انجام
۷۶ ☆ بچوں پر ظلم وزیادتی اور ان کا استحصال
۷۷ ذات پات کے بارے میں اسلامی حکم ۱۵۶
۷۸ اسلام میں جان ومال اور عزت کی قدر وقیمت ۱۶۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۷۹	**جان کی قدر و قیمت**	۱۶۶
۸۰	☆ غیر مسلمین کا قتل	۱۷۰
۸۱	☆ خودکشی	۱۷۱
۸۲	**مال کی قدر و قیمت**	۱۷۳
۸۳	☆ غصب	۱۷۴
۸۴	☆ چوری	۱۷۵
۸۵	☆ ناپ تول میں کمی	۱۷۷
۸۶	☆ سود	۱۷۸
۸۷	☆ رشوت	۱۷۹
۸۸	☆ اسراف وفضول خرچی	۱۸۲
۸۹	**عزت کی قدر و قیمت**	۱۸۴
۹۰	☆ ترک تعلق	۱۸۶
۹۱	☆ تمسخر و مذاق	۱۹۱
۹۲	☆ طعن وتشنیع	۱۹۴
۹۳	☆ برے القاب سے پکارنا	۱۹۴
۹۴	☆ بدگمانی	۱۹۵
۹۵	☆ بغض وکینہ	۱۹۷
۹۶	☆ تجسس	۱۹۹
۹۷	☆ غیبت	۲۰۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ

نمبر شمار		عنوان	صفحہ
۹۸	☆	بہتان	۲۱۳
۹۹	☆	چغلخوری	۲۱۶
۱۰۰	☆	حسد	۲۱۹
۱۰۱	☆	تکبر وغرور	۲۲۸
۱۰۲	☆	ظلم	۲۳۵
۱۰۳		ڈرگ اور نشہ آور اشیاء	۲۴۱
۱۰۴		لاٹری اور جوئے کی تباہی	۲۴۸
۱۰۵	☆	جواباز کا بدترین انجام	۲۴۸
۱۰۶	☆	قرآنی آیات سے مستفاد اہم نکات	۲۴۹
۱۰۷	☆	معمہ	۲۵۲
۱۰۸	☆	جوے کی مروجہ صورتیں	۲۵۲
۱۰۹	☆	شطرنج	۲۵۳
۱۱۰	☆	ایک اہم فتوی	۲۵۴
۱۱۱	☆	چوسر	۲۵۷
۱۱۲		مراجع	۲۵۹

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رمدظلہ العالی

صدر: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ناظم : دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ رکن: رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ
نائب صدر: عالمی رابطۂ ادب اسلامی رکن: اسلامک سینٹر آکسفورڈ
صدر: مجلس تحققات ونشریات اسلامی، لکھنؤ صدر: دینی تعلیمی کونسل، اتر پردیش

اسلام ایک مکمل دین اور مستقل تہذیب ہے اور زندگی گزارنے کا اس میں ایک مستحکم نظام پیش کیا گیا ہے اور قیامت تک کے لیے اس نظامِ حیات کو اللہ کی طرف سے چُن لیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:'' **اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً** '' (ترجمہ) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کرلیا۔

آنحضرت ﷺ کی رہنمائی میں صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے اسی نظام حیات کو اپنی زندگی میں جاری کیا اور پوری طرح سے اجتماعی وانفرادی طور پر اس کو قبول کیا جس کے نتیجے میں ایک صالح اسلامی معاشرہ وجود میں آیا، پھر قندیل سے قندیل روشن ہوتی رہی اور اس نظام حیات کو لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دنیا کے مختلف خطوں میں پھیل گئے اور جابجا اسلامی معاشرے کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔

لیکن پھر جب زمانہ دراز ہوا عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی اور دنیا کی مختلف قومیں دین اسلام میں داخل ہوتی گئیں تو ان کے ساتھ بہت سے وہ رسوم وعادات بھی معاشرے میں داخل ہونے لگیں جو اسلامی معاشرے سے کوئی جوڑ نہیں رکھتی تھیں۔ پھر معاشروں اور تہذیبوں کے اختلاط کے نتیجوں میں بھی اس معاشرہ پر گردوغبار جمنے لگا اور اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ اس کو اپنی اصل پر لایا جائے۔

اللہ تعالیٰ علمائے اسلام کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہر زمانہ میں تجدید واصلاح کا یہ عمل انجام دیا اور امت کے سامنے صحیح اور صالح اسلامی معاشرے کے نمونے پیش کیے۔ مختلف ملکوں میں وہاں کے مذاہب اور وہاں کی تہذیبوں نے اسلامی معاشرہ پر اثر ڈالا۔ ہندوستان میں دیو مالائی مذہب نے مسلمانوں کو متاثر کیا اور غیر شعوری طور پر بہت سی ایسی رسمیں اسلامی معاشرے میں داخل ہوگئیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا، ہمارے ہندوستانی علماء نے اس کی طرف توجہ کی اور اپنی تقریر وتحریر سے اصلاح معاشرہ کا کام انجام دیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے (جو ہندوستان میں مسلمانوں کا واحد متحدہ پلیٹ فارم ہے) خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی اور اصلاح معاشرہ کمیٹی تشکیل دی گئی پھر اس کے مرحوم صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اہمیت کی طرف خصوصی طور پر توجہ دی، اس کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوئے، پھر جے پور کے تاریخی اجلاس میں پورے ملک میں اس کی تحریک کو عام کرنے کی تجویز منظور ہوئی اور بورڈ اس کے لیے پوری طرح سرگرم عمل ہوگیا۔ پیش نظر کتاب بھی درحقیقت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو جامعۃ الھدایہ کے دارالاشاعت سے امیر جامعہ عزیز مکرم ومحترم مولانا شاہ محمد فضل الرحیم صاحب مجددی کی توجہ سے شائع کی جارہی ہے۔ عزیز القدر مولانا محمد شمشاد ندوی صاحب نے بڑی مستعدی سے یہ مضامین تیار کیے ہیں جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے فراہم کردہ عنوانات پر بڑے سلیقے سے مرتب کیے گئے ہیں۔ کتاب کے مصنف اور ناشر دونوں شکریے کے مستحق ہیں کہ یہ ایک مفید کام ان کے ذریعہ سے انجام پارہا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ اس کو مفید فرمائے اور خالص ومقبول کرے۔ (آمین)

داعی

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۱۸/۷/۱۴۲۳ھ
۲۶/۹/۲۰۰۲ء

مقدمہ

حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على رسولهٖ الكريم وعلىٰ آله وصحبهٖ اجمعين . اما بعد :

اسلام ایک ہمہ گیر، آفاقی اور سچا مذہب ہے، جس نے زندگی کے تمام شعبوں میں انسانوں کی رہنمائی کی ہے، انسانی زندگی کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں جو اسلامی تعلیمات سے عاری و خالی ہو کہ جہاں اسلام کا کوئی نہ کوئی حکم موجود نہ ہو۔

اسلام کی دعوت و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و برگزیدہ نبی محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ ﷺ کو ایک ایسا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جو قیامت تک انسانوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ جس نے اس کو اپنی زندگی میں اپنایا وہ کامیاب و بامراد ہوا، اور جس نے اس سے روگردانی اختیار کی وہ خائب و خاسر ہوا۔ اللہ رب العزت نے اس میں حق و باطل کو بالکل ممتاز کر دیا ہے۔ جب تک انسان اس پر عمل کرتا رہے گا معاشرہ فساد و بگاڑ اور بدامنی و بے چینی سے محفوظ رہے گا اور جب اس پر عمل کرنا ترک کر دے گا تو طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔

آج جو ہمارے ماحول اور معاشرے میں برائیاں عام ہوتی جا رہی ہیں اس کی بنیادی وجہ کتاب و سنت کو ترک کر دینا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موضوع پر مضامین و کتابچے بھی لکھے جائیں اور اس کے لیے عملی تحریک بھی چلائی جائے تا کہ معاشرے میں پھیلی ہوئی تمام برائیاں مثلاً تلک و جہیز اور دیگر غیر شرعی رسومات جو لزوم کا درجہ اختیار کر چکی ہیں جن کی شریعت اسلامیہ قطعاً اجازت نہیں دیتی ہے۔ ان سے

معاشرے کو پاک وصاف کیا جائے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد معاشرے کی اصلاح کی کوشش اور صالح معاشرے کی تعمیر بھی ہے۔ چنانچہ جے پور کے تاریخی اجلاس میں اصلاح معاشرہ کی تحریک کو پورے ملک میں عام کرنے کی تجویز پاس کی گئی۔ یہ اجلاس حضرت مولانا شاہ محمد عبدالرحیم مجددی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر منعقد ہوا تھا۔ اگر چہ کہ شدید علالت کی وجہ سے اجلاس میں ان کی شرکت نہ ہوسکی۔ ان کے جانشین خلف اکبر مولانا شاہ محمد فضل الرحیم مجددی صاحب اوران کے رفقاء نے اس اجلاس کو کامیاب بنایا۔ اس وقت سے مولانا موصوف بورڈ کے اہم رکن ہیں اور اصلاح معاشرہ کی تحریک میں ان کی بہت دلچسپی ہے۔ جس میں بورڈ بھی سرگرم عمل ہے اور خطبات جمعہ کے نام سے اصلاح معاشرہ کے عنوان پر کتابچے بھی لکھے جارہے ہیں، اسی سلسلے کی ایک کڑی جناب مولانا محمد شمشاد ندوی صاحب/استاذ جامعۃ الھدایۃ، جے پور راجستھان کی کتاب ''اصلاح معاشرہ اور اسلام'' ہے۔ مولانا موصوف ایک باصلاحیت اور ذی استعداد عالم ہیں اور امارت شرعیہ میں قضاء کی تربیت لے چکے ہیں۔ اس کتاب میں موصوف نے معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں، ان سے رونما ہونے والے اثرات ونتائج اوران کے سدّ باب کے لیے کون سی ترکیب وتدبیر اختیار کی جائے پر مختصر مگر جامع کلام کیا ہے۔ مضامین ومقالات علمی وتحقیقی ہیں۔ زبان بہت شائستہ، سہل اور عام فہم ہے۔ اس کتاب میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا کی جانب سے متعین کردہ عنوانات پر مضامین ومقالات ہیں جو ماہنامہ ہدایت میں بھی شائع ہوچکے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے۔ اور موصوف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین۔

نظام الدین

۱۷/رمضان ۱۴۲۲ھ
مطابق ۳ دسمبر ۲۰۰۱ء

عرض ناشر

حضرت مولانا محمد ضیاء الرحیم صاحب مجددی/حفظہ اللہ تعالی
نائب امیر جامعۃ الھدایۃ، جے پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کے مسلمان آج جن مسائل سے دو چار ہیں اور انہیں جن حالات اور چیلنجوں کا سامنا ہے، موٹے طور پر انہیں ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔ پہلے حصہ میں وہ مسائل ہیں جن کا تعلق حکومت کے قوانین ، عدالت کے فیصلوں ، اور انتظامیہ کے اقدامات یا اس کی طرف سے لیے جانے والے ایکشن سے ہے، ملک میں فسطائی طاقتوں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں اور میڈیا کی طرف سے مچائے جانے والے واویلا کو بھی ہم اسی زمرے میں رکھ سکتے ہیں ۔

دوسرے حصہ میں وہ حالات یا مسائل ہیں جن میں نہ تو حکومت ملوث ہے اور نہ ہی عدالت کے کسی قانون کا کوئی دخل ہے۔ ان مسائل کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی بے دینی ان مسائل کے پیدا ہونے کا بنیادی سبب ہے، یہ مسائل معاشی بھی ہیں اور معاشرتی بھی ، دینی بھی ہیں اور اخلاقی بھی ، دراصل ان کی ذمہ داری خود مسلمانوں پر ہے ۔ دینی مسائل میں مسلمانوں اور خاص کر نوجوان طبقہ کی اسلامی تعلیمات سے دوری سب سے اہم ہے۔ نمازوں سے غفلت ، روزہ کی پابندی نہ کرنا، زکاۃ کی ادائیگی کا عدم اہتمام ، وغیرہ وہ امور ہیں جو بد قسمتی سے مسلم معاشرے میں بہ کثرت موجود ہیں ۔ معاشرتی مسائل

میں جہیز کے نام پر لین دین کی غیر اسلامی رسم سب سے اہم ہے، کتنی لڑکیاں ہیں جو اس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ اور بے شمار ہیں جو اب تک جہیز کا نظم نہ ہونے کی بنا پر اپنے گھروں پر بیٹھی ہیں۔ ایسی کئی ایک مسلم برادریاں ہیں جن کے یہاں لین دین کو عملاً ایک معاشرتی قانون کا درجہ حاصل ہے جہاں جہیز کے بغیر لڑکی کی شادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح شادی کے موقع پر دیگر رسومات کی انجام دہی پر بیجا روپیہ کا اسراف عام ہے، اخلاقی مسائل میں نوجوانوں میں محرمات کا ارتکاب، شراب نوشی کی کثرت، جوا و قمار کی عادت ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے، نیز بعض مواقع پر اجتماعی طور پر روپیہ جمع کر کے وہ امور انجام دیے جاتے ہیں جن کا اسلام سے اسلامی تعلیمات سے اور اسلام کی اصل روح سے کوئی تعلق نہیں ہے، تعزیہ داری میں بے دریغ روپیہ کا اسراف اسکی اہم مثال ہے۔ اس پر طرفہ یہ کہ اس کو خالص دینی عمل تصور کیا جاتا ہے، نیز اس میں جن محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان سب نے ایک نئے اسلام کو جنم دیا ہے جس کو ہم ہندوستانی اسلام تو کہہ سکتے ہیں لیکن مدنی اسلام ہرگز نہیں۔

اگر مسلم قائدین واقعتاً مسلمانوں کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے مخلص ہیں تو سب سے پہلے ان مسائل کو حل کرنا ہوگا جن کا حل ہماری دست رس میں ہے اور جو بنیادی طور پر مسلم معاشرے کی دین سے دوری اور اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے مسائل حل کرنے کے لیے ایک منظّم تحریک چلانی ہوگی، اصلاح معاشرہ کا ایک باقاعدہ پروگرام ترتیب دینا ہوگا، دین سے متعلق بیداری پیدا کرنے میں علماء جو رول ادا کر سکتے ہیں وہ کوئی دوسرا طبقہ نہیں کر سکتا، لہٰذا بنیادی طور پر علماء کو اس مرحلہ میں اپنا کلیدی اور تاریخی رول ادا کرنا ہوگا، اس مرحلہ میں مدارس اسلامیہ بھی اہم کردار ادا

کر سکتے ہیں ، اس لیے کہ اس ملک میں اسلامی تعلیمات کی بقا اور تحفظ کے لیے مدارس کے پلیٹ فارم سے جو خدمات انجام دی گئی ہیں وہ ایک تاریخی حقیقت ہیں۔

اصلاح معاشرہ کے پہلے مرحلہ میں لوگوں کی ذہن سازی پر زور دیا جانا چاہیے ، اگر ہم اس مرحلہ میں کامیاب ہوجاتے ہیں ، اور معاشرے سے غیر شرعی وغیر اسلامی رسوم ورواج ختم کرنے کے لیے کمر بستہ ہوجاتے ہیں اور واقعتاً مسلم معاشرے میں اسکا اثر صاف محسوس کیا جاتا ہے،تو یقین کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے دیگر بڑے مسائل بھی انشاء اللہ حل ہوجائیں گے ۔ کیونکہ یہ صرف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی غرض سے ہوگا اور رضائے الٰہی کے لیے ہوگا ، اور صحیح راستہ پر چلنے والوں اور غلط راہ کو ترک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ یوں بے یارو مددگار نہیں چھوڑ سکتا ، اور پھر جب نصرت خداوندی حاصل ہوگی تو نہ کسی حکومت کی مجال ہے کہ وہ اسلامی کارواں کے آگے آئے ، اور نہ کسی طاغوتی طاقت کی یہ ہمت ہوگی کہ وہ اسلام کی راہ کا پتھر بنے۔

جامعۃ الھدایہ نے خدا کے بھروسے پر اس سلسلے میں مؤثر قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے اور اپنے دینی واخلاقی فرض اور سماجی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں ایک تفصیلی پروگرام مرتب کیا ہے جس کا مقصد تقریر وتحریر دونوں ذریعوں سے عوام الناس کو معاشرے میں پھیلی برائیوں سے روشناس کرانا اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانا ہے۔

ابتدائی مرحلے میں اساتذہ کی ایک ٹیم منتخب کی گئی جس کے ذمہ شہر جے پور کی مختلف مساجد میں جمعہ کی نماز سے قبل ایک مقررہ عنوان پر خطاب کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ، اس کی شکل یہ تجویز کی گئی کہ چند عناوین پہلے سے منتخب کر لیے گئے اور پھر ایک استاذ کے ذمّہ یہ کام سونپا گیا کہ اس موضوع پر علمی مواد اکٹھا کر دیں۔ چار پانچ صفحات کا یہ مضمون ٹائپ کرا کر ہر مقرر کو سونپ دیا جاتا کہ وہ اس کو پڑھ کر اسی

عنوان پر خطاب کرے۔جن مساجد میں اساتذہ نہیں پہنچ پاتے وہاں ائمۂ مساجد کو تاکید کی گئی کہ وہ اس مضمون کو پڑھ کر سنادیں۔اس کاوش کا الحمدللہ اچھا نتیجہ نکلا۔

دوسرے مرحلے میں انہی عناوین پر تفصیلی مضامین تیار کرائے گئے جن کی شکل ایک چھوٹے موٹے پمفلیٹ کی تھی،اس سلسلے میں سب سے نمایاں اوراہم کام جامعہ کے ایک استاذ مولانا محمد شمشاد صاحب ندوی نے انجام دیا،موصوف نے علم و تحقیق کا فطری ذوق پایا ہے،انہوں نے بڑی تندہی ولگن سے ہر موضوع پر مضامین تیار کیے۔ زیرِ نظر مضامین کا یہ مجموعہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جسے ''الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر'' کتابی شکل میں شائع کر رہا ہے۔جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا یہ اس سلسلہ کا دوسرا مرحلہ ہے۔اس میں مزید موضوعات پر مضامین کی تیاری کا سلسلہ جاری ہے جو وقت پر انشاءاللہ شائع کیا جائے گا۔اوراسکے بعد تیسرے مرحلہ پر کام شروع ہوگا۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ منتظمین وکارکنانِ جامعہ کی نیتوں میں اخلاص اور اعمال میں دوام نصیب فرمائے۔اور یہ کاوش حقیقی معنی میں ''خیرامت'' کو برائیوں سے روکنےاوراعمال صالحہ پر کار بند ہونے کا ذریعہ بن جائے۔

(آمین)

محمد ضیاءالرحیم مجددی
نائب امیر جامعۃ الھدایۃ،جے پور

۱۴۲۳/۳/۲۸ھ
۲۰۰۲/۶/۱۰ء

تقریظ

حضرت مولانا انیس الرحمن قاسمی مدظلہ العالی

ناظم امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

اما بعد!

انسانی معاشرہ تغیر پذیر ہے اور وہ ہمیشہ یکساں حال پر نہیں رہتا ہے۔ اس میں خیر اور شر دونوں قوتیں ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں۔ کبھی خیر غالب ہوتی ہے اور کبھی شر، اور جب شر کا غلبہ ہوتا ہے، تو زمین قتل وخون اور فتنہ وفساد سے بھر جاتی ہے۔ اور انسانی وجود ہی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اسی لیے خیر کی دعوت دینا اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کو مٹانا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور امت محمدیہ کی خصوصیات میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایک طبقہ ایسا ہونا چاہیے جو خیر کی طرف بلائے اور برے کاموں سے روکے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

" ولتكن منكم أمة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون " اور تم سے ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے جو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

اس طبقہ کی پہلی اور اولین ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ خیر وشر اور معروف ومنکر کا علم رکھے۔ چونکہ خیر کی مختلف قسمیں اور درجات ہوتے ہیں اس لیے اس طبقہ کا فرض ہوتا ہے کہ وہ خیر کو اس کے تمام اقسام اور درجات کے ساتھ سمجھے اور یہ علم رکھے کہ کیا ضروری ہے اور کیا نہیں؟ کون کام مستحب وافضل ہے اور کون عمل فرض یا واجب ہے اسی طرح منکرات کا بھی علم رکھے اور منکر کو پہچانے، منکرات کے بھی اتنے اور مختلف رنگ وروپ ہوتے ہیں کہ اگر صحیح علم نہ ہو تو اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے گا، اسی طرح منکرات کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں، بعض مکروہ ہوتے ہیں، بعض حرام ہوتے ہیں اور حرام میں بھی بعض مسلم معاشرہ وانسانی سماج کے ناسور ہو جاتے ہیں جیسے شراب ونشہ، قتل وخون، جوا، لاٹری، اسراف وفضول خرچی، تلک وجہیز، ذات پات کی عصبیت، انسانی سماج کو خوف ودہشت میں ڈالنے والے کام، مال کی لوٹ کھسوٹ، رشوت وغیرہ، اور اسی طرح بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو

مسلم سماج کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسے ایمان باللہ کے بعد اقامت صلوۃ واداء زکوۃ، ادائیگی حقوق، نکاح میں سادگی، وقت پر شادی، بیوی کو مہر ادا کرنا، اس کے حقوق ادا کرنا، عورتوں کا حیا کرنا، اپنے شوہروں کی اطاعت کرنا، وراثت میں تمام وارثوں خاص طور پر لڑکیوں کو ان کا حق دینا، مطلقہ و بیوہ خواتین کی شادی کرانا وغیرہ یہ اور اسی طرح کے دیگر معاشرتی وشرعی احکام کو معاشرہ میں پوری طرح جاری و نافذ کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور شرع اسلامی کا تقاضا ہے، ہمارے علمائے کرام، اساتذۂ مدارس، ائمہ مساجد، دینی وملی کام کرنے والے افراد، اور سماجی خدمت گاروں کو چاہیے کہ معاشرہ کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر سنجیدگی سے غور کریں اور مسلم معاشرہ کو اس کے صحیح اسلامی خطوط پر چلانے کے لیے مذکورہ بالا امور پر نگاہ رکھیں اور پوری قوت کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی مسلسل تحریک چلائیں ۔ خاص طور پر ائمہ مساجد کو چاہیے کہ وہ جمعہ کے اجتماعات کے ذریعہ مسلمانوں میں رائج غلط رسم ورواج کو دور کرنے اور مسلم معاشرہ کو اس سے نجات دلانے کے لیے مذکورہ عناوین پر خطبہ دیں۔ اس سے بہت نفع ہوگا۔

لائق تبریک ہیں مولانا محمد شمشاد ندوی، استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور، جنہوں نے اصلاح معاشرہ کے مختلف عناوین پر بڑی محنت کے ساتھ زیر نظر کتاب ''اصلاح معاشرہ اور اسلام'' مرتب کی ہے، مجھے امید ہے کہ یہ کتاب امت کے لئے نافع ہوگی۔ اور ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ محترم مولف صاحب کو اللہ بہتر بدلہ عطا کرے اور ان کی قلمی کاوشیں مقبول ہوں۔ فقط

انیس الرحمن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

۱۶؍رمضان ۱۴۲۲ھ

ابتدائیہ

اسلام ، صالح افراد،متوازن خاندان اور پاکیزہ معاشرہ چاہتا ہے، صالح افراد سے صالح خاندان تشکیل پاتا ہے اورمتوازن خاندان سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے،اگرفردخراب ہےتو خاندان کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے،اگرخاندان کا نظام درہم برہم ہےتو معاشرہ تباہی و بربادی کے دلدل میں جا گرتا ہے ، لہٰذا بتدریج فرد ، خاندان اور معاشرہ تینوں کی اصلاح پرخصوصی توجہ دیا جانا چاہیے،فرد کی اصلاح کا کام اس وقت تک جاری رکھا جانا چاہئے ، جب تک کہ وہ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ اوراس کے رسول کی پیروی کرنے والا نہ بن جائے اوراس کے اخلاق وکردارفکراور عقیدہ میں پاکیزگی و درستگی نہ آجائے ،اوراس کوعبادت و ذکر سے فطری لگاؤ وشغف پیدانہ ہوجائے اوروہ محنتی وجفاکش ، وقت کا محافظ ، لایعنی باتوں اورکام سےنفرت اورہر کام میں منظّم اوردوسروں کے لیے نافع نہ بن جائے ، جب مطلوبہ خصوصیات کےمطابق کسی فرد کی تربیت ہوجائےتو ہم اسےصالح فرد کہتے ہیں،ایسےصالح افراد سےمتوازن وصالح خاندان وجود میں آتا ہے،اس خاندان میں اسلامی تہذیب وتمدن ، بڑوں کا ادب واحترام اورچھوٹوں پرشفقت،عورتوں کےساتھ حسن سلوک ،اولاداور خدّام پر شفقت ومحبت اوران کی صحیح تعلیم وتربیت کونمایاں طور پردیکھا جاسکتا ہے،اوراس میں ہر ایک کودوسرے کا ممدو مددگاراوراپنے اپنے حقوق وفرائض کوادا کرنے والا پایا جاتا ہے کیونکہ ان کے پیش نظرحضوراکرم ﷺ کا یہ ارشادگرامی ہوتا ہے۔

”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته، الامام راع و مسئول عن رعیته، والرجل راع فی اهله وهو المسئول عن رعیته، والمرأة راعیة فی بیت زوجها و مسئولة عن رعیتها، والخادم فی مال سیده ومسئول عن رعیته قال و حسبت ان قد قال والرجل راع فی مال ابیه ومسئول عن

رعیته و کلکم راع و مسئول عن رعیته". (۱)" ۔"تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا، آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور خادم اپنے آقا کے مال میں نگہبان ہے اس سے اس کی نگہبانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا آدمی اپنے والد کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور ہر ایک نگہبان سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔

ایسے متوازن اور صالح خاندان سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے، اس پاکیزہ معاشرہ میں نیکیوں و بھلائیوں کی رغبت، حوصلہ افزائی اور برائیوں و گناہوں سے نفرت و حوصلہ شکنی کا ماحول پایا جاتا ہے، اچھی باتوں کی تلقین و ترغیب اور بری باتوں سے نفرت و دوری اس مثالی معاشرہ کی پہچان بن جاتی ہے، اسی عظیم مقصد کی خاطر کم وبیش ایک لاکھ انبیاء کرام تشریف لائے اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ مبعوث کیے گئے، آپ نے اپنی بے مثال تعلیم وتربیت سے ایک ایسے پاکیزہ معاشرہ کو وجود بخشا جس پر فرشتوں کو بھی رشک آیا، آپ ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے سپرد کی گئی کہ وہ خود اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر دوسروں کو اچھی باتوں کو اپنانے اور بری باتوں سے بچنے کی تلقین کرے اور پاکیزہ معاشرہ کے لیے حتی المقدور کوشش کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کنتم خیر امت اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ". (۲) "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو"۔

نبی آخر الزماں سید المرسلین رحمۃ للعالمین نے فرمایا: **"من رأی منکم منکراً**

(۱) بخاری ج۱ص۱۶۰، دارالمعرفہ بیروت (۲) آل عمران آیت ۱۱۰

فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلک اضعف الايمان"(۱) "جوشخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے علماء و مصلحین نے اصلاح امت مسلمہ کا اہم فریضہ انجام دیا اور برائیوں وخرافات سے معاشرہ کو پاک کرنے کی حتی المقدور سعی کی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ۔جس میں زیادہ تر علماء و مصلحین ہیں۔ نے جہاں اسلام دشمن عناصر کی اسلام مخالف کاروائیوں وسازشوں کا مقابلہ کرنے اور ان کی جانب سے پھیلائے گئے شبہات وغلط فہمیوں کے ازالہ کا عزم مصمم کیا اور اپنی متحدہ آواز اور طاقت سے کئی معاملات میں باطل کو شکست دی، وہیں امت مسلمہ میں پائی جانے والی برائیوں و بداعتدالیوں اور جہالت و گمراہیوں سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لیے پورے ملک میں "تحریک اصلاح معاشرہ" کا آغاز کیا اور اس تحریک کو مؤثر و مفید بنانے کے لیے اصلاحی مضامین ومقالات، خطبات و بیانات اور رسائل وکتب کی ترتیب واشاعت اور ان تمام جائز وسائل کو بروئے کار لانے کی تجویز پاس کی گئی جو امت مسلمہ کو ان تمام برائیوں وگمراہیوں سے پاک کردے جو اس کے لیے دونوں جہاں میں مہلک وخطرناک ہے، بلکہ اسلام کے لیے باطل کی سازشوں وتخریب کاریوں سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے ملک میں منظّم طور پر اس تحریک کو چلایا جائے، علماء وفضلاء، ائمہ وخطباء، رہبران قوم وملت، مصلحین ومبلغین، اصحاب اثر و رسوخ، اصحاب دولت وثروت اور نوجوانان ملت اس کی طرف خصوصی توجہ دیں اور تحریر و تقریر، وعظ ونصیحت، گفتگو وذہن سازی اور عملی اقدامات کے ذریعہ معاشرہ سے تلک جہیز، جوا، لاٹری، شراب اور نشہ آور اشیاء، اسراف وفضول خرچی، غیر شرعی رسوم ورواج اور تمام

(۱) مسلم ج۱ص۶۹

برائیوں وگمراہیوں سے پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے صوبہ راجستھان وصوبہ مدھیہ پردیش میں ’’تحریک اصلاح معاشرہ‘‘ کو مؤثر و کامیاب بنانے کے لیے حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مجددی مدظلہ العالی، امیر جامعۃ الہدایہ کو سرپرست و ذمہ دار منتخب کیا، حضرت امیر جامعہ اور نائب امیر جامعہ کے شب وروز اصلاح وفلاحِ امت میں گزر رہی رہے تھے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری نے مزید اس میں قوت و جان ڈال دی اس کے بعد حضرت امیر الجامعہ نے کئی اہم میٹنگیں طلب فرمائیں جس میں ائمہ مساجد کو بھی شریک کیا اور ایسا لائحہ عمل اور تفصیلی پروگرام مرتب کیا جو مدارس اسلامیہ کے پلیٹ فارم سے منفرد اور انقلابی قدم قرار پائے گا، اس تفصیلی پروگرام میں سے ایک آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے منتخب کردہ عناوین پر اصلاحی مضامین، پمفلٹس اور کتب کی ترتیب و تصنیف اور اس کو بڑے پیمانے پر مختلف زبانوں میں امت مسلمہ میں پھیلانے کا عزم مصمم بھی شامل ہے، جس کو ’’سلسلہ مطبوعات اصلاح معاشرہ‘‘ سے موسوم کیا گیا ہے، جس کا پہلا سلسلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا نام ’’اصلاح معاشرہ اور اسلام‘‘ تجویز کیا گیا ہے، یہ کتاب راقم السطور کے ان مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے جو یا تو ماہنامہ ’ہدایت‘‘ میں اصلاح معاشرہ کالم کے لیے تحریر کیے گئے یا خطبات جمعہ کے لیے مرتب کیے گئے۔ راقم السطور نے انہی مضامین پر از سرے نو غور وفکر کے بعد معمولی ترمیم واضافہ کیا ہے اور دوبارہ اس بات کی سعی کی ہے کہ مستند مصادر ومراجع کے بغیر کوئی بات تحریر نہ کی جائے لیکن سہو وخطا کا امکان ہے لہذا قارئین سے درخواست ہے کہ اپنے مشورے و آراء سے ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کو پیش نظر رکھا جائے۔ **واللہ الموفق وھو الھادی الی سواء السبیل**

الحمد للہ مستند مآخذ ومصادر کی مدد سے مزید اصلاحی موضوعات پر مضامین وکتابچے کی ترتیب کا کام جاری ہے، اللہ کرے تمام اصلاحی موضوعات پر علمی وتحقیقی کام ہو جائے اور امت مسلمہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچے۔ آمین۔

اس کے ساتھ ہی ان علمی مواد سے خطبہ جمعہ کو مؤثر ومفید بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اس لیے کہ نماز جمعہ میں امت مسلمہ کا وہ طبقہ بھی موجود ہوتا ہے جو نماز پنجگانہ میں حاضر نہیں ہوتا اور سننے سنانے کا سازگار ماحول بھی ہوتا ہے، اگر عربی خطبہ سے پہلے اردو زبان یا مقامی زبان میں دس پندرہ منٹ کے خطاب کو مفید ونافع اور مؤثر ودلکش بنالیا جائے تو اس سے اصلاحِ امت کا بڑا کام لیا جاسکتا ہے، یہ نکتہ ذمہ داران جامعہ سے پوشیدہ نہیں تھا، اس لیے انہوں نے اس کی جانب بھی خصوصی توجہ دی ہے۔

حضرت مولانا محمد رابع حسنی صاحب ندوی مدظلہ العالی نے گوناگوں مصروفیات اور مسلسل اسفار کے باوجود اس کتاب پر مقدمہ تحریر فرما کر اس کی وقعت واہمیت میں اضافہ فرمایا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی، اس پر مؤلف کا دل شکر وامتنان کے جذبات سے معمور ہے۔ اللہ ان کا سایہ تا دیر ہم پر قائم رکھے۔

آخر میں ہم حضرت امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحب دامت برکاتہم کے تہ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے حد درجہ مصروفیات کے باوجود اس کتاب پر بیش قیمت مقدمہ تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی، اسی طرح نائب امیر الجامعہ حضرت مولانا محمد ضیاء الرحیم صاحب مجددی رحفظہ اللہ کے بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مشغولیات کے باوجود گراں قدر پیش لفظ تحریر فرما کر مزید علمی وتحقیقی کام کرنے کا حوصلہ عطا فرمایا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر امیر الجامعہ حضرت مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب مدظلہ العالی۔ جنہوں نے اپنی راحت وآرام اور سکون واطمینان کو جامعہ کی ہمہ جہت ترقی، علم پروری اور علمی کاموں کی حوصلہ افزائی پر قربان کردیا ہے۔ کا تذکرہ نہ کروں جن کے حکم سے یہ کتاب ''الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر'' سے شائع ہورہی ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ مطبوعات اصلاح معاشرہ کے پہلے سلسلہ کو قبول فرما کر منتظمین ومعاونین جامعہ اور مؤلف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے اور اس کو امت مسلمہ کے حق میں مفید ونافع بنادے، اور راقم السطور اور جامعہ کے تمام منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہونچائے۔ (آمین)

محمد شمشاد ندوی بن محمد یونس
مدرس جامعہ الهدایہ، جے پور

بروز جمعہ ۱۴؍جون ۲۰۰۲ء
۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

اسراف و فضول خرچی

اسلام مذہب اعتدال ہے، امت مسلمہ امت وسط ہے۔ اعتدال اس امت کا زیورِ اصلی ہے، اس کے دو جہاں کی کامیابی زندگی کے تمام گوشوں میں اعتدال کی راہ پر گامزن ہونے میں مضمر ہے، خالص دینی کاموں میں بھی اسلام اپنے ماننے والوں کو اعتدال کا حکم دیتا ہے جبکہ اسلام سے پہلے شریعت عیسوی میں حد درجہ وسعت تو شریعت موسوی میں بیحد تنگی تھی۔

اسلام نے حصول مال اور مصارف مال کا ایک معتدل ضابطہ مرتب کیا ہے اس نے حلال طریقہ سے دولت حاصل کرنے اور حلال راستے میں خرچ کرنے کو مستحسن اور اپنی دولت کو بے جا خرچ کرنے کو فضول خرچی قرار دیا ہے۔ اور فضول خرچی اللہ کو ناپسند ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

''وآت ذا القربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیراً . ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطان لربه کفوراً'' (۱)

''اور قرابت داروں کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج و مسافر کو بھی دیتے رہنا اور مال کو بے موقع مت اڑانا، کیوں کہ بیشک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی (یعنی انکے مشابہ) ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے''۔

حرام کام میں ایک روپیہ بھی خرچ کیا جائے تو وہ فضول خرچی ہے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: **''من أنفق درهماً فی حرام فهو مبذر''** (۲) ''یعنی جس نے

---

(۱) بنی اسرائیل ۲۶، ۲۷

(۲) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۰ ص ۲۴۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت

حرام کام میں ایک درھم خرچ کیا تو وہ فضول خرچ ہے''

جائز امور میں بھی اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرنا اللہ کو ناپسند ہے۔

'' یٰبنیٓ آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا و اشربوا و لا تسرفوا. انه لا یحب المسرفین '' (۱)

''اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور (خوب) کھاؤ اور پیو البتہ اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

اور سورہ انعام میں ہے۔

'' کلوا من ثمرہ اذآ أثمر و اٰتوا حقه یوم حصادہ ، ولا تسرفوا، انه لا یحب المسرفین ''(۲)

''ان سب کی پیداوار کھاؤ، جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق (شرع سے) واجب ہے وہ اس کے کاٹنے (اور توڑنے) کے دن (مسکینوں کو) دیا کرو اور حد سے مت گذرو یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے''۔

نیک کام میں اس قدر خرچ کرنا جس سے انسان تنگ دست ہو جائے اور دوسروں سے قرض لینے یا دست سوال پھیلانے کی نوبت آ جائے اس سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

''عن جابر بن عبدالله قال بینما نحن عند رسول الله ﷺ اذ جاءہ رجل بمثل البیضة من ذهب أصابها فی بعض المغازی قال أحمد فی بعض المعادن و هو الصواب فقال یا رسول الله خذها منی صدقة فوالله ما لی مال غیرها، فأعرض عنه ثم جاء ہ عن رکنه الأیسر فقال مثل ذلک ثم جاء ہ من بین یدیه فقال مثل ذلک ثم قال هاتهامغضباً فخذفه بها خذفة لو أصابها لأوجعه أوعقرہ ثم قال یعمد أحدکم الیٰ ماله لا یملک غیرہ فیتصدق به ثم یقعد یتکفف للناس

---

(۱) سورہ اعراف آیت نمبر ۳۱

(۲) سورہ انعام: آیت نمبر ۱۴۲

انما الصدقة عن ظهر غنی خذ الذی لک لا حاجة لنا به فأخذ الرجل ماله و ذهب قال ابو محمد کان مالک یقول اذا جعل الرجل ماله فی المساکین یتصدق بثلث ماله " (۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی انڈے کے بقدر سونا لیکر آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو میری جانب سے صدقہ میں قبول فرما لیجئے خدا کی قسم اس کے علاوہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا پھر وہ آپ کی بائیں جانب سے آیا اور اس نے پھر وہی بات پیش کی پھر وہ آپ کے سامنے سے آیا اور اس نے پھر وہی بات پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو لاؤ آپ ﷺ نے اس کو غصہ کی حالت میں اس طرح پھینکا کہ اگر وہ کسی کو لگ جاتا تو زخمی ہو جاتا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا سارا مال لیکر آجاتا ہے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھ جاتا ہے۔ صدقہ وہ ہے جو غنی کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے کیا جائے اسے لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس آدمی نے اپنے مال کو لے لیا اور چلا گیا ابو محمد نے کہا کہ مالک فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص مساکین کو صدقہ کرنا چاہے تو ثلث مال سے کرے''۔

ایک روایت میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**ما عال من اقتصد**'' (۲) ''یعنی جو خرچ میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہتا ہے وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا''۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''**من اقتصد أغناه الله و من بذّر أفقره الله ، و من تواضع لله رفعه الله و من تجبّر قصمه الله**'' (۳) ''یعنی جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کر دیا اور جس نے فضول خرچی کی اللہ نے اس کو

---

(۱) سنن الدارمی ج۱ص۳۹۱، دار الفکر، بیروت۔ نیز ملاحظہ ہو تفسیر رازی ج۳ص۵۱، دار الفکر، بیروت
(۲) مسند احمد بن حنبل ج۱ص۴۴۷، دار الفکر العربی، بیروت
(۳) کنز العمال ج۳ص۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

محتاج بنا دیا اور جس نے اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کی اللہ نے اس کو سر بلندی عطا کی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ نے ہلاک کر دیا''

قرآن میں اللہ کے خاص بندوں کا امتیازی وصف یہ بیان کیا گیا ہے۔

''والذین اذا أنفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواماً (۱)

یعنی''وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور انکا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے''۔

فضول خرچی ممنوع تو بخل مذموم ہے۔بخیل حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیتا ہے اور اپنی جائز ضروریات زندگی سے پہلو تہی کرتا ہے اور نیک کاموں میں خرچ نہ کرنے کی وجہ سے اخروی خسارہ ونقصان سے دوچار ہوتا ہے اسی طرح اسراف وفضول خرچی کرنے والا محتاج ومفلس ہوکر حقوق کی ادائیگی سے عاجز اور دونوں جہاں میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

قرآن نے اس مسلمہ حقیقت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

''ولا تجعل یدک مغلولة الیٰ عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً''(۲)

یعنی''اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہوکر بیٹھ رہوگے''

اسراف وفضول خرچی کے پس پردہ تکبر وغرور، نام ونمود اور جھوٹی شہرت پوشیدہ ہوتی ہے شادی کے موقع پر رسومات کی ادائیگی میں بے جا صرفہ، قیمتی ودیدہ زیب دعوتی کارڈ کی چھپائی، اعلیٰ سے اعلیٰ سامانِ جہیز کی نمائش، دعوت ولیمہ میں جم غفیر کو مدعو کرنا، عمدہ سے عمدہ کھانے کا نظم کرنا اور باجے گاجے کا اہتمام کرنا اور شادی کی محفل کو اس طرح سجانا کہ انسانی عقل دنگ اور آنکھیں چکا چوندھ ہو جائیں۔ اسی طرح سالگرہ اور دیگر تقریبات میں اس قدر خرچ کرنا کہ قرض لینے کی نوبت آجائے اور

---

(۱) سورہ فرقان: آیت نمبر ۶۷

(۲) بنی اسرائیل: آیت ۲۹

دوسرے کا محتاج و دست نگر بن جائے اور اس کی تلافی کے لیے رشوت اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنا پڑے، اس کی اسلام میں کیونکر اجازت ہوسکتی ہے۔

فضول خرچی کی وجہ سے معاشرہ دیوالیہ پن کا شکار ہوجاتا ہے اور اقتصادی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ سماج تعلیمی ترقی اور دیگر رفاہی، فلاحی اور اصلاحی امور کے انجام دینے کے قابل نہیں رہتا ہے، اس میں رشوت، ذخیرہ اندوزی، منشیات، مضر صحت اشیاء کی تجارت و اسمگلنگ اور ناجائز امور کا چلن عام ہوجاتا ہے۔

امت مسلمہ انسانوں کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر نور و ہدایت کی طرف بلانے کے لیے پیدا کی گئی تھی لیکن افسوس کہ مغربی تہذیب اور ہندوانہ رسم و رواج کی تقلید و پیروی کی وجہ سے ناکامی و نامرادی اس کی مقدر بن گئی۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور اپنی زندگی کو اعتدال کی راہ پر گامزن کرتے ہوئے مسجد کی تعمیر، مدارس کی تعمیر و ترقی، علم کے فروغ و اشاعت، کنواری لڑکیوں کی شادی، معاشرے سے برائیوں کے خاتمے، خصوصاً جہیز، حق تلفی، جوا، شراب، لاٹری، آلات لہو و لعب، چرس، تمباکو(۱) اور دیگر مضر صحت اشیاء سے معاشرے کو پاک کرنے اور تمام رفاہی و فلاحی کاموں میں اپنی دولت و قوت صرف کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں جن سے دونوں جہاں میں کامیابی ملتی ہے اور اپنی دولت غلط اور حرام راستے میں خرچ نہ کریں یہ دونوں جہاں میں ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔

الغرض امت مسلمہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے تمام دینی و دنیاوی کاموں میں اعتدال کی راہ اختیار کرتی ہے۔ نہ اپنے مال میں بخل سے کام لیتی ہے اور نہ اس قدر خرچ کرتی ہے کہ وہ محتاج و مفلس ہوجائے۔ وہ درمیانی راہ فیاضی کو گلے لگاتی ہے جو اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک پسندیدہ و قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے ہر حکم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

---

(۱) اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ''تمباکو اور اسلام''، بقلم: مولانا حفظ الرحمٰن اعظمی ندوی، مطبوعہ فرید بک ڈپو، دہلی۔

فضول خرچی اور تقریبات

اسلام نے اسراف وفضول خرچی کو ہر معاملہ میں ناپسند کیا ہے اور یہ دونوں شرعاً حرام ہیں۔ جیسا کہ اوپر تفصیلاً گزر چکا ہے۔

اسلام میں نکاح کی ترغیب وتاکید اور رہبانیت وتجرد کی زندگی مذموم وناپسندیدہ ہے۔ نکاح حضور اکرم ﷺ اور تمام انبیا کرام کی سنت ہے، نکاح نام ہے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کا۔ نہ باراتیوں کی لمبی قطار، نہ تلک اور جہیز، نہ عمدہ سے عمدہ کھانے کا نظم، نہ کوئی صرفہ وخرچ، نہایت ہی آسان ہے نکاح کی سنت۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤونۃ '' (۱) ''وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں'' لیکن افسوس کہ ہم نے غیروں سے متاثر ہوکر اس مقدس فریضہ کو مشکل سے مشکل تر بنادیا ہے، تلک اور جہیز جو نکاح میں بے معنی اور غیر شرعی ہیں ان کو ضروری ولازمی بنالیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ رسم ورواج، فضول خرچی واسراف اور نمود ونمائش کے نت نئے دروازے کھلتے چلے گئے جس کی ابتدا منگنی سے ہوتی ہے۔ جب مردوں اور عورتوں کا ایک قافلہ لڑکی کو دیکھنے کے لیے آتا ہے اس موقع پر لڑکی والے نیک امید کے ساتھ زیادہ سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ لڑکی پسند آ گئی تو ٹھیک ورنہ یہ قافلہ واپس ہوجاتا ہے۔ لڑکی والوں کے یہاں سے ایک لالچی گروہ جاتا ہے تو دوسرا حاضر ہوجاتا ہے ،اس طرح لڑکی والوں کا اتنا خرچ ہوجاتا ہے کہ اگر سنت کے مطابق شادی ہو تو کئی لڑکیوں کی شادی ہوجائے ،لڑکا اور لڑکی کی پسندیدگی کے بعد رسومات کی ادائیگی ہوتی ہے پھر یہ بات طے پاتی ہے کہ ہمارے لائق فرزند کو تلک کتنا دیں گے اور جہیز میں کیا کیا دیں گے؟ یا جوڑے اور گھوڑے کے لیے کتنی رقم دیں گے؟ اور کبھی لڑکی والوں ہی کی طرف سے تلک اور

---

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۸۲

جہیز کی پیش کش ہوتی ہے اور ان کو سبز خواب دکھا کر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، تلک اور جہیز کے بعد یہ بات بھی طے پاتی ہے کہ ہم اتنے لوگوں کے ساتھ آئیں گے اور ان کو فلاں فلاں چیزیں کھلانی ہوں گی اور ان کے ٹھہرنے کا بہتر سے بہتر نظم کرنا ہوگا۔ ان کو اس بات کی قطعاً فکر نہیں ہوتی کہ لڑکی والے آخر ان لوازمات کا نظم کیسے کریں گے۔ لڑکے والے لڑکی والوں سے نقد رقم لے کر اپنی تیاری میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اسکیم کے مطابق تیاری مکمل ہوتی ہے اور مقرر تاریخ پر نہایت ہی شان و شوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ بارات روانہ ہوتی ہے۔ اس شان وشوکت پر اپنے کیا برادروطن بھی ششدر رہ جاتے ہیں، گاڑیوں کی لمبی قطار، باراتیوں کی ایک بھیڑ، جس میں دوشیزاؤں اور حسیناؤں کی آمیزش، کیمرہ وفوٹو گرافی کی کثرت، بینڈ باجے، رقص وسرود کا یہ عالم کہ عقل حیران اور آنکھیں چکا چوندھ۔۔۔۔۔لڑکی والوں نے بڑی مشکل سے کئی سالوں میں جن روپیوں کو جمع کیا تھا اس کو لڑکے والوں نے چند دنوں میں ضائع وبرباد کر دیا۔ رخصتی کا وقت آیا تو سامانِ جہیز کی نمائش لگی اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ اس میں فلاں سامان عمدہ ہے تو فلاں کمزور۔ اس میں فلاں سامان نہیں ہے، اس کمپنی کے بجائے فلاں کمپنی کا یہ سامانِ ہوتا تو بہتر ہوتا وغیرہ کی صداؤں کے ساتھ جہیز گاڑیوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ جناب اب تک تو لڑکے کے والدین اور رشتہ داروں کی تمنائیں پوری ہوئی ہیں۔ اب دولہا میاں روٹھے ہیں۔ کھانا سامنے ہے لیکن کھانا نہیں کھا رہے ہیں آخر وجہ کیا؟ طبیعت تو خراب نہیں، پیٹ میں درد تو نہیں۔۔۔۔۔نہیں صاحب ان کو فلاں گھڑی یا فلاں سامان چاہیے۔

ان تمام مراحل کے درمیان نہیں معلوم کتنے رواج و رسم ہیں جن کو نکاح کا لازمی حصہ بنایا گیا ہے۔ اس تقریب میں فضول خرچی اپنے عروج پر ہوتی ہے جو سراسر شیطانی فعل ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں میں اسراف کی جو وبا آئی ہوئی ہے شادیوں اور دیگر تقریبات میں جس طرح اسراف وتبذیر جاری ہے غیر اسلامی رسومات کی پابندی کی جارہی ہے وہ کسی بھی

قوم وملت کے لیے تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہے، جس قوم کے لاکھوں لوگ نان جو کے محتاج ہوں اور ستر پوشی کے لباس سے عاری ہوں اہل ثروت اللہ کی عطا کردہ دولت کا بے جا استعمال کررہے ہوں ایسی صورت میں اس قوم کے مستقبل کا کیا ہوگا''۔(۱)

ہندوپاک کے مختلف خطوں میں مختلف رسومات کا رواج ہے، ہرایک کی نشاندہی کرنا مشکل ہے، لیکن منگنی، تلک، جہیز اور گھوڑا جوڑا کا رواج وچلن تو اکثر خطوں میں ہے۔

منگنی:

موجودہ منگنی کی رسم جو فضول خرچی اور خرافات سے آراستہ ہوتی ہے یہ شریعت کے مزاج ومنشا سے متصادم ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ شریعت اسلامیہ نکاح کی غرض سے لڑکی کو دیکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل**'' (۲) ''یعنی جب تم میں سے کوئی کسی عورت کے یہاں نکاح کا پیغام بھیجے تو جو چیز اس کے نکاح کی داعی بنی ہے اس کو دیکھ سکے تو دیکھ لے''۔

معلوم ہوا کہ نکاح کی غرض سے نکاح کرنے والا غیر محسوس طور پر یا لڑکی کے اولیاء کی اجازت سے لڑکی کو دیکھ لے اسی طرح اپنے گھر کی عورتوں یا کسی اور مرد یا عورت کے ذریعہ اپنی ہونے والی بیوی کو منتخب کرلے۔ بہتر یہ ہے کہ بلا اظہار نکاح لڑکی کو دیکھ لے تاکہ انکار کی صورت میں لڑکی یا اس کے گھر والوں کو دلی صدمہ اور ذلت ورسوائی نہ ہو اور دوسری جگہ شادی میں دقت نہ ہو۔ لڑکی پسند آجائے تو پیغام نکاح بھیج دے۔ اگر لڑکی کے اولیاء اس پیغام کو قبول کرلیں تو دونوں کے اولیاء اور رشتہ دار مسجد میں جمع ہوں اور خطبہ مسنونہ کے بعد دو بالغ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیا جائے اور شب زفاف کے بعد حسب سہولت وطاقت ولیمہ کا اہتمام کرلیا جائے، بس یہی ہے اسلام کا طریق نکاح۔

---

(۱) تعمیر حیات ۲۵ مارچ ۲۰۰۱ء۔ کتب خانہ رشیدیہ، دہلی
(۲) ابوداؤد حدیث ۲۰۸۳۔ ج ۲ ص ۲۳۵۔ دارالحدیث، القاہرہ۔ مشکوۃ ج ۲ ص ۲۶۸

برات :

موجودہ دور کی بارات کے لیے بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے جس میں فضول خرچی، بے پردگی و بے حیائی عام بات ہوگئی ہے، بارات میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں، منچلے نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں اور معصوم بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں، عشقیہ نغموں کی کیسٹیں اور کیمرے بھی ساتھ ہوتے ہیں، کبھی سفر چند فاصلوں کا ہوتا ہے تو کبھی دوسرے دیہات اور شہر کا بھی ہوتا ہے، اس سفر میں جو بے پردگی و بے حیائی ہوتی ہے اس کا اندازہ آپ خود کر لیجئے، معاملہ یہیں ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ مستقبل کی بہت ساری برائیوں کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے دوسری جانب لڑکی والوں کو ان کے پُر تکلف کھانوں اور رہائش کے نظم میں بیحد دشواری و پریشانی ہوتی ہے، اسلام ان تمام تکلفات کا متحمل نہیں ہے۔

تلک اور جهیز

تلک اور جہیز محض ایک رسم ہے ورنہ اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے مسلمانوں میں اس رسم کے آجانے کی وجہ سے متاخرین فقہاء کے فتاوی میں جہیز کے سلسلے میں چند ضروری احکامات ملتے ہیں ورنہ قرآن و حدیث اور متقدمین فقہاء کی کتابوں میں باب الجہیز کے عنوان سے کوئی باب نہیں ہے۔

ایک دور تھا کہ ہندستان میں لڑکی کے اولیاء مہر کی رقم کے علاوہ متعین رقم، ہونے والے داماد سے لیتے تھے، اس کے بعد اپنی لڑکی کو رخصت کرتے تھے۔ یہ رواج ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی رائج تھا، اس رقم کو ہمارے فقہاء نے مال حرام اور اس کی واپسی کا فتوی دیا تھا۔ ابن عابدین شامی اپنی شہرہ آفاق کتاب ردالمختار میں رقم طراز ہیں۔

" من السحت ما ياخذ المهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به''(۱)

---

(۱) ردالمختار ج۵ص۲۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت

یعنی حرام مال وہ بھی ہے جو خسر اپنے داماد سے اپنی لڑکی کی وجہ سے لیتا ہے، چاہے دینے والے نے بظاہر خوش دلی سے دیا ہو۔ اگر طلب پر دیا تھا تو داماد اس کو واپس لے سکتا ہے۔

جب لڑکی کے اولیاء کا داماد سے کسی طرح کا مطالبہ ناجائز ہے تو لڑکے یا اسکے اولیاء کا لڑکی یا اس کے اولیاء سے تلک اور جہیز کا مطالبہ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ تلک رشوت اور حرام ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

لڑکا یا اس کے والدین کی جانب سے لڑکی یا اس کے اولیاء سے سامانِ جہیز کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے لڑکی یا اس کے اولیاء کی جانب سے جو کچھ دیا جائے گا وہ رشوت ہوگا جس کی واپسی ضروری ہوگی۔

ابن حزم اندلسی اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں:

''عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں کہ وہ خاوند کے پاس جہیز لائے، نہ ہی اس کی مہر رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے اور نہ ہی اس کے دوسرے اموال سے کل مہر اس کی ملکیت ہے اس میں جو چاہے کرے، شوہر کو اس میں کسی قسم کے دخل دینے کا حق نہیں۔ یہ قول امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور ابو سلیمانؒ وغیرہ کا ہے(۱)

اسلامک فقہ اکیڈمی کے تیرہویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۳ تا ۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء بمقام جامعہ سید احمد شہید کٹولی، ملیح آباد میں مروجہ جہیز کے موضوع پر ملک بھر سے آئے تمام مکاتب فکر کے ایک سو سے زائد ممتاز علماء و مفتیان کرام نے اپنے دستخط کے ساتھ مندرجہ ذیل فیصلہ کیا:

''اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ اجلاس اس صورت حال پر اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ آج ہماری عائلی زندگی میں لڑکوں کی خرید و فروخت کا مزاج ہو گیا ہے اور انہیں مال تجارت بنالیا گیا ہے، کبھی لڑکوں کی طرف سے، کبھی ان کے والدین اور اقرباء کی طرف سے اور کبھی خود لڑکی والوں کی طرف سے نہ صرف یہ کہ قیمت لگائی جاتی

---

(۱) المحلی لابن حزم اندلسی ج۹ ص۱۰۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت

ہے بلکہ بھاؤ تاؤ کیے جاتے ہیں۔اورکون زیادہ سے زیادہ دے گا اس کی تلاش کی جاتی ہے، شرعاً نکاح میں لڑکی والوں سے کچھ لینا وہ چاہے تلک کے نام پر ہو یا گھوڑے وجوڑے کے نام پر ہو، یا مروج قیمتی جہیز کے نام پر ہو جائز نہیں۔شریعت نے " **احل لکم ماوراء ذلک ان تبتغوا باموالکم** " کے حکم ربانی کے ذریعہ مردوں پر نکاح میں مال خرچ کرنے کی ذمہ داری عائد کی ہے۔آج ہم نے اس حقیقت کو بدل ڈالا ہے اورعورتوں کو نکاح کے لیے مال خرچ کرنا پڑتا ہے، کبھی صریح مطالبہ ہوتا ہے اور کبھی عادت اورعرف ورواج کے تحت یہ ہوتا ہے، یہ ساری صورت حال چاہے اس طرح کا مال لینا ہو یا پیشکش کرنا ہو، شرعاً جائز ودرست نہیں ہے۔

اکیڈمی کا یہ اجلاس تمام مسلمانان ہند کو اس طرح متوجہ کرتا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کو ان خطوط پر متوجہ کریں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تجویز کیا ہے، اور شادیوں کو ہر طرح سادہ رکھیں اور ارشاد نبوی ﷺ " **اعظم النکاح برکة أیسره مؤونة** "(۱) "کے مطابق بغیر جبر ودباؤ اور فرمائش ومطالبہ نیز اسراف وتبذیر کے، بطریق سنت نبویہ انجام دیں"۔

آج پورا ہندوستان تلک اور جہیز کی آگ میں جل رہا ہے اس کی وجہ سے بے شمار عورتیں جل کر خاکستر ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

ہندوستان کی ایک تنظیم "عوامی یونین برائے جمہوری حقوق" کے مطابق آزاد ہندوستان میں گزشتہ چالیس سال کے دوران ۲۷ ہزار نوجوان عورتیں جہیز کے جھگڑوں کی وجہ سے جلا کر مار ڈالی گئی ہیں۔(۲)

سرکاری اعداد وشمار جو مختلف اجلاسوں میں پارلیامنٹ کے سامنے جہیز پر بھینٹ چڑھنے والی دلہنوں کے بارے پیش کیے گئے اور جو اعداد وشمار نیشنل کرائم برانچ بیورو نے فراہم کیے ہیں ان کے مطابق ۱۹۷۵ء تا ۱۹۹۴ء (۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲ء کو چھوڑ

---

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۸۲

(۲) نقیب، پھلواری شریف، پٹنہ ۱۶/جنوری ۱۹۸۹ء

کر)۲۹۷۶۹ (انتیس ہزار سات سوانہتر) عورتیں جہیز کی وجہ سے مارڈالی گئی ہیں۔(۱)

مذکورہ بالا اعداد وشمار وہ ہیں جن کی اطلاع پولیس محکمہ اور خفیہ ایجنسی کو ہوگئی لیکن ان کے علاوہ کتنی ہلاک ہونے والی عورتیں ایسی ہیں جن کی ہلاکت کا علم دور دراز ہونے کی وجہ سے سرکاری عملہ کونہیں ہوسکا یا ہونے نہیں دیا گیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلاک ہونے والی زیادہ تر عورتیں ہندومت سے تعلق رکھتی ہیں لیکن جس تیزی سے جہیزی اموات کے واقعات پیش آرہے ہیں اس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشرہ کا وہ خطہ جواب تک اس لعنت سے محفوظ ہے وہ بھی اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔

الغرض مروجہ تلک اور جہیز شرعاً ناجائز ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے، تلک اور جہیز کی صورت میں ملنے والے روپے اور سامان ،حرام مال ہیں ،حرام مال استعمال کرنے والے پر جنت حرام ہے اور ایسے مال و دولت کے جلد ختم ہوجانے کا مشاہدہ ہر ذی شعور کی آنکھیں کرتی رہتی ہیں۔

تلک (نقد رقم) جولڑکے والے کو بلا کسی محنت ومشقت کے حاصل ہوجاتا ہے، اس لیے وہ دریادلی اور سخاوت سے کام لیتے ہوئے چند دنوں میں ختم کردیتے ہیں اور وہ دوسرے کی دولت سے ایسی شان وشوکت ،فضول خرچی ، اسراف اور نمود ونمائش کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اس پر اپنے ہی نہیں بلکہ برادران وطن بھی ششدر رہ جاتے ہیں،

لڑکی والے اپنی ضروریات محدود کرکے یا اپنی کوئی قیمتی دولت فروخت کرکے یا گروی رکھ کر یا حرام دولت حاصل کرکے ایک ایک سامان جمع کرتے ہیں اور کبھی مطالبہ وفرمائش اور کبھی تو عرف ورواج کی وجہ سے انہیں ایسے سامان کو بھی خریدنا پڑتا ہے جس کی بہت کم ضرورت پیش آتی ہے یا وہ صرف کمرہ کی زینت وزیبائش کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ اسلام غیر ضروری اور لاحاصل سامان خریدنے کو فضول خرچی قرار دیتا ہے اور فضول خرچی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہے، اگر چہ اضطراری حالت میں لڑکی کے اولیاء کا تلک اور سامان جہیز دینا جائز ہے ،لیکن تلک اور جہیز کا لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، اس لیے لڑکے اور اس

---

(۱) تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی دوسری کتاب ''جہیز ایک ناسور''

کے اولیاء سے اس گناہ ومعصیت اور دوسرے کو گناہ پر مجبور کرنے کی بابت قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

ولیمہ

ولیمہ سنت ہے، حضورا کرم ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تو بکری کے گوشت سے ولیمہ فرمایا۔حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ " **ما اولم النبی ﷺ علی شئ من نسائه ما اولم علی زینب اولم بشاة**" (۱) جبکہ دوسری زوجہ سے نکاح کے بعد دو مد جو سے ولیمہ فرمایا۔حضرت صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں " **اولم النبی ﷺ بعض نسائه بمدین من شعیر**" (۲)

اس لیے ولیمہ وہی سنت ہے جس کا اہتمام بآسانی کیا جا سکے۔ولیمہ میں فضول خرچی اور نمود ونمائش ناپسندیدہ عمل ہے، ولیمہ کا مقصد نکاح کی تشہیر اور خوشی ومسرت میں اعزاء واقارب اور دوست واحباب کو شریک کرنا ہے لیکن اس قدر خرچ کرنا کہ بعد میں افسوس وندامت ہو یا قرض کی نوبت آ جائے اور خوشی کا ماحول چند دنوں کے بعد غم و اندوہ میں بدل جائے اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

عقیقہ

عقیقہ اکثر فقہاء کے نزدیک مسنون ہے۔ بچہ کی پیدائش کی خوشی میں اپنے رشتہ داروں اور فقراء ومساکین کو شریک کرنا ہے۔زن وشو کی پاکیزہ ملاقات کی تشہیر کے لیے ولیمہ ہے تو پاکیزہ نسب کے اعلان کے لیے عقیقہ ہے۔ اور یہ دونوں زنا اور ناجائز اولاد کی روک تھام کی عملی کوشش ہے، اس تقریب میں بھی سادگی اختیار کرتے ہوئے لڑکی کی پیدائش پر صرف ایک بکری اور لڑکے کی پیدائش پر دو بکریوں کے ذبح پر اکتفا کرنا چاہیے۔

---

(۱) بخاری ج۳ص۲۵۵، دارالمعرفہ، بیروت
(۲) بخاری ج۳ص۲۵۵، دارالمعرفہ، بیروت

ختنہ

ختنہ سنت ہے ، لیکن اس میں کسی خصوصی اہتمام کی ضرورت نہیں ۔بعض گھرانوں میں اس سنت کی ادائیگی میں خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اور غیر شرعی رسومات کی ادائیگی عمل میں آتی ہے ، معاملہ فضول خرچی تک جا پہنچتا ہے اس سے بچنے کی اشد ضرورت ہے ۔اسی طرح بعض لوگ اپنے بچے کا ختنہ ۷رمحرم کو علم کے نیچے کرتے ہیں یہ بدعت ہے،اس سے خود بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی ضرورت ہے ۔

ناک کان کی چھدائی پر دعوتوں کا اہتمام اور رسومات کی ادائیگی بھی غیر شرعی عمل ہے، اس میں بھی خرچ کرنا فضول خرچی واسراف ہے ۔بعض مقامات پر بچے کے وزن کے برابر ناریل مصری وغیرہ صدقہ وخیرات کرنے کا رواج ہے شریعت میں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے ۔ یہ بدعت ہے اور اس میں خرچ کرنا فضول خرچی ہے لہذا اس سے خود بچتے ہوئے دوسروں کو بھی بچانا چاہیے ۔

برتھ ڈے اور اپریل فول:

برتھ ڈے اور اپریل فول منانے کا چلن ورواج مسلمانوں کی سوسائٹی میں عام ہوتا جارہا ہے یہ دونوں مغربی تہذیب کا تحفہ ہے ۔اور اسلامی شریعت کے مزاج ومنشا سے متصادم ہے ۔اس سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی اشد ضرورت ہے ۔اس میں ایک روپیہ بھی خرچ کرنا فضول خرچی ہے ۔اس طرح ہر وہ تہوار اور تقریب جس کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے ہو یا مغربی تہذیب کی علامت ونشانی ہو اس میں شریک ہونا یا خود اس کا اہتمام کرنا گناہ اور اس میں ایک روپیہ بھی خرچ کرنا فضول خرچی ہے اللہ کے یہاں اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا ۔ان ہی میں سے ایک ویلنٹائن ڈے بھی ہے ۔

ویلنٹائن ڈے :

اس کی تاریخ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اب سے کوئی ڈیڑھ ہزار سال قبل ویلنٹائن نام کے ایک عیسائی بزرگوار تھے ،کلیسا کے سربراہ اور مذہبی پیشوا ہونے کے باوجود کسی

عورت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تھے جس میں انہیں سزائے موت دے دی گئی تھی ۔ ابتدائی برسوں میں ان کی برسی پر کوئی مذہبی تقریب ہوا کرتی تھی مگر بعد میں وہ عشق ومحبت کی علامت اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے آئیڈیل بن گئے (۱)

آج پوری دنیا میں عشق ومحبت کی علامت کے طور پر خصوصی اہتمام کے ساتھ ویلنٹائن ڈے کا استقبال کیا جاتا ہے۔اس کی تشہیر میں ذرائع ابلاغ کی کارکردگی ''قابل داد ولائق ستائش '' ہوتی ہے۔ اس دن زنا اور بے پردگی و بے حیائی کا ایسا ماحول بن جاتا ہے جس میں ہر مذہب کے نوجوان اپنی مذہبی تعلیمات سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں ۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ساری حد بندیوں کو توڑ کر زنا اور منکرات وفواحش میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔

ان حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داری دوہری ہو جاتی ہے کہ وہ خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں ۔الحمد للہ تھوڑے ہی سہی لیکن ایسے نوجوان بھی ہیں جنہوں نے اس کی شدید مخالفت کی ۔ ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے بھی بعض مقامات پر اسکے خلاف احتجاج کیا۔لیکن نوجوانوں کی اکثریت نے اس کو جوش و جذبہ اور امنگ و ولولہ کے ساتھ منایا ۔ ہمارے مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھلا کسی سے پیچھے کیوں رہتے ۔انہوں نے بھی جہاں اپنے قیمتی اوقات اور دولت ۔ جو اللہ کی امانت ہے ۔کو بے دریغ خرچ کیا اور بدلہ میں گناہ کبیرہ اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی ناراضگی حاصل کی ۔ یہ ایسا عمل ہے جو عذاب الٰہی کو دعوت دینے والا ہے ۔ ہر مسلمان کو اس سے خود بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی سعی کرنی چاہیے ۔ اور جو لوگ اس کے انعقاد پر مصر ہوں ان کا بھی سوشل بائیکاٹ کیا جانا چاہیے۔

اللہ ہمیں اپنی تمام تقریبات اور زندگی کے تمام معاملات میں فضول خرچی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ۔(آمین)

☆

---

(۱) سہ روزہ دعوت ۲۲ر فروری ۲۰۰۰ء

بین المذاہب شادیاں اور اسلام

اسلام توحید کا علمبردار ہے، وہ شرک و بدعات، کفر و نفاق، دہریت و لامذہبیت کے لیے سم قاتل ہے وہ ایک ایسے پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے، جن میں ان چیزوں کی گنجائش نہ ہو، زوجین کے ذریعہ یہ دنیا آباد و معمور ہے، زوجین کی نیکی و صلاح سے پاکیزہ نسل وجود میں آتی ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے اخلاق و کردار، صلاح وتقوی، تدبر وتحمل، دیانت وعقلمندی اور فکر ونظر سے متاثر ہوتے ہیں، اور لاشعوری طور پر ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دیندار عورت کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے، اور ایسی تمام عورتوں سے جو کفر و نفاق اور دہریت ولامذہبیت سے دوچار ہیں ان سے شادی نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

”لا يحل للمسلم الزواج بالمرأة المشركة وهى التى تعبد مع الله الهاً غيره كالأصنام أو الكواكب أو النار أو الحيوان، ومثلها المرأة الملحدة أو المادية: وهى التى تومن بالمادة الهاً، و تنكر وجود الله و لا تعترف بالاديان السماوية، مثلا الشيوعية او الوجودية و البهائية و القاديانية و ذلک لقوله تعالیٰ ولا تنكحوا المشركات حتى يومن و لأمة مومنة خير من مشركة و لو اعجبتكم“ (۱)

ترجمہ:۔ ”مسلمان مرد کا نکاح مشرک عورت سے حلال نہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۷ ص ۱۵۱۔ دار الفکر، بیروت

معبود جیسے بتان باطل، ستارے یا آگ یا جانور کی عبادت کرتی ہو، اسی طرح ملحدہ و مادہ پرست عورت سے جو مادہ ہی کو معبود مانتی ہو، اور اللہ کے وجود کا انکار کرتی ہو، اور آسمانی مذاہب کی معترف نہ ہو، مثلاً کمیونزم، وجودیت، بہائیت اور قادیانیت، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی (کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو''۔ البتہ کتابیہ (یہودی اور عیسائی) عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

" اليوم أحل لكم الطيبٰت ، و طعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم و طعامكم حل لهم،و المحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم اذا آتيتموهن اجورهن محصنين غير مسافحين و لا متخذى اخدان ." (۱)

''آج تمہارے لیے حلال چیزیں حلال رکھی گئیں اور جو کتاب دیئے گئے ہیں ان کا کھانا (یعنی ذبیحہ) تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا (یعنی ذبیحہ) ان کو حلال ہے۔ اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں، جبکہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو، اس طرح کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو''۔

کتابیہ سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا ایمان پچھلی آسمانی کتابوں پر ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؒ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت حذیفہؓ، اور تابعین میں سے سعید بن مسیّبؒ، سعید بن جبیرؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ، طاؤسؒ، عکرمہؒ، شعبیؒ، ضحاک اور مصری فقہاء اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے جواز کے قائل ہیں۔ (۲) جبکہ ہمارے اسلاف میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے، جنہوں نے اہل کتاب کی

(۱) سورۃ المائدۃ آیت ۵ حضرت عثمان غنیؓ نے ''نائلہ بنت الفرافضۃ'' نامی عیسائی عورت سے نکاح کیا جو بعد میں مسلمان ہو گئیں تھیں، حضرت طلحہؓ نے شام کی ایک یہودی عورت سے نکاح کیا۔
(۲) فقہ السنۃ السید سابق ج ۲ ص ۹۴۔ دار الکتاب العربی، بیروت۔

عورتوں سے نکاح کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے،حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودی عورت سے شادی کی تو حضرت عمر نے طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔(۱) حضرت ابن عمرؓ سے عیسائی یا یہودی عورت سے شادی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، ''**حرم الله المشركات على المؤمنين ، ولا اعرف شيئا من الاشراك اعظم من ان تقول المرأة ربها عيسى او عبد من عباد الله**''(۲)اللہ نے مومنین کا نکاح مشرک عورتوں سے حرام قرار دیا، مجھے نہیں معلوم کہ اس سے بڑھ کر کیا شرک کی بات ہوگی کہ عورت عیسیٰؑ کو اپنا رب کہے یا اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ۔

ہمارے فقہا کرام نے تمام روایات وآثار پر تدبر وتفکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے۔

۱۔ دارالاسلام میں رہنے والی کتابیہ عورت سے شادی کرنا مکروہ تنزیہی ہے،

۲۔ دارالحرب میں رہنے والی کتابیہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، بہتر یہ ہے کہ ان سے شادی نہ کی جائے۔

۳۔ وہ کتابیہ عورت جو دہریہ اور اباحیت پسند ہے، اس سے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ وہ عورتیں جو اسلام سے مرتد ہوکر یہودی اور عیسائی بن گئیں ہوں ان سے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔(۳)

حنفیہ کے نزدیک ہر ایسی عورت جو کسی آسمانی مذہب پر ایمان لاتی ہو اور اس کے پاس اللہ کے نازل کردہ صحیفہ حضرت ابراہیمؑ ،صحیفۂ حضرت شیثؑ ،صحیفۂ داؤد موجود ہو، اس سے شادی کرنا اور اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے، جب تک شرکیہ اعمال میں ملوث نہ ہو لیکن شافعیہ اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ کے نزدیک اس سے شادی کرنا اور اس کے ذبیحہ کھانا حرام ہے۔

ذهبت الأحناف الى ان كل من يعتقد دينا سماوياً، وله كتاب

---

(۱)فقہ السنۃ ج۲ص۹۵

(۲)فقہ السنۃ ج۲ص۹۴

(۳)حلال وحرام ازمولانا خالدسیف اللہ رحمانی ص۲۸۹۔نیز ملاحظہ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' جلد۷ص۱۵۴

منزل، کصحف ابراهیم ، وشیث وزبور داؤد علیهم السلام ، یصح الزواج منهم وأکل ذبائحهم مالم یشرکوا ، وهو وجه فی المذاهب الحنابلة لأنهم یمسکوا بکتاب من کتاب الله فأشبهوا الیهود أو النصاریٰ .

ومذهب الشافعیة ، ووجه عند الحنابلة أنه لا تحل مناکحتهم ولا تؤکل ذبائحهم لقول الله تعالیٰ :أن تقولوا انّما أنزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا . (۱)

ایک بات جس کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمان عورت کی شادی صرف مسلمان مرد سے ہوسکتی ہے، ان کا نکاح کافر ومشرک، قادیانی وبہائی، یہودی اور عیسائی مرد سے نہیں ہوسکتا۔

" اجمع العلماء علی انه لا یحل للمسلمة ان تتزوج غیر المسلم سواء أ کان مشرکا أو من اهل الکتاب ، ودلیل ذلک ان الله تعالیٰ قال : یآیها الذین آمنوا اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن ، الله اعلم بایمانهن، فان علمتموهن مؤمنٰت فلا ترجعوهن الی الکفار، لا هن حل لهم ولا هم یحلون لهن "(الممتحنة: ۱۰)(۲)

ترجمہ:۔ ''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمان عورت کی شادی غیر مسلم سے جائز نہیں ہے خواہ مشرک یا اہل کتاب ہو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ''اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کرکے آئیں تو تم ان کا امتحان کرلیا کرو ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کافروں کی طرف سے واپس مت کرو کیونکہ نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لیے حلال ہیں''.

موجودہ دور میں یہودیوں کی مختلف تنظیمیں اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو دین

---

(۱) فقہ السنۃ ج۲ ص ۹۸

(۲) فقہ السنۃ ج۲ ص ۱۹۸ اور ملاحظہ ہو الفقہ الاسلامی وادلتہ ج۲ ص ۱۵۲

اسلام سے ہٹانے اور دنیاوی نقصانات پہونچانے کے لیے عورتوں کو آلہ کار بنا رہی ہیں ...اسی طرح قادیانی اور عیسائی مبلغین اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر بڑے پیمانے پر حسین وجمیل دوشیزاؤں کا سہارا لے رہے ہیں، ان حالات میں یہودی اور عیسائی عورتوں سے شادی کرنا دونوں جہاں کی تباہی مول لینے کے مترادف ہوگا چنانچہ ان سے شادی نہ کرنے میں دونوں جہاں کی بھلائی وکامیابی ہے‘‘

تاخیر سے شادی کے نقصانات

اسلام میں نکاح جائز ہی نہیں ، بلکہ مستحسن ہے، رہبانیت مذموم ہے،تو نکاح عبادت ہے،نکاح حضور اکرم ﷺ اور تمام انبیاءکرام کی سنت ہے۔

﴿و لقد أرسلنا رسلا من قبلک و جعلنا لھم ازواجاً و ذریة﴾(۱)

''اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے''۔حضرت عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''خمسة من سنن المرسلین الحیاء و الحلم و الحجامة و التعطر والنکاح ''. (۲) ''پانچ چیزیں انبیاءکرام کی سنتوں میں سے ہے۔حیا، بردباری، حجامت،خوشبواور نکاح''۔

صالح اور نیکوکار بندوں نے نیک و صالح بیوی اور اولاد کے لیے دعا کی ہے،جیسا کہ ارشادربانی سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرة أعین﴾(۳)

ترجمہ:۔ ''اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما''۔

۱۔ سورہ رعد ۳۸
۲۔ مجمع الزوائدج ۴ص ۲۵۳
۳۔ سورہ فرقان آیت ۷۴

شادی شدہ ایک ایسے سکون واطمینان اورمحبت والفت سے ہمکنار ہوتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے میسرنہیں ہوسکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة، ان فی ذلک لأیات لقوم یتفکرون﴾(۱)

ترجمہ:۔ ''اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کوان کے پاس آرام ملے اورتم میاں بیوی میں محبت والفت پیدا کی اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جوفکر سے کام لیتے ہیں''۔

نسل انسانی کی بقا اور افزائش وفروغ کا پاکیزہ ذریعہ نکاح ہے، حضرت محمد ﷺ نے زیادہ بچہ جننے والی عورتوں سے نکاح کی ترغیب دی ہے، ارشادنبوی ہے۔

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم(۲) ''تم زیادہ بچہ جننے والی اورزیادہ محبت کرنیوالی عورت سے شادی کروتاکہ میں تمہاری وجہ سے اورامتوں پرفخر کروں''۔

حضرت عثمان بن مظعون نے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا، حضرت سعد بن وقاص روایت کرتے ہیں کہ:

''**رد رسول الله ﷺ علی عثمان بن مظعون التبتل و لو اذن له لاختصینا**''(۳)۔

ترجمہ:۔ ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کوخصی ہونے سے منع فرمادیا اوراگران کواجازت مل جاتی تو ہم ضرورخصی ہوجاتے''۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے ان تمام طریقوں کو ناجائز قرار دیا ہے، جن سے آدمی دائمی طورپرنکاح کے قابل نہیں رہتا۔

جوشخص حق زوجیت، طعام، پوشاک اور رہائش کانظم کرسکتا ہو اس کوشادی

۱۔ سورہ روم آیت ۲۱
۲۔ سنن ابی داؤد: ج ۲ ص ۲۲۷
۲۔ ترمذی ج ۳ ص ۳۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت

کر لینی چاہیے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"من کا ن موسراً لان ینکح و ثم لم ینکح فلیس منی "(۱)

جو کوئی شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسکو نکاح کر لینا چاہئے، اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

نکاح سے آدھے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے" **اذا تزوج العبد فقد استکمل بنصف الایمان ، فلیتق الله فی النصف الباقی** "(۲) جب آدمی نے شادی کر لی تو اسکا نصف ایمان مکمل ہو گیا اب بقیہ حصہ میں اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

لیکن جو شخص نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

"**یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء**" (۳)"اے نوجوانوں کی جماعت! جو کوئی تم میں سے نکاح کی استطاعت رکھے اس کو نکاح کر لینا چاہیے اور اگر نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، بیشک یہ اس کے لیے ڈھال ہے"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو حضور اکرم ﷺ کی عبادتوں کا حال سن کر اپنی عبادت تھوڑی معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے ہمارا کیا موازنہ ہو سکتا ہے، جبکہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں (پھر بھی اس قدر عبادت فرماتے ہیں) اس پر ان میں سے کسی نے کہا میں ہمیشہ رات بھر عبادت کروں گا، کسی نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کسی نے کہا کبھی نکاح نہیں کروں گا، جب حضور اکرم ﷺ کو ان کے ارادوں کا علم ہوا تو انکے پاس آئے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے، خدا کی قسم "**انی لاخشاکم لله و اتقا کم له لکنی**

۱۔ مجمع الزوائد ج۴ص۲۵۲ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر واسنادہ مرسل حسن)
۲۔ البیھقی۔الترغیب والترھیب ج۳ص۴۲/کنز العمال ج۱۶ص۲۷۱
۳۔ صحیح البخاری ج۳ص۲۳۸

اصوم و افطر و اصلی و ارقد و اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی" (۱)''یعنی میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تقوی اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔

عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا:

''**یا أخی لاتفعل، تزوج فان ولد کانوا لک اجراً و ان عاشوا دعوا الله لک** (۲)''اے میرے بھائی! تم ایسا مت کرو شادی کرلو، اگر اولاد ہوئی تو وہ تمہارے لیے باعث اجر ہوگی، اور اگر زندہ رہے تو وہ تمہارے لیے دعا کرے گی''۔

استطاعت ہونے کے باوجود نکاح نہ کرنے والوں کو حضور اکرم ﷺ نے شیطان کا بھائی کہا ہے، اور فرمایا ہے کہ ہماری سنت نکاح ہے، تم میں سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو بے نکاح ہوں اور تمہارے مردوں میں سب سے رذیل وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے۔

عن ابی ذر رضی الله عنه قال: دخل علی رسول الله ﷺ رجل یقال له عکاف بن بشیر التمیمی فقال له النبی ﷺ یا عکاف هل لک زوجة؟ قال : لا، قال انت موسر بخیر؟ قال: انا موسر بخیر، قال انت اذن عن اخوان الشیاطین لو کنت فی النصاریٰ کنت من رهبانهم، ان سنتنا النکاح ، شرارکم عزابکم ، واراذل موتاکم عزابکم ، أبالشیطان تمرسون، ما للشیطان من سلاح ابلغ فی الصالحین من النساء الا المتزوجون،اولئک المطهرون المبرء ون من الخنا، ویحک یا عکاف

۱۔ صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۳۸ (عن انس بن مالک)
۲۔ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۹۱

انهن صواحب ایوب و داؤد و یوسف .... ویحک یا عکاف تزوج و الا فأنت من المذبذبین قال زوجنی یا رسول الله قال: قد زوجتک کریمة بنت کلثوم الحمیری(۱)

''ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عکاف بن بشیر تمیمی نامی ایک شخص آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا یا عفاف کیا تمہاری زوجہ ہے؟ کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم صاحب وسعت ہو یا نہیں؟ کہا: صاحب وسعت ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم شیاطین کے بھائی ہو، اگر تم عیسائی ہوتے تو ان کے راہب ہوتے، ہمای سنت نکاح کرنا ہے، تم میں بدترین آدمی وہ ہے جو بے نکاح ہو، اور تمہارے مردوں میں زیادہ ذلیل وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے، کیا تم شیطان کے ساتھ مصروف کار رہتے ہو، نیکوکاروں کے لیے شیطان کا بہترین مؤثر ہتھیار عورتیں ہیں، مگر شادی شدہ مومنین اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ لوگ پاک اور گناہ سے دور رہنے والے لوگ ہیں، اے عکاف عورتیں ایوب، داؤد اور یوسف کی بیویاں رہ چکی ہیں .... اے عکاف تم شادی کرلو، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میری شادی کردیجئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارا نکاح کریمہ بن کلثوم الحمیری سے کردیا''۔

نکاح ایک ایسی دولت و نعمت ہے، جس کے ذریعہ انسان کو سکون و اطمینان اور صحت و عافیت نصیب ہوتی ہے، اس کے اندر ایثار و قربانی، محبت و الفت، اجتماعی زندگی گزارنے اور مل جل کر رہنے کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، نکاح کے بے شمار فوائد ہیں، ایک مومن کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے ذریعہ اس کا نصف ایمان مکمل ہوجاتا ہے، ایمان ایسی بیش قیمت دولت ہے جس کا دنیا میں کوئی عوض و بدلہ نہیں ہوسکتا ہے اس کا بدلہ خدا کی خوشنودی اور جنت ہے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے والے مستقبل کے غلط اندیشے و تصورات کی وجہ سے شادی میں بلا وجہ تاخیر کے عادی ہوتے جارہے ہیں، انہیں بلا وجہ یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کو

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۴۔۱۶۳

کہاں سے کھلاؤں گا، بیوی کے لوازمات کہاں سے پورے کروں گا، نکاح کے بعد اس کی آزاد زندگی کا کیا ہوگا، ابھی تو اتنی دولت جمع کرنی ہے، کار و بنگلہ بھی ضرور ہونا چاہیے، ابھی ہم اس عہدہ پر ہیں، فلاں عہدہ پر تو فائز ہو جائیں تب شادی کا لطف ومزہ وغیرہ وغیرہ، حالانکہ جس خدا نے پیدا کیا ہے، اس کے ہی دائرہ اختیار میں رزق، عزت، دولت اور عہدہ ہے۔ مستقبل میں کیا ہوگا اس کی فکر وتردد اللہ پر بھروسہ و توکل کے خلاف ہے۔ اگر مومن تنگ دست بھی ہو تو بھی شادی کر لینی چاہیے، اللہ نے اپنے بندوں سے کہا تم شادی کرلو اس کی برکت سے تمہاری تنگ دستی دور ہو جائے گی۔ سورہ نور میں ہے:

﴿و أنكحو الايامىٰ منكم و الصالحين من عبادكم و امائكم ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم﴾(۱)

ترجمہ:۔ ''تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اسی طرح تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اس نکاح کے لائق ہوں اس کا بھی، اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے خدا تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا ہے، خوب جاننے والا ہے''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ثلاثة حق على الله عز وجل عونهم المكاتب الذى يريد الاداء و الناكح الذى يريد العفاف والمجاهد فى سبيل الله''(۲)

ترجمہ:۔ ''اللہ تعالیٰ تین شخصوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں، ایک مکاتب (جس نے اپنی رہائی کے لیے آقا سے کوئی معاہدہ کرلیا ہو) جو معاہدہ کے مطابق رقم ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، دوسرا نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کا ارادہ رکھتا ہو، اور تیسرا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہو''۔

۱۔ سورہ نور آیت ۳۲
۲۔ سنن النسائی ج ۳ ص ۶۱۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت

آپ ﷺ نے ایک ایسے صحابی کی شادی کردی جو مہر میں لوہے کی بھی انگوٹھی پیش نہیں کر سکے تو مہر میں چند سورتوں کا یاد کرادینا قرار پایا۔

عن سهل بن سعد الساعدی ؛ ان رسول الله ﷺ جاء ته امرأة فقالت: انی وهبت نفسی لک ، فقامت طویلاً فقال رجل یا رسول الله ! فزوجنیها، ان لم تکن بها حاجة ، فقال هل عندک من شیء تصدقها، فقال : ماعندی الا ازاری هذا ، فقال رسول الله ﷺ: ازارک ان اعطیتها جلست ولا ازارلک ، فالتمس شیئاً قال: ما اجد، قال: فالتمس و لو خاتما من حدید ، قال فالتمس فلم یجد شیئاً فقال رسول الله ﷺ هل معک من القرآن شیء؟ قال نعم سورة کذا و سورة کذا لسوَرٍ سماها، فقال رسول الله ﷺ زوجتکها بما معک من القرآن، قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح(۱)

''سہل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو آپ کے لیے ہبہ کردیا، وہ کافی دیر کھڑی رہی، (حضور نے کوئی جواب نہیں دیا تو) ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ اس سے میری شادی کرادیجئے اگر آپ کو اس سے نکاح کی ضرورت نہ ہو، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو تم بطور مہر کے ادا کرسکو؟ اس آدمی نے کہا میرے پاس سوائے اس ازار کے کچھ بھی نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس ازار کو دیدوگے تو تمہارے پاس پہننے کی کوئی چیز نہیں رہے گی تم دوسری چیز تلاش کرو اس نے کہا میں نے تلاش کیا مگر کوئی چیز نہیں پائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو، انہوں نے کہا میں نے تلاش کیا لیکن کوئی چیز نہیں پائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں قرآن کا کوئی حصہ یاد ہے کہا ہاں

۱۔ ترمذی ج ۳ ص ۴۲۲۔ بخاری ج ۵ ص ۱۹۵۶ مؤسسۃ علوم القرآن عجمان

فلاں فلاں سورت یاد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہاری شادی اس سے قرآن کی یاد کردہ سورتوں کے عوض میں کردی، ابوعیسی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

ابن حاتم نے حضرت ابوبکر صدیق سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم نکاح کرنے میں اللہ کے حکم کی تعمیل کرو تو اللہ نے جو وعدہ مالداری عطا کرنے کا کیا ہے، وہ پورا کریں گے پھر یہ آیت پڑھی ﴿ان یکونوا فقراء یغنیهم الله من فضله﴾ اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔(۱)

حضرت عمر فاروقؓ نکاح پر بہت زیادہ ابھارتے تھے، یہاں تک کہ تنگ دست مسلمانوں کو بھی شادی کی ترغیب دلاتے تھے، آپ فرماتے تھے ''ابتغوا الغنی فی الباء ة و تلا '' ﴿ان یکونوا فقراء یغنیهم الله من فضله﴾ یعنی شادی میں مالداری وغنی تلاش کرو اور مذکورہ آیت تلاوت فرماتے (۲)

جب آپ کسی غیر شادی شدہ کو دیکھتے تو اس کو شادی کی تلقین فرماتے تھے، آپ نے ابوالزوائد سے فرمایا (ما یمنعک عن النکاح الا عجز او فجور) (۳) ''یعنی کیا تم کو نفقہ وقوت باہ کی کمزوری یا گناہ نے شادی سے روک دیا ہے''۔

شادی کی تاخیر کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لڑکا یا اس کے اولیاء کو زیادہ سے زیادہ تلک اور جہیز کی لالچ وطلب ہوتی ہے، اس مقصد کی خاطر دیندار ووفا شعار اور امور خانہ داری سے واقف لڑکی کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں، لڑکی کے اولیاء بھی اپنے معیار سے بلند مقام کی تلاش میں لڑکی کو عمر رسیدہ بنا دیتے ہیں، وہ ایسا لڑکا تلاش کرتے ہیں جو دولت وثروت والا ہو یا کسی اہم عہدہ پر فائز ہو اس کے پاس کار و بنگلہ بھی ہو، اس گھر میں بیٹی کو زیادہ سے زیادہ آرام مل سکے، انہیں لڑکے کی دینداری اور حسن

۱۔ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۸۶ موَ
۲۔ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۸۷
۳۔ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۸۷

اخلاق کی فکرنہیں ہوتی ہے، ایسے تمام والدین کے لیے حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان عبرت وموعظت کے لیے کافی ہے۔

''**من ولد فليحسن اسمه و ادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ و لم يزوجه فاصاب فانما اثمه على ابيه**'' (۱) ''جس کو کوئی لڑکا یا لڑکی ہو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھا ادب سکھائے جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کردے، بلوغت کے بعد اگر اس نے اس کی شادی نہیں کی (اگر وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں) تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا''۔

اور حضرت انس بن مالک رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''**فى التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فاصاب اثما فاثم ذلک عليه**'' (۲) ''تورات میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے پھر وہ لڑکی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا''۔

شادی میں بلا وجہ تاخیر دونوں جہاں کے لیے نقصان کا باعث ہے اور شیطان کے مکر وفریب میں آجانے کا خطرہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اوائل عمر ہی میں نکاح کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''**ايما شاب تزوج فى حداثه سنة عج شيطانه يا ويله يا ويله عصم منى دينه**'' (۳) ''جس جوان نے اوائل عمر میں ہی نکاح کرلیا تو اس کا شیطان ہائے خرابی ہائے خرابی کی صدا بلند کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے اپنے دین کو بچالیا''۔

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۱ باب الولی فی النکاح واستیذان المرأۃ، کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۲۔ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۱
۳۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۵۳۔ کنز العمال ج ۱۶ ص ۲۷۶۔ حدیث نمبر ۴۴۴۴۱

حضرت علی بن ابوطالب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ثلاث لا یؤخرھا ، الصلوٰۃ اذا آتت، والجنازۃ اذا حضرت، و الایم اذا وجدت لھا کفو (۱) تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب تیار ہوجائے اور بے نکاحی عورت جب اس کے لیے مناسب خاوند مل جائے۔

الغرض نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، اس کے ذریعہ انسان زنا اور دیگر فواحش ومنکرات سے محفوظ ہوجاتا ہے اور وہ مختلف قسم کی برائیوں اور تفکرات وتصورات سے آزاد ہوجاتا ہے، اس کے ساتھ ہی محبت والفت، سکون واطمینان، راحت وآرام، ایثار وقربانی اور نسل انسانی کی افزائش وفروغ نکاح کے وہ نمایاں فوائد ہیں جن کا حصول دیگر ذرائع سے ممکن نہیں، جو صاحب استطاعت و وسعت ہوں تو ان کو جلد ہی شادی کرلینی چاہیے، اسی طرح والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی میں بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔

۱۔ ترمذی ج۳ص۳۸۷۔المستدرک ج۲ص۱۶۲ دارالمعرفۃ بیروت

نکاح اور ولیمہ میں سادگی

اسلام دین فطرت اور مذہب اعتدال ہے، اس نے انسانی زندگی کے تمام معاملات میں اپنے ماننے والوں کواعتدال پر قائم رہنے اورافراط وتفریط سے باز رہنے کی تاکید کی ہے، نکاح حضوراکرم ﷺ اورتمام انبیاءکرام کی سنت ہے، نکاح نام ہے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کا... نہ باراتیوں کی لمبی قطار، نہ تلک اور جہیز، نہ عمدہ سے عمدہ کھانے کا نظم، نہ کوئی صرفہ وخرچہ، نہایت ہی آسان ہے نکاح کی سنت۔

حضوراکرم ﷺ نے فرمایا:'' **ان اعظم النکاح برکة ایسره مؤونة**'' (۱) ''یعنی وہ نکاح سب سے زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں'' آپ نے اپنی شادیوں میں ولیمہ کا اہتمام فرمایا، اورصحابہ کرام کوبھی ولیمہ کرنے کا حکم دیا آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا:'' **اولم و لو بشاة**''(۲) ''ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو''

ولیمہ شوہر کی معاشی حالت کے مطابق ہو، حضوراکرم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کے بعد صحابہ کرام کودعوت ولیمہ دی اور گوشت کا اہتمام فرمایا جبکہ دوسری زوجہ طاہرہ سے نکاح کے بعد دو مد جو سے ولیمہ کیا''**عن انس قال ما اولم النبی ﷺ علی شئی من نسائه، ما اولم زینب اولم بشاة** ''(۳) ''**صفیة بن شیبة قالت اولم النبی ﷺ علی بعض نسائه بمدین من شعیر** '' (۴)

ولیمہ میں فضول خرچی ونمود ونمائش ناپسندیدہ عمل ہے، ولیمہ کا مقصد نکاح کی

۱۔ مشکوٰۃ ج۲ص ۲۶۸
۲۔ بخاری شریف ج۳ص ۲۵۴ دارالمعرفۃ بیروت، باب الولیمۃ حق
۳۔ بخاری ج۳ص ۲۵۵
۴۔ بخاری ج۳ص ۲۵۵

تشہیراور خوشی ومسرت میں عزیز واقارب اور دوست واحباب کوشریک کرنا ہے، لیکن اس قدر خرچ کرنا کہ قرض کی نوبت آجائے اور خوشی کا مال چند دنوں کے بعد غم واندوہ میں بدل جائے، اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے ، اسراف وفضول خرچی کے پس پردہ، تکبر وغرور، نام ونمود اور جھوٹی شہرت پوشیدہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے "**ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین**" (۱) یعنی فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "**من فقه الرجل قصده فی معیشته**" (۲) " یعنی انسان کی دانشمندی کی علامت یہ ہے کہ خرچ میں میانہ روی اختیار کرے"۔

جس طرح فضول خرچی ناپسندیدہ ہے اسی طرح بخل بھی ناپسندیدہ و مذموم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" **لا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسوراً** " (۳) "اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل کھول دینا چاہئے ورنہ الزام خوردہ تہیدست ہوکر بیٹھ رہو گے" اسی لیے ولیمہ میں نہ زیادہ فضول خرچی کرے نہ بخل سے کام لے بلکہ اپنی حیثیت وطاقت کے مطابق لوگوں کو دعوت دے اور کھانا تیار کرائے۔

ولیمہ میں مالداروں کو بلانا اور غریبوں کو نظر انداز کردینا ازروئے شرع منع ہے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "**شر الطعام طعام الولیمة یدعی له الاغنیاء و یترک الفقراء ومن ترک الدعوة فقد عصی الله و رسوله** ﷺ" (۴) "برا کھانا اس ولیمہ کا ہے جس مین مالداروں کو

۱۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷

۲۔ امام احمد نے اسی مفہوم کی دوسری روایت ذکر کی ہے **ما عال من اقتصد** یعنی جو خرچ میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہتا ہے، وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا، مسند احمد ج اص ۴۴۷، اسی مفہوم کی دوسری حدیث بھی ہے ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۵ص ۶۵، داراحیاء التراث العربی بیروت

۳۔ بنی اسرائیل ۲۹

۴۔ بخاری ج ۳ص ۲۵۵

بلایا جائے اورغریبوں کو چھوڑ دیا جائے ،جس نے دعوت کوترک کیا اس نے اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی''۔ اس لیے کہ یہ انسانی مساوات ویکجہتی کے خلاف ہے،اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اپنی خوشی ومسرت میں مساکین وفقراء کو شامل کیا جائے، زکوٰۃ و صدقات کا مقصد اصلی یہی ہے کہ خوشی ومسرت کی فضا عام ہو، امیر وغریب کے مابین دوری ونفرت کے بجائے محبت والفت اورتعاون ومدد کا جذبہ فروغ پائے۔

جمہور علماء کے نزدیک ولیمہ سنت مؤکدہ ہے راجح قول کے مطابق ولیمہ کا کھانا شب زفاف کے بعد کھلایا جائے، ولیمہ کی دعوت کوقبول کرنا سنت ہے،بعض کے نزدیک فرض کفایہ ہے،بعض کے نزدیک مستحب ہے،لیکن پہلاقول راجح ہے۔(۱)

اگر کوئی مجبوری نہ ہو اور جائے ولیمہ کوئی غیر شرعی کام نہ ہورہا ہوتو اس میں ضرور شرکت کرنی چاہیے، حضوراکرم ﷺ نے فرمایا: **من ترک الدعوۃ فقدعصی اللہ و رسولہ** (۲)''اورجس نے دعوت میں شرکت نہیں کی اس نے اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کی''۔

دوسری جگہ فرمایا:''**اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیاتیھا**'' (۳)

''جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس میں اس کوضرور شرکت کرنی چاہیے''۔

الغرض نکاح، ولیمہ حضوراکرم ﷺ کی سنت ہے،اس میں سادگی اللہ اوراس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ومستحسن ہے،اوراسی میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

اللہ تمام مسلمانان عالم کونکاح اور ولیمہ میں سادگی اختیار کرنے اوراسراف و فضول خرچی،نمود ونمائش اورفخر وتکبر سے بچنے کی توفیق عطافرمائے آمین۔

۱۔ الفقہ الاسلامی ج ۷ص ۱۲۵،فقہ السنۃ للسید سابق ج ۲ص ۲۱۱
۲۔ بخاری ج ۳ص ۲۵۵ باب من ترک الدعوۃ فقدعصی اللہ ورسولہ
۳۔ بخاری ج ۳ص ۲۵۵ باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ

مہر کی حیثیت اور اھمیت

مہر جس کو دس ناموں سے جانا جاتا ہے: **صداق ، صدقة ، نحلة ، أجر ، فريضة ، حباء ، عقر ، علائق ، طول ، نكاح** ۔ وہ عورت کا ایسا مالی حق ہے جس کے ذریعہ عورت کی عصمت مرد کے لیے حلال ہو جاتی ہے جیسا کہ اس آیت سے مترشح ہوتا ہے '' **أحل لكم ما ورآءَ ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين ، فما استمتعتم به منهن فاٰتوهن أجورهنّ فريضة**''(۱)

''اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تم پر حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے چاہو، اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے منتفع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں''

مہر کی تعیین شوہر کی معاشی حالت کے مطابق کی جائے مہر اس قدر کم نہ ہو کہ جس سے عورت کی قدر و قیمت پر حرف آئے نہ اس قدر زیادہ ہو کہ شوہر اس کی ادائیگی سے قاصر و عاجز ہو جائے جیسا کہ موجودہ دور میں ہو چلا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

'' **ان أعظم النساء بركة أيسرهن صداقاً**''(۲) ''بے شک عورتوں میں سب سے بابرکت وہ ہے جس کا مہر سب سے کم ہو''۔ دوسری روایت میں ہے کہ ''**خيرهن أيسر هن صداقاً**''(۳)''عورتوں میں بہتر وہ ہے جس کا مہر سب سے کم ہو''

---

(۱) سورۃ نساء: آیت ۲۴
(۲) المستدرک: ج ۲ ص ۱۷۸، دار المعرفہ، بیروت
(۳) مجمع الزوائد: ج ۲ ص ۲۸۱، الجزء الرابع، باب الصداق، دار الکتاب العربی، بیروت

عن ابی العجفاء السلمی قال قال عمر بن الخطاب ألا لا تغالوا صدقة النساء فانها لوکانت مکرمة فی الدنیا أو تقوی عند الله لکان اولاکم بها نبی الله صلی الله علیه وسلم ما علمت رسول الله ﷺ نکح شیئاً من نسائه ولا أنکح شیئاً من بناته علی اکثر من أثنتی عشرة اوقیة قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح ''.(۱)

''حضرت ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خبردار! عورتوں کے مہر بڑھایا نہ کرو، کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو تم لوگوں کے مقابلہ میں نبی ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے، میرے علم میں نہیں کہ آپ نے کسی زوجہ مطہرہ سے نکاح کیا یا اپنی کسی صاجزادی کا نکاح کرایا اوران کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ رکھا ہو''۔

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

'' ان رجلاً استعان النبی ﷺ علی مهر زوجته فقال علی کم تزوجتها ؟ قال علی أربع أوراق قال کأنکم تنحتون الفضة من عرض هذا الجبل ما عندنا ما نعطیه ولکن عسی نبعثک فی بعث تصیب منه (۲)

''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنی بیوی کے مہر کے لیے مدد چاہی، آپ نے فرمایا: کتنے مہر پر تم نے اس سے شادی کی ہے؟ اس نے کہا: چار ورق (چاندی کا سکّہ) پر، یہ سن کر آپ نے فرمایا: گویا کہ تم پہاڑ کے دامن سے چاندی تراشتے ہو، ہمارے پاس نہیں ہے جو ہم تم کو دیں لیکن ہم تم کو جنگ پر بھیجیں گے۔ جس سے تمہاری ضرورت پوری ہو جائے''۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مہر کی زیادتی مرد کے دل میں عداوت پیدا کرتی ہے۔

---

(۱) ترمذی: ج ۳ص ۴۲۳، کتاب النکاح، مصابیح السنة: ج ۲ص ۴۳۲، باب الصداق: سنن ابی داؤد: ج ۲ص ۲۴۱، باب الصداق، المستدرک: ج ۲ص ۱۷۶

(۲) جمع الفوائد: ص ۵۸۰ حدیث نمبر ۴۱۵۷، باب الصداق مطبع دارالتالیف المدینة المنورة

ممالک عربیہ میں لڑکوں کی شادی میں تاخیر اور دشواری کی من جملہ وجوہات میں سے سب سے اہم وجہ مہر کی زیادتی اور کثرت ہے جس کی ادائیگی عقدِ نکاح سے قبل لازم ہوتی ہے، حالانکہ شریعت میں مہلت کی بھی اجازت ہے۔ ہندو پاک میں تلک اور جہیز کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی دشوار ترین ہوگئی ہے، اس طرح ممالک عربیہ میں مہر کی زیادتی کی وجہ سے لڑکوں کی شادی دشوار ہوگئی ہے۔ اسلام میں یہ دونوں مذموم و ناپسندیدہ ہیں، لڑکے اور لڑکیوں کے والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جوان ہوتے ہی اپنی اولاد کی شادی کا نظم کردیں اور اس راہ کی ساری رکاوٹوں اور دشواریوں کو دور کرنے کی سعی کریں، ورنہ ان کے غلط راستے پر چلے جانے کی سزا و وبال کے مستحق والدین بھی ہونگے۔

اب سوال یہ ہے کہ مہر کی کثرت وزیادتی مذموم و ناپسندیدہ ہے تو کم سے کم مہر کی مقدار کیا ہو؟ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، جو دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی کے برابر ہوتا ہے، مالکیہ کے نزدیک ربع دینار یا تین درہم، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار متعین نہیں ہے، بلکہ طرفین اپنی خوشی اور مرضی سے جو متعین کرلیں وہی واجب الادا مہر ہے۔(۱)

بہتر تو یہ ہے کہ پورا مہر پہلی رات میں ادا کردیا جائے یا کم از کم مہر کا کچھ حصہ ادا کردیا جائے، حضور ﷺ نے اپنے داماد حضرت علیؓ سے فرما: "**یا علی ! لاتدخل علی أهلک حتی تقدم شیئاً**" اے علی اپنی بیوی کے پاس کچھ پیش کیے بغیر مت جاؤ(۲)

شوہر پر پورے مہر کی ادائیگی اس وقت واجب ہوتی ہے جب کہ شوہر نے ہمبستری کرلی ہو یا زوجین کو تنہائی نصیب ہوچکی ہو، اگر نکاح کے بعد ہمبستری یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ اور عقدِ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا اور ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے قبل رشتہ ختم ہوگیا ہے تو اس صورت میں شوہر پر متعہ

(۱) تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو' الفقہ الاسلامی وادلتہ '' ج ۷ ص ۲۵۶۔۲۵۷، دارالفکر، بیروت
(۲) مجمع الزوائد: ج ۴ ص ۲۸۳

واجب ہوگا۔ متعہ کی کم سے کم مقدار ایک جوڑا کپڑا ہے، جبکہ اسکی زیادہ سے زیادہ مقدار متعین نہیں ہے، یہ مرد کی معاشی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

مہر دیگر دیون کی طرح ایک دین ہے جس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے، موجودہ دور کی یہ غلط روش عذاب وسزا کو دعوت دینے والی ہے کہ آخری عمر میں جب شوہر اپنی زندگی سے مایوس ہوجاتا ہے یا بستر مرگ پر جا پہنچتا ہے تو اسے مہر کی ادائیگی کے بجائے اس کی معافی کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ بالآخر معافی کے ذریعہ مہر کی ادائیگی عمل میں آتی ہے، اور کبھی اس کی بھی نوبت نہیں آتی ہے، یہ روش اسلامی شریعت سے متصادم ہے اور شریعت کے منشا ومصلحت کے خلاف ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مہر کو مرد کے فرائض میں شمار کرتے ہوئے فرمایا: ''وآتوا النسآء صدقٰتهن نحلةً ''(۱) ''تم لوگ بیویوں کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو'' نیز ارشاد فرمایا: '' **فآتوهنّ أجورهن فريضةً** (۲)'' تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے''۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: '' **أيما رجل تزوج امرأةً على ما قل من المهر أو كثر ليس فى نفسه أن يؤدى اليها حقها خدعها فمات ولم يؤد اليها حقها لقى الله يوم القيامة وهو زان رواه الطبرانى فى الصغير والاوسط ورجاله ثقات** (۳) ''جس کسی آدمی نے کسی عورت سے قلت مہر یا کثرت مہر پر شادی کی لیکن اس کے دل میں عورت کے اس حق کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے اس نے عورت کو دھوکہ دیا۔ وہ مرگیا اس حال میں کہ اس نے اس کا حق (مہر) اس کے سپرد نہیں کیا تو وہ قیامت میں اللہ سے زانی کی حیثیت سے ملاقات کریگا''

ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور صحابیات کے مہر سونے اور چاندی کے سکّوں میں مقرر کیے گئے تھے، چنانچہ سونے اور چاندی کی شکل میں مہر کا تعین سنت سے

---

(۱) نساء: آیت ۴

(۲) نساء: آیت ۲۴

(۳) مجمع الزوائد: ج ۲ ص ۲۸۴ باب فيمن نوى أن لا يؤدى صداق امرأته
الترغيب والترهيب للمنذرى: ج ۳ ص ۴۸۔ دار الایمان، دمشق۔

قریب ہے اورعورت کے حق میں مفید ونافع ہے کیونکہ آئے دن سکّوں کی قدر و قیمت میں انحطاط معمول کی بات ہوگئی ہے، سونے اور چاندی کی قیمت یا تو بڑھتی رہتی ہے یا اپنی جگہ بر قرار رہتی ہے اگران کی قیمت کم بھی ہوتی ہے تو اس قدر نہیں کہ خسارہ عظیم لاحق ہو۔

الغرض! اسلام میں مہر کی زیادتی ناپسندیدہ ہے، بلکہ شوہر کی معاشی حالت کے مطابق ہو جس کو وہ بآسانی ادا کر سکے۔ اور جو کچھ مہر طے پا جائے وہ شوہر پر واجب الادا دین ہے۔ جس کی ادائیگی پہلی رات یا حسب سہولت جلد ادا کرنے کی سعی وفکر کی جائے یا بیوی بلا کسی جبر و دباؤ کے اپنی خوشی ومرضی سے معاف کر دے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فان طبن لکم عن شئٍ منه نفساً فکلوه هنیئاً مّریئاً** (۱) ''ہاں اگر وہ بی بیاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں کا کوئی جزو تو تم اس کو کھاؤ مزہ دار اور خوشگوار سمجھ کر ''۔ ورنہ حضور ﷺ نے مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہ کرنے والوں کو زنا کا ارتکاب کرنے والا قرار دیا ہے، اسی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو سرے سے مہر ادا ہی نہ کرے وہ کس قدر اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مبغوض و ناپسندیدہ ہوگا، ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہماری ان کوتاہیوں کو معاف کرے اور اس کی جانب خصوصی توجہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

---

(۱) سورۃ نساء: آیت ۴۔

جہیز ایک ناسور

اسلام نے اسراف وفضول خرچی کو ہر معاملہ میں ناپسند کیا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے جس کی ممانعت نص قرآنی سے ثابت ہے، اللہ فرماتا ہے: ''کلو ا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین '' (۱) یعنی کھاؤ اور پیو اسراف نہ کرو، یقیناً اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔ اللہ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی ٹھہرایا ہے۔ ''لا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانو اخوان الشیطین وکان الشیطان لربه کفوراً ''.(۲) یعنی مال کو بے موقع مت اڑانا کیوں کہ بے شک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

اسلام میں سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو، حضور اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:'' ان اعظم النکاح برکة ایسره مؤونة ''(۳) '' وہ نکاح زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں''۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارا بڑا معاشرہ اسلامی تعلیمات کے برخلاف جہیز کی لعنت میں مبتلا ہے اور جہیز کی یہ رسم جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی اور بڑھتی جارہی ہے۔

جہیز ایک رسم ہے

ہندوتہذیب سے متاثر ہوکرامت مسلمہ نے اس رسم کو اپنے معاشرہ میں داخل کرکے دونوں جہاں کی ناکامی ونامرادی اور مصائب وآلام کو دعوت دے دی ہے چونکہ

---

(۱) سورہ اعراف آیت ۳۱
(۲) بنی اسرائیل ۲۶۔۲۷
(۳) مسند احمد بن حنبل ج۶ ص۸۲

ہندو دھرم میں عورت وراثت میں حصہ پانے سے محروم رہتی ہے شادی کے موقع پر والدین جو کچھ دے دیتے ہیں وہی وہ پاتی ہے۔اسی وجہ سے والدین شادی کے موقع پر بہت فراخ دلی سے کام لیتے ہیں اس کے برعکس اسلام عورت کو ہر جائز حق کے ساتھ وراثت میں حصہ دار قرار دیتا ہے،

"للرجال نصيبٌ مما ترک الوالدان والأقربون و للنسآء نصيب مما ترک الوالدان والأقربون مما قل منه أو كثر نصيباً مفروضا" (١)

''مردوں کے لیے بھی ہے حصہ اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاتے ہیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں۔خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر''۔

سورہ نساء میں تقسیم ترکہ کی تفصیلی وضاحت کے بعد یہ آیت مذکور ہے۔

" تلک حدود الله و من يطع الله و رسوله يدخله جنت تجری من تحتها الأنهار خٰلدين فيها ،و ذٰلک الفوز العظيم ومن يعص الله ورسوله و يتعد حدوده يدخله نارًاخالداً فيها و له عذاب مهين" (٢)

ترجمہ ''یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔اللہ تعالی اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔''

ہر وہ شخص جو عورت کو میراث سے محروم کرتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔بھلا کون مومن اس کی جسارت کرسکتا ہے۔ترکہ میں حصہ داری کے ساتھ ساتھ عورت کے شادی

---

(١) سورہ نساء: آیت ٧

(٢) سورہ نساء: آیت ١٤۔١٣

کے بعد اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہوتے ہیں وہ دوسرے خاندان میں جا کر بھی اپنے خاندان سے جدانہیں ہو پاتی ہے۔

تلک اور جہیز محض ایک رسم ہے اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مسلمانوں میں اس رسم کے آجانے کی وجہ سے متاخرین فقہاء کے فتاوی میں جہیز کے سلسلے میں چند ضروری احکام ملتے ہیں ورنہ قرآن وحدیث اور متقدمین فقہاء کی کتابوں میں ''باب الجہیز'' کے عنوان سے کوئی باب نہیں ہے۔

وراثت سے محرومی جھیز کے جائز ھونے کی دلیل نھیں :

مروّجہ جہیز کے جائز ہونے کی حمایت کرنے والوں کی ایک جاہلانہ دلیل یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ لڑکیوں کو وراثت سے محروم رکھتے ہیں اس لیے ماں باپ شادی کے وقت جہیز کے نام پر اپنی لختِ جگر کو اپنے مال و دولت کا ایک حصہ دے کر گویا اس کے حصہٗ وراثت کو ادا کر دیتے ہیں۔ اس کو اسلامی تعلیمات سے دوری اور جہالت کا ہی نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جہیز نہ وراثت ہے اور نہ جائز عطیہ۔۔ وراثت تو اس لیے نہیں کہ وراثت کی تقسیم کا معاملہ موت کے بعد سامنے آتا ہے، کسی زندہ انسان کے مال میں وراثت نہیں ہے، وہ اپنی پوری جائیداد کا تنہا مالک ہوتا ہے، جہیز کو عطیہ اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ جس بیٹی کو جہیز دیا جارہا ہے اس کے برابر دوسرے بھائی بہنوں کو کچھ نہیں دیا جارہا ہے جبکہ ارشاد نبویؐ ہے: '' **سوّوا بين أولادكم في العطية فلو كنت مفضلاً احداً فضلت النساء** '' (۱) ''تم عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو اگر کسی کی تفضیل یا ترجیح جائز ہوتی تو میں عورتوں کو فضیلت دیتا''۔ **فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم** (۲)

---

(۱) کتاب السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٦ ص ١٧٧، باب السنة فی التسویة بین الاولاد فی العطیة، دار المعرفه، بیروت
(۲) مسلم شریف ج ۲ ص ۳۷، کتب خانہ رشیدیہ دہلی

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک کرو''۔

والدین اپنی لڑکی کو شادی کے موقع پر لاکھوں روپے کا سامان جہیز دے دیں تب بھی ان کے انتقال کے بعد لڑکی مال متروکہ میں سے حصہ پائے گی۔ یہ حقیقت ہے کہ دورِ حاضر میں عموماً عورت وراثت سے محرومی کا شکار ہو رہی ہے جس کی اجازت شریعت اسلامی نے نہیں دی ہے اور لوگ ان احکام سے چشم پوشی کرتے جا رہے ہیں، جن میں عورتوں کو وراثت میں حصہ دار بنانے کی تلقین اور وراثت سے محروم کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں اس حق تلفی کی نقد سزا تلک و جہیز کی شکل میں تو نہیں مل رہی ہے؟

حضرت فاطمہ زہراؓ کے جہیز کی حقیقت

مسلمانوں کا ایک گروہ جہیز کو سنت رسول ﷺ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی لاڈلی و چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؓ کو دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؐ حضرت علیؓ کے سرپرست تھے اور حضرت علی کے پاس گھر بسانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا، جب ان کا نکاح ہوا تو ایک انصاری صحابی نے ایک مکان خالی کر کے ان کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس مکان میں کچھ بھی نہ تھا اس کو آباد کرنے کے لیے بحیثیت سرپرست آپؐ نے چند ضروری چیزوں کا انتظام فرما دیا تھا اور یہ بھی آپؐ نے اپنی جانب سے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت فاطمہؓ کے مہر سے جس کو حضرت علیؓ نے نکاح سے قبل ادا کر دیا تھا وہ خود ہی بیان کرتے ہیں:

''...... **أتيت النبی ﷺ فقعدت بين يدی رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله قد علمت قدمی فی الاسلام و مناصحتی وانّی وقال وما ذاک يا علی ؟ قلت تزوجنی فاطمةؓ قال وما عندک ؟ قلت فرسی وبدنی يعنی درعی قال أما فرسک فلا بد لک منه وأما بدنک فبعها ، فبعتها بأربع مائة وثمانين درهماً فأتيت بها النّبی فوضعتها فی حجره فقبض منها قبضة فقال يا بلال ابغنا بها طيباً وأمرهم أن يجهزوها فجعل لها سريراً مشرطاً بالشريط ووسادة من أدم حشوها ليف.. رواه الطبرانی** '' (۱)

---

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی ج ۵ ص ۲۰۵، دار الکتاب العربی، بیروت

ترجمہ: ''میں (علی مرتضیٰؓ) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر کہا اے اللہ کے رسول! اسلام میں میری سبقت اور خیر خواہی کا آپ کو علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے اے علی! میں نے کہا آپ مجھ سے فاطمہؓ کی شادی کر دیجئے، آپ نے فرمایا تمہارے پاس (مہر کے لیے) کیا ہے؟ میں نے کہا گھوڑا اور زرہ ہے فرمایا: گھوڑے کی بہرحال تمھیں ضرورت رہے گی رہی زرہ تو اسے فروخت کر دو میں نے اس کو (۴۸۰) درہم میں بیچ دیا اور اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کی خدمت میں اس رقم کو پیش کر دیا، آپ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر لے کر فرمایا: اے بلال اس سے خوشبو خرید کر میرے پاس لاؤ اور حضور ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے (فاطمہ) کے جہیز کا سامان کر دو۔ چنانچہ ان کے لیے ایک بنی ہوئی چار پائی اور ایک چرمی تکیہ جس میں کھجور کے ریشے بھرے تھے تیار کیے گئے''۔

مذکورہ بالا حدیث **موارد الظمآن للهيثمی** میں بھی ہے اور معمولی تبدیلی کے ساتھ **شرح المواهب اللدنية لمُحمّد بن عبد الباقی الزرقانی** میں بھی ہے (۱) حضرت مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی اور مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نے بھی حضرت فاطمہ کے جہیز کی فراہمی مہر کی پیشگی رقم سے کی جانے کی وضاحت فرمائی ہے۔(۲)

صاحب مجمع الزوائد نے ''البزار'' کے حوالے سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی جانب سے جہیز نہیں دیا تھا بلکہ مہر کی رقم سے سامان جہیز تیار کرنے کا حکم فرمایا تھا (۳)

---

(۱) شرح المواهب اللدنية ج ۲ ص ۴۰۳، المطبعة الازهرية المصرية۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان للحافظ نورالدین علی بن أبی بکر الهيثمی۔ ص ۵۵۰۔ دار الکتب العلمية، بیروت۔
(۲) موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل ص ۱۴۲، مطبوعہ جامعة الهداية، جے پور
حلال وحرام ص ۲۷۶، مکتبہ نعیمیہ، دیوبند۔
(۳) مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۶

اس بات کی تائید الطبقات الکبری لابن سعد کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

''عن علباء بن أحمر اليشكری ان أبابكر خطب فاطمة الی رسول الله ﷺ فقال يا أبابكر انتظر بها القضاء، فذكر ذلک أبوبكر لعمر، فقال له عمر! ردّک يا أبابكر، ثم ان أبابكر قال لعمر! اخطب فاطمة الی النبی ﷺ: فخطبها فقال له مثل ماقال لأبی بكر! انتظر بها القضاء، فجاء عمر الی أبی بكر فأخبره، فقال له: ردّک يا عمر! ثم ان أهل علی، قالوا لعلی! اخطب فاطمة الی رسول الله ﷺ فقال بعد أبی بكر وعمر؟ فذكروا له قرابته من النبی ﷺ فخطبها فزوجه النبی ﷺ، فباع علیّ بعيراً وبعض متاعه، فبلغ أربع مائة وثمانين فقال له النبی ﷺ اجعل ثلثين فی الطيب وثلثاً فی المتاع. (۱)

ترجمہ '' علباء بن احمر الیشکری سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہ کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اس معاملہ میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اے ابوبکرؓ! آپ ﷺ نے آپ کے پیغام کو مسترد فرمادیا! پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا تم پیغام نکاح نبی کریم ﷺ کے پاس بھیج دو تو حضرت عمرؓ نے پیغام نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے وہی فرمایا جو ابوبکر کے لیے فرمایا تھا کہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو اس سے آگاہ کیا۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا: اے عمرؓ آپ ﷺ نے آپ کے پیغام نکاح کو بھی مسترد کردیا ہے! تو علی کے رشتہ داروں نے کہا تم فاطمہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام نکاح بھیج دو، تو حضرت علیؓ نے کہا حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کا

---

(۱) الطبقات لابن سعد ج ۸ ص ۱۹، دار صادر، بیروت۔
نیز ملاحظہ ہو: أعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام لعمر رضا کحالۃ ج ۴ ص ۱۰۹۔۱۰۸

پیغام نکاح کو مسترد کیا جاچکا ہے تو میری کیا بساط ہے؟ تو ان لوگوں نے آپ ﷺ سے ان کی رشتہ داری کو یاد دلایا تو حضرت علیؓ نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی شادی فاطمہ زہراء سے کردی۔ حضرت علی نے ایک اونٹ اور کچھ سامان فروخت کیا جس کی قیمت چار سو اسّی درہم ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ دو تہائی سے خوشبو اور ایک تہائی سے سامان خریدلو''۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اپنی مشہور کتاب ''المرتضٰی'' کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں کہ:

''قابل وثوق روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فاطمہ سے شادی کے موقع پر سامانِ جہیز خریدنے اور جہیز تیار کرنے کے سلسلے میں مدد کی تھی، جس کا اعتراف خود علماء و مؤرخین شیعہ نے کیا ہے ملاحظہ ہو ''الامالی'' شیخ ابی جعفر الطّوسی۔ ج ا ص ۳۹، مطبوعہ جدید، نجف اشرف اعراق وغیرہ (۱)

حضرت مولانا کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے جس میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت عثمان کے ہاتھ زرہ بیچ کر رقم آپ کی خدمت میں پیش کر دی تو آپ نے اس میں سے دو مٹھی بھر کر حضرت ابوبکر کے حوالے کی اور فرمایا کہ اس رقم سے فاطمہ کے لیے کپڑے اور گھر کا سامان خریدو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمّار بن یاسر اور دیگر صحابہ بازار گئے، باقی صحابہ مختلف اشیاء حضرت ابوبکر کو دکھاتے اور مشورہ طلب کرتے، جو چیز حضرت ابوبکر پسند فرماتے وہ خرید لی جاتی۔ چنانچہ اس طرح ایک قمیص، ایک اوڑھنی، ایک خیبری سادہ چادر، ایک بُنی ہوئی چار پائی، بستر کے دو گدّے، ایک اون کا کپڑا، ایک چمڑے کا مشکیزہ، دودھ کے واسطے لکڑی یا مٹی کا ایک کوزہ۔ جب یہ سامان آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے یہ دعا فرمائی: ''**بارک الله لاهل البيت**'' اللہ اہل بیت کے لیے برکت عطا فرمائے۔(۲)

---

(۱) المرتضٰی ۶۴، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔
(۲) الامالی لابی جعفر الطّوسی ج ا ص ۳۹

یہاں ایران سے شائع شدہ شیعہ مسلک کی ترجمانی کرتی ہوئی ایک کتاب ''سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام'' کا ایک اقتباس پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

''فی السنة الثانية من الهجرة ، زوّج النبی صلی الله علیه وآله وسلم فاطمة علیها السلام بأمیر المؤمنین علی علیه السلام ، وهذا الزواج البهیج حقاً یلیق بهما ، وذلک ، وما صرّح به الائمة المعصومون علیهم السلام ، لا یصلح رجل غیر علیّ علیه السلام لیکون کفواً وزوجاً لفاطمة علیها السلام .

ومن خصائص هذا الزواج ، مما یدل علی علو منزلتهما ، ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم ردّ طلب الکثیر من زعماء قریش والعرب وأشرافهم بالزواج من فاطمة علیها السلام وکان یقول : أمرها الی ربها.وحین طلب علی علیه السلام ید فاطمة علیها السلام ذکر رسول الله ﷺ له ان الله قد أمره بتزویج فاطمة من علی علیه السلام.

ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم : یا ابا الحسن فهل معک شئ أزوّجک به ؟ فقال علیه السلام ، فداک أبی وامی والله ما یخفی علیک من أمری شئ ، أملک سیفی ودرعی وناضحی ، وما أملک شیئاً غیر هذا . فطلب النبی ﷺ منه ، أن یبیع درعه لیشتری بثمنه الذی یبلغ خمس مائة درهم ، اثاث البیت ، وجهاز العرس البسیط لفاطمة علیها السلام ثم یقیم ولیمة یطعم فیها المسلمین ، وبکل حفاوة وبهجة وسرور زفّت فاطمة علیها السلام الی بیت علیّ علیه السلام'' (۱)

ترجمہ: ''ہجرت کے دوسرے سال نبی کریم ﷺ نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ہمراہ فاطمہ علیہا السلام کی شادی کردی۔ اور یہ مبارک وخوشگوار شادی ان دونوں کے

(۱) سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام ص۲۰ تا ۲۲۔ مؤسسۃ فی طریق الحق، قم

ہی شایان شان تھی۔ جیسا کہ ائمہ معصومین نے اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت علی کے علاوہ کوئی شخص اس لائق نہیں تھا کہ وہ فاطمہ علیہا السلام کا کفو اور شوہر بن جاتا۔

اس شادی کی خصوصیات میں جوان دونوں کے علوشان پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قریش کے سرداران اور شرفاء کی حضرت فاطمہ سے نکاح کی درخواست کو مسترد فرما دیا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اس کا معاملہ اس کے رب کے سپرد ہے۔ لیکن جب علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام کا ہاتھ مانگا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیان کیا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالحسن کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس کے عوض میں تمہارا نکاح کر دوں۔ علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے والدین آپ پر قربان! خدا کی قسم میرا کوئی معاملہ آپ پر مخفی نہیں ہے۔ میں ایک تلوار اور زرہ کا مالک ہوں اس کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنی زرہ کو فروخت کر دیں تا کہ اس کی قیمت۔ جو پانچ سو درہم ہے۔ سے فاطمہ کے لیے اثاثۂ بیت اور سامان جہیز خرید یں۔ پھر ولیمہ کریں۔ جس میں مسلمان کھانا کھائیں۔ خوشی ومسرت اور فرحت وانبساط کے ماحول میں حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت علی علیہ السلام کے گھر بھیج دیا گیا''۔

الغرض اہل السنۃ والجماعۃ اور شیعہ دونوں مکتبۂ فکر کی کتابوں میں یہ صراحت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی جانب سے حضرت فاطمہ کو جہیز نہیں دیا تھا ورنہ اگر اس کا ثبوت مل جائے کہ آپ نے اپنی جانب سے جہیز دیا تھا تو یہ سوال ابھر کر سامنے آئے گا کہ آپ ﷺ نے اپنی دیگر تین لڑکیوں کو جہیز نہ دیکر ناانصافی سے کام لیا ہے۔ نعوذ باللہ۔

حالانکہ آپ کی ذات سے ایسا ہونا ناممکن ہے، آپ حق کو قائم کرنے اور ظلم و ناانصافی کو مٹانے کے لیے آئے تھے، اور آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ " **ساووا بين اولادكم في العطية** " یعنی تم عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو۔

" عن عامر قال سمعت النعمان بن بشير وهو على المنبر يقول أعطاني أبي عطية فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى

تشهد رسول الله ﷺ فاتی رسول الله ﷺ فقال انّی أعطیت ابنی من عمرة بنت رواحة عطیة فامرتنی أن أشهدک یارسول الله قال اعطیت سائر ولدک مثل هذا ؟ قال لا ، قال فاتقوالله واعدلوا بین اولادکم قال فرجع فرد عطیته " (۱)

"عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے والد (بشیر) نے مجھے عطیہ عطا کیا (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں اس سے راضی وخوش نہیں ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ کو گواہ بنا دیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا میں نے اپنے بیٹے جو عمرہ بنت رواحۃ کے بطن سے ہے کو بطور ہبہ کچھ عطا کیا ہے اور عمرہ نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ کو گواہ بناؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے تمام بیٹوں کو اسی طرح عطا کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو۔ تو وہ لوٹے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا"۔

بخاری میں ایک باب اس طرح ہے" **باب الهبة للولد واذا أعطی بعض ولده شیئاً لم یجز حتی یعدل بینهم ویعطی الآخرین مثله ولا یشهد علیه وقال النبی ﷺ اعدلوا بین اولادکم فی الهبة "(۲)**

"اولاد کو ہبہ کرنے کا باب" اور جب کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ان کے درمیان مساوات نہ کرے، اور تمام اولاد کو اسی طرح عطا کرے جس طرح ان میں سے کسی ایک کو عطا کیا ہے۔ اس پر گواہ بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ اور قول نبی کریم ﷺ ہے کہ اولاد کو ہبہ اور تحفہ دینے میں انصاف سے کام لو"۔

---

(۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۳۵۲، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔ نیز ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷ کتب خانہ رشیدہ، دہلی۔ ابن ماجۃ ج ۲ ص ۷۹۵، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، لبنان۔
(۲) بخاری شریف ج ۱ ص ۳۵۲

اولاد کو عطیہ دینے میں ناانصافی وعدمِ مساوات سے کام لینا ظلم و زیادتی ہے، جیسا کہ مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

"................. فقال رسول الله ﷺ یا بشیر ! ألک ولد سوی هذا قال نعم قال أ كلهم وهبت له مثل هذا؟ قال لا ،قال فلا تشهد اذاً، فانّی لا أشهد علی جور"(۱)

ترجمہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اولاد ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا سب کو اسی طرح ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! تو آپ نے فرمایا: تب تم مجھے گواہ مت بناؤ، بیشک میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا"۔

الغرض تینوں صاحبزادیوں زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو آپ ﷺ کی جانب سے جہیز دیے جانے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی شادیوں کے باب میں جہیز کا تذکرہ نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت واحوال میں جہیز لینے و دینے کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث، متقدمین فقہاء اور چاروں ائمہ کی کتابوں میں جہیز کا تذکرہ نہیں ہے۔ کیا اس کے باوجود جہیز نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے ؟ کیا یہ اسلامی احکام سے ناواقفیت اور خواہشات نفسانی کی پیروی واتباع نہیں ہے؟۔

زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے آخر میں یہ عرض ہے کہ جہیز حضور اکرم ﷺ کی سنت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی شادی کے موقع پر جو ضروری سامان فراہم کرنے کا حکم دیا تھا وہ مہر کی پیشگی رقم سے کیا گیا تھا، اس لیے دورِ حاضر میں رائج جہیز کے جواز کے لیے اس کو دلیل بنانا جہالت ولاعلمی اور خواہشات نفسانی کی پیروی اور حدود اللہ کی خلاف ورزی ہے۔ جس سے احتراز لازم ہے۔

حضرت فاطمہؓ کے جہیز کو سنت ثابت کرنے والے صرف انہیں چیزوں کو اپنی بیٹی کے جہیز میں دیتے تب بھی کچھ گنجائش نکل سکتی تھی۔ آج تلک اور جہیز کے نام سے جو کچھ لیا و دیا جاتا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے، اس رسم کے نتیجہ میں جو کچھ دل خراش و

---

(۱) مسلم شریف ج۲ ص ۳۷

صبر آزما واقعات پیش آ رہے ہیں ان سے پوری دنیا باخبر ہے۔

حضرت زینبؓ کے ہار سے جھیز کا سنّت ہونا ثابت نہیں ہوتا :

رسول اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ کی جانب سے ''ہار'' دیے جانے کو سنت نبی ﷺ قرار دینے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت زینبؓ کو ان کی والدہ محترمہ خدیجہؓ نے ہار عنایت فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی جانب سے نہیں دیا تھا۔ خاص بات یہ ہے کہ حضرت زینب کی شادی اور ''ہار'' دیے جانے کا معاملہ نبوت سے پہلے کا ہے۔ قبل از نبوت آپ کے کسی عمل کو سنت قرار دینا دور کی بات ہے اس کے جواز پر بھی استدلال کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں معروف و مستند مؤرخ عبدالملک بن ہشام اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرۃ ابن ہشام میں یوں لکھتے ہیں :

" کان أبو العاص من رجال مکة المعدودین مالا وأمانة وتجارة وکان لهالة بنت خویلد وکانت خدیجة خالته فسألت خدیجة رسول الله ﷺ أن یزوجه ، وکان رسول الله ﷺ لا یخالفها وذلک قبل أن ینزل علیه الوحی فزوجه وکانت تعده بمنزلة ولدها فلما أکرم الله رسول الله ﷺ بنبوّته آمنت به خدیجة و بناته ..... وثبت ابو العاص علی شرکه (۱)

''ابوالعاص تجارت، امانت اور دولت میں مکہ کے چند ممتاز لوگوں میں سے تھے اور وہ ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے اور خدیجہ ان کی خالہ تھیں چنانچہ حضرت خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے ابوالعاص کی شادی زینب سے کر دینے کی درخواست کی، رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ کی رائے کے خلاف نہیں کرتے تھے اور یہ واقعہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ آپ نے حضرت زینب کی شادی ابوالعاص سے

---

(۱) سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۵۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کردی اور جب اللہ نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہؓ اور آپ ﷺ کی بیٹیاں ایمان لے آئیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہے''۔

''الطبقات الکبری لابن سعد ''میں مذکور ہے کہ:

" زینب بنت رسول الله ﷺ .... وكانت أكبر بنات رسول الله ﷺ تزوجها ابن خالتها أبو العاص بن الربيع بن عبد العزى بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصى قبل النبوة ''.(۱)

''حضرت زینبؓ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں، ان کے خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع نے ان سے نبوت سے قبل شادی کی تھی''

اور ابن کثیر نے بھی زینب کی شادی قبل از نبوت ہونا ثابت کیا ہے۔

''وكانت خديجة هى التى سألت رسول الله ﷺ أن يزوجه بابنتها زينب وكان لا يخالفها وذلك قبل الوحى ''.(۲)

''حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ زینب کی شادی ابوالعاص سے کردیں، آپ حضرت خدیجہؓ کی رائے کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ یہ واقعہ وحی کے نزول سے قبل کا ہے''۔

حضرت زینب کی شادی قبل از نبوت ہونا اس بات سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت زینب کی دو چھوٹی بہنیں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی شادی بھی نبوت سے پہلے ہوگئی تھی۔

جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

''رقية بنت رسول الله ﷺ .... كان تزوجها عتبة بن أبى لهب بن عبد المطلب قبل النبوة ''(۳)

''عتبہ بن ابی لہب نے رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے قبل از نبوت شادی کی تھی''۔

---

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۳۰۔
(۲) السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۴-۴۸۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت
(۳) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۳۶

''ام كلثوم بنت رسول الله ﷺ تزوجها عتيبة بن أبى لهب بن عبدالمطلب قبل النبوة'' (۱) ''عتیبہ بن ابی لہب بن عبدالمطلب نے ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ سے نبوت سے پہلے شادی کی تھی''۔

مایہ ناز محقق و سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنی مشہور کتاب سیرۃ النبی میں حضرت رقیہؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''جرجانی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی لڑکیوں میں سب سے چھوٹی تھیں لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ حضرت زینب کے بعد ۳۳ قبل نبوت پیدا ہوئیں پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ شادی قبل نبوت ہوئی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی بھی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوئی تھی جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوت اسلام کا اظہار کیا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا ''اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے'' دونوں فرزندوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کر دی'' (۲)

اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت زینب کی شادی نبوت سے پہلے ہوگئی تھی اور حضرت خدیجہ نے اپنی جانب سے رخصتی کے وقت ''ہار'' عنایت فرمایا تھا لیکن آپ ﷺ نے اپنی جانب سے کوئی چیز نہیں دی تھی۔ اگر آپ ﷺ ''ہار'' یا کوئی اور سامان عنایت فرماتے تب بھی اس کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وحی کے نزول سے قبل آپ کے کسی عمل کو سنت قرار دینا دور کی بات اس کے جواز پر بھی استدلال کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔

جھیز شوھر کے ذمہ واجب ھے

جہیز شوہر پر واجب ہے، شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ جہیز بیوی پر واجب ہے۔ بغیر دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ نان ونفقہ،

---

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸ ص ۳۷
(۲) سیرۃ النبی ج ۲ ص ۴۲۴۔۴۲۳، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

لباس اور رہائش کی جگہ کا نظم شوہر پر واجب ہے اور گھریلو ساز و سامان جسے عرف میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے یہ رہائش کے مکان میں داخل ہے۔ لہذا اس کا نظم کرنا خاوند پر واجب ہے، جہاں تک مہر کی بات ہے تو اس پر تصرف کا اختیار شریعت نے صرف بیوی کو دیا ہے اور قرآن نے مہر کو نحلہ (عطیہ) سے موسوم کیا ہے جس کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے، اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ قابل گرفت ہوگا۔ عالم اسلام کے مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں رقمطراز ہیں" **فرأوا أن الجهاز واجب على الزوج كما يجب عليه النفقة وكسوة المرأة والمهر المدفوع ليس فى مقابلة الجهاز وانما هوعطاء ونحلة كما سماه الله فى كتابه أوهوفى مقابلة حل التمتع بها فهو حق على الزوج لزوجته مقداراً من المال فى مقابلة الجهاز فان كان المال زائداً على المهر مستقلا عنه فتلزم الزوجة باعداد الجهاز لأنه كالهبة بشرط العوض "(۱)**

''حنفیہ کے نزدیک جہیز شوہر پر واجب ہے جیسا کہ اس پر نفقہ اور لباس واجب ہے اور دیا ہوا مہر جہیز کے مقابلہ میں نہیں ہے وہ تو عطیہ اور نحلہ ہے جس کی صراحت قرآن میں موجود ہے۔ یا مہر عورت سے فائدہ اٹھانے کے عوض میں ہے چنانچہ وہ بیوی کا شوہر پر حق ہے اور اگر خاوند نے جہیز کے لیے ایک متعین مال دیا اور وہ مال، مہر کے علاوہ جہیز ہی کے لیے ہے تو بیوی پر جہیز کی فراہمی لازم ہے اس لیے کہ وہ اس ہبہ کی طرح ہے جو بدلہ وعوض کی شرط سے منسلک ہو''۔

امام ابوزہرہ اس سلسلہ میں حنفی مسلک کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

" راى الحنفية وهو أن اعداد البيت على الزوج : لأن النفقة بكل أنواعها من مطعم وملبس ومسكن عليه ، واعداد البيت من المسكن ، فكان بمقتضى هذا الاعداد على الزوج اذ النفقة بكل أنواعها تجب عليه والمهر ليس عوض الجهاز ، لانه عطاء ونحلة كما سماه القرآن ، فهو ملك خالص لها وهو

(۱) الفقہ الاسلامی وأدلتہ للدکتور وھبۃ الزحیلی۔ ج ۷ ص ۳۱۲، دار الفکر، بیروت

حقها على الزوج بمقتضى أحكام الزواج وليس ثمة من مصادر الشريعة ما يجعل المتاع حقاً على المرأة ولا يثبت حق من حقوق الزواج من غير دليل''(۱)

ترجمہ ''حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ گھریلو سامان کی تیاری شوہر کے ذمہ ہے اس لیے کہ ہر قسم کا نفقہ یعنی کھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز وسامان رہائش کے مکان میں داخل ہے اس لحاظ سے گھریلو ساز وسامان کی تیاری شوہر پر واجب ہے مہر جہیز کے بدلہ میں نہیں ہے اس لیے کہ وہ عطیہ اور نحلہ ہے جیسا کہ قرآن نے مہر کو نحلہ کہا ہے، وہ بلاشرکت غیر بیوی کی ملک ہے اور بیوی کا یہ حق شوہر کے ذمہ واجب ہے شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ساز وسامان کی تیاری کو عورت پر واجب حق قرار دیا جا سکے اور بغیر دلیل کے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا''۔

'' **الزواج والطلاق فی جمیع الادیان** '' کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ گھریلو ساز وسامان (جسے عرف میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے) میں سے کچھ بھی بیوی پر واجب نہیں ہے بلکہ شریعت نے اس کی ذمہ داری شوہر پر ڈالی ہے۔

" يرى الحنفية أن اعداد بيت الزوجية على الزوج لأن النفقة بكل انواعها عليه والمهرليس عوض الجهاز لانه ملک خالص للزوجة ولا دليل يوجب على الزوجة شيئاً من متاع البيت " (۲)

سید سابق اس سلسلے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

''واما المسئول عن اعداد البيت اعداداً شرعياً وتجهيز كل ما يحتاج له من الاثاث و الفرش والادوات فهو الزوج ، والزوجة لا تسأل عن شئ من ذلک مهما كان مهرها ، حتى ولوكانت زيادة المهر من أجل الأثاث لأن المهر انما تستحقه الزوجة فى مقابل

---

(۱) الاحوال الشخصیۃ ص ۲۶۳۔ دار الفکر العربی، بیروت
(۲) الزواج والطلاق فی جمیع الادیان ص ۲۱۵، لجنۃ التعریف بالاسلام ۱۹۶۶

الاستمتاع بها،لا من أجل اعداد الجهاز لبيت الزوجية فالمهر حق خالص لها ليس لأبيها لا لزوجها ولا لأحد حق فيه ''(۱)

ترجمہ ''گھر کی شرعی تیاری اور ہر وہ چیز جس کی ضرورت پیش آتی ہے جیسے سامان بستر ،اور برتن وغیرہ کے انتظام کرنے کی ذمہ داری شوہر پر ہےاور بیوی ان تمام چیزوں سے بری الذمہ ہے حتی کہ اگر مہر کی زیادتی سامان کے لیے ہوتب بھی عورت پر گھریلو سامان لازم نہیں اس لیے کہ عورت مہر کی مستحق اس سے فائدہ اٹھانے کے عوض میں ہوتی ہے نہ کہ سامان جہیز کی تیاری کے لیے ہے مہر صرف اورصرف اسی کا حق ہے جس میں نہ اس کے والد نہ اس کے شوہراور نہ ہی کسی اور شخص کا حق ہے ''۔

ان روشن دلائل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جس طرح نان ونفقہ، لباس اور رہائش کی جگہ کا نظم کرنا شوہر پر واجب ہے اسی طرح گھریلو ساز وسامان کا بندوبست کرنا بھی اس پر واجب ہے۔مرد طالب اورعورت مطلوب ہےاس لیےشریعت نےعورت کو ہرطرح کی مالی ذمہ داریوں سے بری رکھا ہے جہاں تک مہر کی بات ہےتو یہ اس سے فائدہ اٹھانے کےعوض میں ہےاور یہ اس کی خالص مِلک ہے چنانچہ بیوی نہ سامان جہیز لانے کی پابند ہےاور نہ اس کواس پرمجبور کیا جاسکتا ہے۔

عین شادی کے موقع پر گھریلو سامان کی فراهمی اور نمائش غیر شرعی عمل هے :

اب یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ سامان جہیز شرعاً خاوند کے ذمہ واجب ہےاور بیوی کی جملہ جائز ضروریات زندگی کا نظم کرنا اس کے فریضہ میں داخل ہے۔موجودہ حالات کے پیش نظر اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ شادی سے قبل جملہ ضروریات زندگی کا انتظام کرلے اگر مجبوری ہوتو شادی کے بعداس کا بندوبست کرلےلیکن عین شادی کے موقع پر گھریلوساز وسامان کا نظم کرنا اورنمود ونمائش سے کام لینا غیر شرعی عمل ہے اس کی

---

(۱) فقہ السنۃ ج۲ ص ۱۵۴۔۱۵۳، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۸۷۔
نیز ملاحظہ ہو الحلال والحرام لأحمد محمد عسّاف ص ۱۶۱، دار الاحیاء العلوم، بیروت۔۱۹۸۸

وجہ سے معاشرہ ہلاکت وتباہی کے دہانہ پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر سامانِ جہیز فراہم کرنے کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ کے پاس نہ مکان تھا نہ گھریلو ساز وسامان اور حضرت علیؓ شادی سے قبل گھریلو ساز وسامان کا بندوبست کرنے سے قاصر تھے۔ حضور اکرم ﷺ آپ کے سرپرست تو تھے لیکن آپ کے اختیاری فقر سے سب لوگ واقف ہیں اس کے علاوہ دورِ نبوی ﷺ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے کہ عین شادی کے موقع پر خاوند کی جانب سے سامان جہیز کا باضابطہ نظم ہوا ہو۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے جس میں ہم تمام کے لیے وافر مقدار میں سامانِ عبرت وموعظت موجود ہے۔

ابن ابی وداعہ کہتے ہیں کہ میں سعید بن مسیّب کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ بیوی کے انتقال کی وجہ سے چند دنوں کی غیر حاضری کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہاں تھے؟ میں نے کہا کہ میری اہلیہ انتقال کر گئی ہے۔ انھوں نے کہا تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی ورنہ ہم حاضر ہوتے۔ پھر انہوں نے کہا کیا تم نے کسی عورت کا انتخاب کر لیا ہے؟ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے مجھے کون لڑکی دے گا؟ میں تو تین درہم سے زیادہ کا مالک نہیں ہوں انھوں نے کہا ''میں اپنی لڑکی دوں گا'' میں نے تعجب سے پوچھا، کیا آپ ایسا کریں گے؟ انہوں نے کہا ''ہاں'' پھر انہوں نے حمد باری تعالی اور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کے بعد دو درہم یا تین درہم کے عوض مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اب میری خوشی کا یہ عالم کہ اپنے آپ کا ہوش نہیں رہا اسی حال میں اپنے گھر آیا۔ استاذ محترم کے بلند اخلاق وکردار اور صفات عظیمہ کا ہر باب ہمارے ذہن ودماغ میں مسلسل گردش کرتا رہا۔ نماز مغرب کی ادائیگی اور افطارِ صوم کے بعد آرام ہی کر رہا تھا کہ کسی کے دروازے پر دستک دینے کی آواز سنائی دی، میں نے کہا آپ کون ہیں؟ آواز آئی سعید۔ میں ہر اس آدمی کے بارے میں سوچنے لگا جس کا نام سعید ہو، مگر ایک ہی نام میرے ذہن میں آ رہا تھا وہ تھے سعید بن مسیّب، لیکن میں نے ان کو چالیس سال سے گھر اور مسجد کے علاوہ نہیں دیکھا تھا۔

میں یہ سوچتا ہوا نکلا کہ اچانک سعید بن مسیّب کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ میں نے کہا آپ نے زحمت کیوں کی مجھے اطلاع فرما دیتے تو میں حاضر خدمت ہو جاتا۔ انہوں نے فرمایا: تم اس کے زیادہ حقدار ہو کہ تمہارے پاس آیا جائے۔ میں نے کہا کیا حکم فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تم تنہا آدمی تھے (رجل عزب، وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو) میں نے تمہاری شادی کر دی۔ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تم تنہا رات گزارو۔ یہ تمہاری بیوی ہے۔ اتنا سنتے ہی وہ فوراً آپ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں، پھر انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کے اندر داخل کر دیا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ مارے شرم کے گر پڑیں۔ میں نے ان کے سامنے پیالہ پیش کیا جس میں تیل اور روٹی تھی اور اس پیالہ کو چراغ کے سایے میں رکھا تا کہ وہ اس معمولی کھانے کو نہ دیکھ سکیں۔ پھر میں چھت پر چڑھا اور پڑوسیوں کو آواز دی۔ وہ لوگ آئے اور کہا۔ کیا بات ہے؟ میں نے کہا آج سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دی ہے۔ ان لوگوں نے تعجب سے پوچھا کیا سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ ان کی بیٹی ہمارے گھر میں موجود ہے۔۔۔۔ آگے چند سطروں کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ سعید بن مسیّب کی بیٹی کی طرف عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولی عہد ولید بن عبدالملک کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تھا لیکن سعید بن مسیّب نے اپنی بیٹی کا رشتہ منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عبدالملک نے ہر ممکن تدبیر اپنائی کہ کسی طرح سعید بن مسیّب راضی ہو جائیں اس مقصد کی خاطر اس نے سردی کے زمانہ میں سو کوڑے لگوائے اور دیگر تکالیف میں مبتلا کیا لیکن آپ راضی نہ ہوئے۔(۱)

اس واقعہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ سنتوں کی پیروی کرنے والے ہیں لیکن نہ آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور نہ خاوند کی طرف سے گھریلو ساز وسامان عین شادی کے موقع پر مہیا کرنے کی بات کی۔ اور نہ مہر کی مقدار زیادہ رکھی جس طرح موجودہ دور میں رواج ہو چلا ہے جس کی ادائیگی عموماً شوہر کے بس سے باہر ہوتی ہے یا شوہر مہر کی ادئیگی کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) حلیۃ الأولیاء لحافظ أبی نعیم الأصفھانی ج ۲ ص ۱۶۸۔۱۶۷، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۸۵

" أيما رجل تزوج امرأة علی ما قل من المهر أو كثر ليس في نفسه أن يؤدی اليها حقها خدعها فمات ولم يؤد اليها حقها لقی الله يوم القيامة وهو زان . رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط، ورجالہ ثقات‘‘(۱)

’’جس کسی آدمی نے کسی عورت سے قلت مہر یا کثرت مہر پر شادی کی لیکن اس کے دل میں عورت کے اس حق کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اس نے عورت کو دھوکہ دیا۔وہ مر گیا اس حال میں کہ اس نے اس کا حق (مہر) اس کے سپرد نہیں کیا تو وہ قیامت میں اللہ سے زانی کی حیثیت سے ملاقات کرے گا‘‘۔

اس شادی میں نہ باراتیوں کا جم غفیر، نہ مہمانوں کی کثرت ، نہ دعوتوں پر کثیر رقومات کا صرفہ، جو موجودہ دور کی شادیوں کا خاصہ اور لازمی حصہ بن گیا ہے۔آج ہم لوگ اسلامی تعلیمات سے کتنے دور ہو چکے ہیں کہ شوہر کی مالی حالت بھی اچھی ہے ضروریات زندگی کی تمام چیزیں موجود ہیں بلکہ آلات تعیش بھی ہیں لیکن وہ بے غیرت سسرال والوں کے پاس سامان کی ایک لمبی فہرست ارسال کر دیتا ہے اگر مطلوبہ سامان نہ مل سکے تو بے غیرت وخدا ناترس طلاق دینے اور بیوی کو مصائب وآلام کی چکی میں پیسنے اور زندہ جلا دینے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا ہے۔اس کو شاید یہ یقین ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہو نہ ہو نبی کی محبت تو دل میں ہے۔مزید یہ کہ میرا نام اسلامی ہے اور مسلمان گھرانے میں پیدا بھی ہوا ہوں۔بھلا جنت میں جانے سے کون سی چیز حائل ہو سکتی ہے۔اللہ ہم تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

---

(۱) الترغیب والترھیب للمنذری ج ۳ ص ۴۸، دارالایمان، دمشق۔
مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۴، باب فیمن نوی ان لایؤدی صداق امرأتہ

تلک ، جوڑا اور گھوڑا

شادی ایک منافع بخش تجارت

جہیز سے زیادہ خطرناک اور مہلک رسم ''تلک'' ہے جس کے ذریعہ گویا مہذب طریقہ سے انسان کی خرید وفروخت ہوتی ہے جس طرح جانوروں کے میلوں میں بائع و مشتری کے مابین خرید وفروخت کا معاملہ طے پاتا ہے، بائع اپنے دلالوں کے ذریعہ خریدار سے زیادہ سے زیادہ روپے مختلف طریقے سے وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مشتری کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ قیمت کی زیادتی کی وجہ سے اپنے من پسند جانور خریدنے سے قاصر رہتا ہے۔ اسی سے مشابہ موجودہ دور کی شادیاں ہیں۔ شادی بیاہ کی منڈی میں لڑکے کے اولیاء زیادہ تلک اور کثیر ساز وسامان کی لالچ وحرص میں دیندار، تعلیم یافتہ اور امورِ خانہ داری سے واقف لڑکی کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ فرمائشی تلک وجہیز کی وجہ سے لڑکی کے اولیاء لڑکی کے مناسب حال لڑکے کا انتخاب نہیں کر پاتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ انتشار وخلفشار اور مختلف قسم کی برائیوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ یہ ایک ایسی انسانیت سوز رسم ہے جس کے مہلک اثرات کی وضاحت کے لیے الفاظ ملنے مشکل ہیں۔ مرد کو '' **الرجال قوامون علی النساء** ''(۱) کا درجہ اسی لیے حاصل ہے کہ وہ مہر کی ادائیگی کے ساتھ جملہ مالی اخراجات کا کفیل ہوتا ہے، اس کی غیرت وخودداری اس وقت کہاں دفن ہوجاتی ہے جب وہ اپنے ہونے والے خسر سے تلک اور سامان جہیز کا مطالبہ کرتا ہے، یا اپنے والد کے مطالبہ کی حمایت وتائید کرتا ہے، اس رسم کا کہیں ثبوت ودلیل کیا اس کا تو اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں

---

(۱) ''یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں''۔ سورۃ النساء: آیت ۳۴

شادی کا یہ ایک لازمی جز بنتا جارہا ہے۔ جو خطرناک صورتحال کی نشاندہی کرتا ہے۔آج شادی ایک تجارت بن چکی ہے جس میں بسا اوقات 'تلک' لاکھ سے تجاوز کر جاتا ہے اور سامانِ جہیز کی فہرست میں ایسے سامان بھی شامل ہوجاتے ہیں جن کی شاید ہی ضرورت پیش آتی ہو، بات صرف تلک اور جہیز پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ شادی کے موقع پر اور شادی کے بعد ایک طویل مدت تک مختلف ناموں سے لڑکی کے اولیاء سے رقومات حاصل کی جاتی ہیں۔جس کی اجازت شریعت میں کیا ہو بلکہ یہ مرد کی مردانگی، غیرت و خودداری اور شرافت وعزت کے برخلاف ہے۔اس کے علاوہ کتنی رسومات ایسی ہیں جن کے ذریعہ لڑکا اور اسکے اولیاء اپنی حرص وطمع کی نہ بجھنے والی پیاس کی شدت میں کمی کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اور مطلوبہ سامان نہ ملنے پر ایسے کام بھی کرجاتے ہیں جنکی توقع جانور سے بھی نہ کی جاسکے۔

ایک دور تھا کہ ہندوستان میں لڑکی کے اولیاء مہر کی رقم کے علاوہ متعین رقم ہونے والے داماد سے لیتے تھے اس کے بعد اپنی لڑکی کو رخصت کرتے تھے۔ یہ رواج ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی رائج تھا اس رقم کو ہمارے فقہاء نے مالِ حرام اور اس کی واپسی کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ابن عابدین شامی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ردالمحتار'' میں رقم طراز ہیں:

"من السحت ما يأخذ الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به"(۱)''حرام مال وہ بھی ہے جو خسر اپنے داماد سے اپنی لڑکی کی وجہ سے لیتا ہے چاہے دینے والے نے بظاہر خوش دلی سے دیا ہو،اگر طلب پر دیا تھا تو داماد اس کو واپس لے سکتا ہے''۔

سحت کیا ہے؟ اس کی صراحت علامہ شامی نے یوں کی ہے " **(قوله من السحت)...... الحرام أو ما خبث من المكاسب فلزم عنه العار**" (۲) یعنی حرام اور خبیث طریقہ سے حاصل شدہ چیز کہ جس سے (سلیم الطبع انسان کو) عار

---

(۱) ردالمحتار لابن عابدین شامی ج ۵ ص ۲۷۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
(۲) ردالمحتار ج۵ص۲۷۲

محسوس ہو۔

صاحب ''ردالمختار'' نے ایسے مال کو رشوت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لانه رشوة'' (۱)

''عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت جو کچھ لیا تھا اسے شوہر کو واپس لینے کا حق حاصل ہے۔اس لیے کہ وہ رشوت ہے''۔

اور عالمگیری میں ہے:

'' خطب امرأة فی بیت أخیها فأبی أن یدفعها حتی یدفع الیه دراهم فدفع وتزوجها یراجع بما دفع لأنه رشوة کذا فی القنیة ''(۲)

''ایک شخص نے ایک عورت کو پیغام دیا جو اپنے بھائی کے گھر میں رہتی تھی اور بھائی نے بغیر کچھ درہم لیے ہوئے شادی کرنے سے انکار کردیا پس اس نے درہم دیے اور نکاح کرلیا تو وہ درہموں کو واپس لے کیونکہ یہ رشوت ہے۔قنیہ میں ایسا ہی ہے''۔

اور فتاوی قاضی خان میں ہے:

'' رجل خطب امرأة وهی تسکن فی بیت اختها وزوج اختها لا یرضی بنکاح هذا الرجل الا ان یدفع الیه دراهم فدفع الخاطب الیه دراهم کان له ان یسترد ما دفع الیه لأنه رشوة ''۔(۳)

ترجمہ: ''ایک شخص نے ایک عورت کو پیغام دیا جو اپنے بہن کے گھر میں رہتی تھی اور اس کا بہنوئی اس نکاح پر بغیر کچھ لیے ہوئے راضی نہ ہوا پس پیغام دینے والے نے کچھ دے کر نکاح کرلیا تو اسے چاہیے کہ جو دیا ہے واپس لے لے کیونکہ وہ رشوت ہے''۔

ان کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ لڑکی کے اولیاء کا مہر کے علاوہ داماد سے کسی بھی چیز کا مطالبہ ناجائز ہے۔وہ مال حرام مال ہے۔جس کی واپسی

---

(۱) ردالمختار ج ۲ ص ۳٦٦

(۲،۳) یہ دونوں عبارتیں مجموعۃ الفتاوی (اردو) مولانا عبدالحی فرنگی محلی ج ۲ ص ۲۳۱ سے ماخوذ ہیں

ضروری ہے۔ جب لڑکی کے اولیاء کا داماد سے کسی طرح مطالبہ ناجائز ہے تو لڑکے یا اس کے اولیاء کا لڑکی یا اس کے اولیاء سے تلک اور جہیز کا مطالبہ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

تلک ، رشوت اور حرام ہے

تلک رشوت اور حرام ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے جیسا کہ فقیہ ملت مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی مشہور کتاب ''مجموعۃ الفتاوی'' میں وضاحت فرمائی ہے۔فتوی مع استفتاء پیش ہے۔

سوال: ان دراہم ودنانیر کا کیا حکم ہے جولڑکے والے لڑکی والوں سے قبل نکاح کے نسبت کے وقت لیتے ہیں جیسا کہ اکثر بلاد ہند میں رائج ہے؟

جواب: درمختار میں ہے کہ '' **أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج ان يسترده لأنه رشوة**''(۱)

''لڑکی والوں نے کچھ لیا ہو تو زوج کو واپس لے لینا چاہیے کیونکہ وہ رشوت ہے''

اور ردالمحتار میں **عند التسليم** کے تحت لکھا ہے کہ '' **أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً وكذا لوأبى أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكاً لأنه رشوة**''(۲)

''یعنی رخصتی کے وقت بھائی یا کسی اور نے بغیر کچھ لیے ہوئے رخصت کرنے سے انکار کیا یا اسی طرح اگر شادی سے انکار کیا تو زوج کو وہ مال (اگر دیا ہو) واپس لے لینا چاہیے خواہ وہ مال موجود ہو یا ہلاک ہوگیا ہو۔ کیونکہ وہ رشوت ہے، اسی کتاب کے باب الحظر میں ہے:'' **ومن السحت ما يأخذ الصهر من الختن بطيب نفسه** ''(۳)

جو سسر داماد سے اس کی رضامندی سے وصول کرتا ہے وہ کسب حرام ہے، پس جو زوج لڑکی والوں سے قبل شادی کے لے اسے تو بدرجہ اولیٰ واپس لے لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ

---

(۱) ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۶
(۲) ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۶
(۳) ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۲

رشوت ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار **باب الهبة** میں ہے: ''**جعلت المال علی نفسها عوضاً عن النكاح وفی النكاح العوض لايكون علی المرأة**'' (۱)

''جو مال عورت اپنے نکاح کے عوض میں دے وہ مال ضائع ہے، کیونکہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں ہوتا''۔

ہمارے ملک کے لوگ اپنی زبان میں اس روپیہ کو ''کنکور'' کہتے ہیں، جسکا عربی ترجمہ رشوت ہے۔ تو اس کا واپس لے لینا ضروری ہے، خواہ موجود ہو یا ہلاک ہو گیا ہو، کیونکہ رشوت پر قبضے سے ملک ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

'' **فالرشوة يحرم اعطاؤها وأخذها** ''رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے۔'' **والله أعلم كتبه أفقر العباد الی الله شيخ يوسف بن قادر احمد عفی عنه ، صح الجواب ، والله أعلم بالصواب ، حرره الراجی عفو ربه القوی أبوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی**''(۲)

الغرض تلک رشوت ہے، رشوت لینے اور دینے والے اور واسطہ بننے والوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے: ''**لعن الله الراشی والمرتشی والرائش** '' (۳)

رشوت کی تعریف اور اس کا حکم:

رشوت کی تعریف ہی یہ ہے کہ ''**اخذ المال علی ترک ما يجب علی الآخذ فعله أو فعل ما يجب عليه تركه** ''(۴) یعنی ''جس کام کا نہ کرنا ضروری ہو اس کے کرنے پر یا جسکا کرنا ضروری ہو اس کے نہ کرنے پر مال لینا''۔

---

(۱) ردالمحتار ج ۴ ص ۵۱۶
(۲) مجموعۃ الفتاوی (اردو) ج ۲ ص ۳۷
(۳) رواہ احمد بن منیع عن ابن عمر وسندہ حسن۔ کشف الخفاء لاسماعیل بن محمد العجلونی الحراجی ج ۲ ص ۱۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
(۴) البحر المحیط لمحمد بن یوسف الشہیر بأبی حیان الأندلسی ج ۵ ص ۵۳۳، دار الفکر، بیروت ۱۹۸۳

علامہ شامی نے رشوت کی حقیقت یوں ظاہر کی ہے کہ " **الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له أو يحمله على ما يريد** " (۱) "یعنی رشوت وہ ہے جس کو آدمی ، حاکم یا اس کے علاوہ کو دیتا ہے تا کہ وہ اس کے (رشوت دینے والے) کے حق میں فیصلہ کرے یا وہ (رشوت دینے والا) اس کو اپنی خواہش کی تکمیل پر آمادہ کر دے"۔

رشوت کا واپس کرنا ضروری ہے، کوئی شخص رشوت کا مالک نہیں ہوتا ، جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "ردالمختار" میں "قنیہ" کے حوالہ سے اس بات کی صراحت کی ہے۔" **وفي القنية الرشوة يجب ردها ولا تملك** "(۲) "یعنی اس کا واپس کرنا ضروری ہے، کوئی اس کا مالک نہیں ہوسکتا"۔

علامہ شامی رقمطراز ہیں:

الرشوة اربعة اقسام منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى وهو الرشوة على تقليد القضاء والامارة . الثانى ارتشاء القاضى ليحكم وهو كذلك ولو القضاء بحق لانه واجب عليه . الثالث : أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جليا للنفع وهو حرام على الآخذ فقط ....

الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب .(۳)

" رشوت کی چار قسمیں ہیں جن میں پہلی قسم یہ ہے کہ عہدہ قضاء اور منصب امارت کے لیے رشوت دی جائے۔ یہ رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر حرام ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ قاضی کو رشوت دی جائے تا کہ وہ (رشوت دینے والے کی خواہش

---

(۱) ردالمختار ج ۴ ص ۳۰۳
(۲) ردالمختار ج ۴ ص ۳۰۴
(۳) ردالمختار لابن عابدین الشامی۔ج ۴ص ۳۰۴۔دارالکتاب العلمیۃ، بیروت

کے مطابق) فیصلہ کر دے ۔ اگر اس نے حق کے مطابق بھی فیصلہ کیا تو ایسا کرنا اس کی ذمہ داری تھی ۔ تیسری قسم یہ ہے کہ کوئی کسی سے مال لے تا کہ وہ اس کے معاملہ کو سلطان تک پہنچا دے ۔ ضرر کو دور کرنے یا نفع حاصل کرنے کے لیے تو یہ صرف رشوت لینے والے پر حرام ہے ۔ (دینے والے پر حرام نہیں) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
چوتھی قسم یہ ہے کہ اپنے مال اور جان کے سلسلے میں ڈر وخوف کو دور کرنے کے لیے رشوت دے اور یہ دینے والے کے لیے حلال ہے ۔ اور لینے والے کے لیے حرام ہے ۔ اس لیے کہ مسلمان کی تکلیف کو دور کرنا واجب ہے اور واجب کو انجام دینے میں مال کا لینا جائز نہیں''۔

ان اقسام کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ رشوت کا 'لینا' کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے ۔ البتہ چند مجبوری کی حالتیں ایسی ہیں جن میں رشوت 'دینا' جائز ہے ۔ لڑکی کے اولیاء نے حتی المقدور اس بات کی سعی وکوشش کی کہ 'تلک' (نقد رقم) کے بغیر فریضۂ نکاح کی تکمیل ہو جائے ، لیکن ساری کوششیں ناکام ہو جائیں تو اضطراری حالت میں تلک کا دینا جائز ہوگا ۔

لڑکی یا اس کے اولیاء سے جھیز کا مطالبہ ناجائز ھے

لڑکا یا اس کے والدین کی جانب سے لڑکی یا اس کے اولیاء سے سامانِ جہیز کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے، لڑکی یا اس کے اولیاء کی جانب سے جو کچھ دیا جائے گا وہ رشوت ہوگا، جسکی واپسی ضروری ہوگی، ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ''المحلی'' میں لکھتے ہیں ''

ولایجوز أن تجبر المرأة علی أن یتجهز الیه بشئ أصلاً ، لا من صداقها الذی أصدقها، ولا من غیره من سائر مالها والصداق کله لها تفعل فیه کله ماشاءت ، لا اذن للزوج فی ذلک ولا اعتراض وهو قول أبی حنیفة والشافعی وأبی سلیمان وغیرهم (۱)

ترجمہ: ''عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کے پاس جہیز لائے، نہ ہی اس مہر کی رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے، نہ اس کے دوسرے اموال سے، کل مہر اس کی ملکیت ہے، اس میں جو چاہے کرے، شوہر کو اس میں کسی قسم کے دخل دینے کا حق نہیں۔ یہ قول امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ابوسلیمان وغیرہ کا ہے''۔

الاحکام الشرعیہ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

''لیس المال بمقصود فی النکاح فلا تجبر المرأة علی تجهیز نفسها من مهرها ولا من غیره ولا یجبر أبوها علی تجهیزها من ماله فلو زفت بجهاز قلیل لا یلیق بالمهر الذی دفعه الزوج أو بلا جهاز

(۱) المحلی لابن حزم اندلسی ج۹ ص۱۰۸، دارالکتب العلمیة، بیروت

أصلاً فليس له مطالبتها ولا مطالبة ابيها بشئ منه ولا ينقص شئ من مقدار المهر الذى تراضيا عليه''(۱)

''نکاح میں مال مقصود نہیں، لہذا عورت کو اپنے مہر کی رقم یا کسی دوسری رقم سے اپنے لیے سامانِ جہیز لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی اس کے والد کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مال سے جہیز دے، اگر عورت اتنا کم جہیز لائے کہ وہ اس مہر کی مقدار کے شایانِ شان نہ ہو جو شوہر نے اس کو دی ہے یا سرے سے جہیز لائے ہی نا تو شوہر اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ اس سے یا اس کے والد سے جہیز میں سے کسی چیز کا مطالبہ کرے، اور مہر کی مقدار سے کچھ بھی کمی نہیں کی جا سکتی ہے جس پر فریقین راضی ہو چکے ہیں''۔

ردالمحتار کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ شریعت نے عورت پر نکاح کا کوئی مالی عوض عائد نہیں کیا ہے۔ اگر عورت اپنے اوپر کوئی مالی ذمہ داری قبول کرے تب بھی اس کا پورا کرنا ضروری نہیں جملہ مالی اخراجات کا ذمہ دار مرد ہے، اس کی مردانگی و غیرت کے خلاف ہے کہ وہ صنف نازک سے کسی چیز کا مطالبہ کرے۔

" المرأة اذا أرادت أن يتزوجها الذى طلقها فقال المطلق لا أتزوجک حتى تهبينى ما لک علیّ فوهبت مهرها الذى عليه على أن يتزوجها ثم أبى أن يتزوجها قالوا مهرها الذى عليه على حاله تزوجها أو لم يتزوجها لأنها جعلت المال على نفسها عوضاً عن النكاح وفى النكاح العوض لا يكون على المرأة . خانية ، وأفتى فى الخيرية بذلک''(۲)

''عورت اس شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے جس نے اس کو طلاق دیدی،

(۱) الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ علی مذہب أبی حنیفۃ ص۳۹، لجنۃ أحیاء التراث العربی، بیروت
نیز ملاحظہ ہو: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج۴ ص۱۷۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت
(۲) ردالمحتار ج۴ ص۵۱۶

طلاق دینے والے نے کہا کہ تم سے اس وقت تک شادی نہیں کرسکتا یہاں تک کہ تم مجھ پر عائد ہونے والے حق کو ہبہ کردو، عورت نے اپنا مہر جو اس پر تھا اس شرط کے ساتھ ہبہ کردیا کہ وہ اس سے شادی کرلے تو پھر مرد نے اس سے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ اس سلسلے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مہر علی حالہ اس مرد پر لازم ہے چاہے شادی کرے یا نہ کرے۔ اس لیے کہ اس نے مال کو اپنے نفس پر نکاح کا عوض بنایا۔ اور نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں ہوتا''۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ لڑکی یا اس کے اولیاء سے جہیز کا مطالبہ ناجائز ہے۔ فقہاء نے تلک وجہیز کو رشوت قرار دیا ہے اور اس کی واپسی کا حکم دیا ہے۔

حرام مال دونوں جہاں کے لیے مہلک :

تلک اور جہیز سے ملنے والا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح سود کا لینا دینا حرام ہے، اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی حرام ہے، قرآن مجید میں متعدد مقام پر ربا وسحت کی وجہ سے یہود کی سخت انداز میں مذمت کی گئی ہے اور مستحق عذاب قرار دیا ہے۔ حرام مال استعمال کرنے والے پر جنت حرام ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''**عن جابر قال قال رسول الله ﷺ لا يدخل الجنة لحم نبت من سحت وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به رواه أحمد و الدارمي والبيهقي في شعب الايمان**)(۱)

''حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا اور ہر حرام مال سے پرورده بدن کے لیے جہنم کی آگ زیادہ مناسب ہے''۔

اور یہ حدیث بھی حرام مال کے متلاشی کے لیے جنت کے حرام ہونے پر دال ہے'' **عن أبي بكرؓ أن رسول الله ﷺ قال لا يدخل الجنة جسد غذى**

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۶ ص ۴۳، مکتبۃ امدادیہ، ملتان، پاکستان

بالحرام ''رواہ البیہقی فی شعب الایمان. (۱)

''حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حرام مال سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائے گا''۔

آج ہماری نماز و دعا میں وہ اثر نہیں جو صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف کی نماز اور دعا میں تھا۔ کہیں اس کی وجہ یہی تو نہیں؟۔

''**عن ابن عمرؓ قال : من اشتری ثوبا بعشرة دراهم وفیه درهم حرام لم یقبل الله صلاة ما دام علیه ، ثم أدخل اصبعیه فی أذنه و قال صمتا ان لم یکن النبی ﷺ سمعته یقوله** '' رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان (۲)

''ابن عمرؓ نے فرمایا: اگر کسی نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اس میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہے تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک وہ کپڑا جسم پر ہے، پھر انہوں نے اپنی انگلیوں کو کان میں ڈال کر فرمایا میں بہرہ ہو جاؤں اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا کہتے ہوئے نہ سنا ہو''۔

حالت سفر کی دعا بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔ لیکن اس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی کا ہو تو اس شخص کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

''............ **ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر یمد یده الی السماء یا رب یارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فأنی یستجاب لذلک**''۔(۳)

''............ پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہونے کی وجہ سے پراگندہ حال اور خستہ حال ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر یارب یارب کہہ رہا ہے جب کہ اس کا کھانا، پینا، لباس اور غذا حرام ہے تو بھلا ان حالات میں اس کی دعا کیوں کر قبول ہو؟

---

(۱) مرقاۃ ج۶ ص ۵۰
(۲) مرقاۃ ج۶ ص ۵۱۔۵۰
(۳) صحیح مسلم ج۲ ص ۳۲۶، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

الغرض تلک اور جہیز کی صورت میں ملنے والا مال حرام ہے۔جس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ ورنہ دونوں جہاں کی ناکامی و پشیمانی کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات عیاں ہوچکی ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہے، کیا ہم اس دارِ فانی کی چند روزہ لذت کے مقابلہ میں جہنم کے عذاب کو ترجیح دیں گے۔ **أعاذنا الله من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا** اس تلک اور جہیز کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جن مصائب وآلام، اخلاقی بے راہ روی، طلاق بازی، خودکشی، قتل وخونریزی، خودسوزی اور بے چینی وخلفشار سے دوچار ہے ان سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔اور اس کی وجہ سے نافرمان اولاد کی پیدائش اور ایسے حرام مال کا کسی نہ کسی بہانے ختم ہوجانے کا مشاہدہ ہر ذی شعور کی آنکھیں مسلسل کرتی رہتی ہیں۔

کامیابی وسکون دیندار عورت کو ترجیح دینے میں ھے

نکاح شریعت کی نظر میں محض شہوت کی تسکین کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ بے شمار دینی ودنیاوی فوائد اس سے وابستہ ہیں۔اور نسل انسانی کی بقا اسی پر موقوف ہے زوجین اور دونوں خاندانوں کے درمیان تسکین واطمینان محبت والفت، شفقت ورحمت اور تعلق ووابستگی کا موثر ذریعہ ہے اس مقدس رشتہ کو حصول مال کا ذریعہ بنانے میں دونوں جہاں کی بربادی اور ہلاکت ہے۔یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے حسن وجمال، حسب ونسب اور مال ودولت کی بنا پر شادی کرنے سے منع فرمایا اور دین داری کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی۔

''عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول الله ﷺ تنکح المرأۃ لأربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک'' (۱)

''حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عموماً

---

(۱) صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۲، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔اس کے مال،حسب ونسب،حسن وجمال اور اس کے دین کی وجہ سے۔اے ابو ہریرہ دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو"۔اور ارشاد نبوی ہے:

"انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شئ أفضل من المرأة الصالحة " (۱)

"یعنی دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔دنیا کی فائدہ اٹھائی جانے والی چیزوں میں سب سے بہتر نیک عورت ہے"۔

اس بات کی مزید وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

"عن عبد الله بن عمروؓ قال قال رسول الله ﷺ لا تزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن أن يرديهن ولا تزوجوهن لأموالهن فعسى أموالهن أن تطغيهن ولكن تزوجوهن على الدين ولأمة خرماء سوداء ذات دين أفضل ". (۲)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح مت کرو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن انہیں تکبر میں مبتلا کر کے ہلاک کردے اور ان سے مال و دولت کی وجہ سے نکاح مت کرو کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ مال و دولت ان کو سرکشی میں مبتلا کردے لیکن تم ان سے دینداری کی بنا پر شادی کرو کیوں کہ کالی نکٹی باندی جو دیندار ہو وہ زیادہ بہتر ہے۔

" عن أنس بن مالكؓ قال سمعتُ النبى ﷺ يقول من تزوج امرأة لعزها لم يزده الله الا ذلاً، ومن تزوجها لمالها لم يزده الله الا فقراً، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله الا دناءةً . ومن تزوج امرأة لم يرد بها الا ان يغض بصره أو يحصّن فرجه أو يصل رحمه بارك

---

(۱)ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۶، المكتبة العلمية، بيروت
(۲)ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۸

الله فيها و بارک لها فيه رواه الطبرانی فی الاوسط ".(۱)

ترجمہ: ''انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی عورت سے اس کی عزت و بڑائی کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جس نے کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ اس کے فقر میں اضافہ کرے گا۔اور جس نے کسی عورت سے حسب ونسب کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ اس کی رسوائی وپستی میں اضافہ کرے گا اور جس نے کسی عورت سے اس مقصد سے نکاح کیا کہ اس کی آنکھیں اور شرمگاہ محفوظ ہو جائے یا صلہ رحمی کرے تو اللہ ان دونوں (میاں بیوی) کو برکت عطا کرے گا''۔

لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا جائے جو دیندار ھو :

شریعت اسلامیہ جہاں لڑکے والوں سے دیندار لڑکی کو ترجیح دینے کا مطالبہ کرتی ہے وہیں لڑکی والوں کو یہ حکم دیتی ہے کہ وہ دینداری کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی لڑکی کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دیں۔

سنن ترمذی میں ''**باب ماجاء اذاجاءکم من ترضون دینه فزوجوه**'' کے تحت یہ حدیث مذکور ہے۔

''**عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه الا تفعلوا تكن فتنة فی الأرض و فساد عريض".(۲)**

''ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لوگوں کی طرف ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے جس کے دین واخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی

(۱) الترغیب والترھیب ج۳ص۴۶،دارالایمان، دمشق، بیروت
(۲) ترمذی شریف ج۵ ص ۳۹۴، دارالکتب العلمیة، بیروت

لڑکی کا نکاح کردو اگر ایسا نہ کروگے (اور صاحب مال اور صاحب جاہ لڑکوں کی تلاش میں اپنی لڑکیوں کو بٹھائے رکھوگے) تو زمین میں فتنہ اور فساد بہت پھیل جائے گا‘‘۔

ملا علی قاریؒ اپنی مشہور کتاب ’’مرقاۃ‘‘ میں رقمطراز ہیں:

’’روی أن رجلا جاء الیٰ الحسن قال ان لی بنتاً قد خطبها غیر واحد فمن تشیر علی أن أزوجها قال زوجها رجلا یتقی الله فانه ان أحبها أکرمها و ان أبغضها لم یظلمها‘‘ (۱)

’’روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت حسنؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے جس کے واسطے بہت سے آدمی نے پیغام بھیجا ہے۔ کس آدمی کے ساتھ آپ نکاح کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا تو اپنی بیٹی کا نکاح ایسے آدمی سے کردے جو اللہ سے ڈرتا ہے، کیوں کہ اگر وہ اس سے محبت کریگا تو اس کی عزت وتکریم کریگا اور اگر کبھی اس سے ناراض ہوا تو اس پر زیادتی نہ کرے گا۔

مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ موجودہ دور کے مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے کنارہ کشی اور بے توجہی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

افسوس اس چودھویں صدی کے مسلمانوں نے پیغمبر اسلام محمد ﷺ کی مقدس اور حکمت وموعظت سے بھرپور فرامین کی قولاً اور فعلاً وعملاً خلاف ورزی پر کمر کس لی ہے، اکثر افعال میں مسلمانوں کے قلوب میں تعلیم نبوی کی اتنی قدر ومنزلت نظر نہیں آتی جس قدر بعض عوام (کافروں) کے دلوں میں دیکھی جاتی ہے۔ سبق آموزی کے لیے معتبر کتابوں سے دو واقعے درج ہیں۔

ایک بزرگ کی لڑکی کے لیے کئی جگہ سے پیغام پہنچے، بڑے بڑے نواب ورئیس اور شہزادوں نے بھی رشتہ بھیجا۔ بزرگ نے اپنے پڑوسی یہودی سے مشورہ کیا کہ کس کا پیغام قبول کروں؟ یہودی کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے نبی نے فرمایا ہے کہ

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۶ ص ۱۸۸

چار چیزوں کی وجہ سے عورت سے شادی کی جاتی ہے ۔(۱) مال (۲) جمال (۳) حسب (۴) دین۔ مگر سب سے اچھا اور بہتر دیندار سے نکاح کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیندار سب سے مقدم ہے لہذا میری بات تسلیم ہو تو فلاں طالب علم کے ساتھ اس کی شادی کردو، مالداروں اور بڑوں سے انکار کردو کہ تم میں دینداری نہیں ہے۔ چنانچہ بزرگ نے ایسا ہی کیا۔

نوح ابن مریم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کرنا چاہا تو ایک مجوسی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا فارس کا بادشاہ کسریٰ تو مال کو ترجیح دیتا ہے اور قیصر حسن و جمال کو پسند کرتا ہے اور رئیس عرب خاندانی شرافت اور حسب ونسب کو اور تمہارے سردار حضرت محمد ﷺ دینداری کو ان سب پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اب تم ہی غور کرو کہ کس کی اقتدا کی جائے فارس اور روم کے رؤسا کی یا سرور کائنات ﷺ کی (۱)

مولانا محمد یوسف صاحب اصلاحیؒ کی ایک کتاب ''روشن ستارے'' میری نظر سے گذری اس میں اس سلسلہ کا ایک تفصیلی سبق آموز واقعہ مذکور ہے جس کا اختصار پیش خدمت ہے:

''حضرت عبداللہؒ کے والد مبارکؒ باغ میں کام کرتے تھے ایک دن ان کے آقا نے ان کو ان کی دیانت وایمانداری اور لیاقت کی وجہ سے کہا کہ ''اب تم میری صحبت میں بیٹھا کرو اور باغ کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد کردو''۔ مبارکؒ باغ کی ذمہ داری دوسرے کے حوالہ کرنے کے بعد مالک کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ آقا انکی ذہانت وحاضر جوابی اور عاقلانہ مشوروں سے بے حد متاثر ہوا اور گھریلو اور اہم معاملات میں بھی ان سے مشورہ لینے لگا۔ ایک مرتبہ آقا کو اُداس دیکھ کر مبارکؒ نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے کہ آج میں آپ کو غمگین پا رہا ہوں۔ آقا نے رازدارانہ انداز میں کہا: بات دراصل یہ ہے کہ میری لڑکی جوان ہو چکی ہے اور کئی مقامات سے پیغامات آچکے ہیں۔ میں کشمکش کی حالت میں ہوں کہ کس پیغام کو قبول کروں اور کس کو رد کروں۔

---

(۱) فتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۱۱۰، مکتبہ رحیمیہ، راندیر، سورت

مبارکؒ نے کہا: اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ جاہلیت کے دور میں عرب کے لوگ تو حسب ونسب کو دیکھتے تھے۔ یہود مال ودولت پر جان دیتے تھے اور نصاریٰ حسن وجمال پر جان دیتے ہیں مگر اسلام کی ھدایت یہ ہے کہ دین واخلاق کو ترجیح دی جائے۔ اب آپ آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے نزدیک قابل ترجیح کیا چیز ہے؟۔

مبارکؒ کی گفتگو سن کر آقا نے اپنی بیوی کو اس عاقلانہ مشورہ کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مبارک ذہین، عقلمند اور دیندار نوجوان ہے اسی سے اپنی لاڈلی بیٹی کا نکاح کر دوں۔۔ بیوی نے حیرت سے کہا ارے یہ کیا! غلام سے اپنی بیٹی کا نکاح۔ شوہر نے کہا اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں دونوں جہاں کی بھلائی ہے۔ اسلام نے دیندار کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے۔ شوہر کی ایمان افروز گفتگو سن کر بیوی رضامند ہو گئی، باغ کے مالک کی چاندسی لڑکی کا نکاح مبارکؒ کے ساتھ کر دیا گیا اسی لڑکی سے مبارک کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، باپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور یہی وہ عبداللہ بن مبارکؒ ہیں جو آسمان حدیث پر سورج بن کر چمکے۔ (۱)

اس سے قبل حضرت سعید ابن مسیّبؒ کا واقعہ بیان کر چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی پیکر حسن وجمال، زیور علم سے آراستہ اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا، لخت جگر ونور نظر صاحبزادی کا نکاح ولی عھد کے ہمراہ کرنے سے انکار کر دیا تھا جبکہ شادی کا پیغام بادشاہ وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے آیا تھا عبدالملک نے ہر ممکن تدبیر کی کہ کسی طرح حضرت سعیدؒ راضی ہو جائیں لیکن آپ راضی نہیں ہوئے، آپ نے اسی لاڈلی بیٹی کا نکاح اپنے دیندار مفلوک الحال شاگرد ابن ابی وداعہ سے دو درہم مہر کے عوض کر دینے میں ذرا جھجک محسوس نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ آپ کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی تھا کہ '' **فاظفر بذات الدين تربت يداک** ''.

اس قسم کے بے شمار انمول واقعات کتابوں کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں

---

(۱) روشن ستارے ص ۸۹۔۲۸۷، مکتبہ ذکریٰ، دہلی

کوئی کہاں تک بیان کرے۔عمل کرنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اسلامی تعلیمات پر ہمارے اسلاف نے عمل کر کے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی حاصل کی، ان کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔آج بھی وہی کامیابی وکامرانی ہمارا مقدر بن سکتی ہے لیکن

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

والدین کے لیے لمحۂ فکریہ

مذکورہ احادیث اور واقعاتِ اسلاف ہمیں بار بار عمل کی دعوت دیتے ہوئے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی اور سکون واطمینان کی ضمانت دے رہے ہیں۔مقام عبرت ہے ان مسلمانوں کے لیے جو اپنے لڑکے کے لیے دیندار لڑکی کی جانب توجہ نہیں دیتے ہیں۔بس انہیں اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ لڑکی چاہے جیسی ہو تلک اور جہیز زیادہ سے زیادہ ملنا چاہیے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکا پوری زندگی سکون واطمینان سے محروم رہتا ہے اور ان مسلمانوں کے لیے بھی مقام عبرت ہے جو اپنی بیٹی کا رشتہ طے کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھتے ہیں کہ لڑکا صاحب دولت وثروت ہو کسی سرکاری عہدے پر فائز یا ملک سے باہر ملازم ہو،لڑکا دیندار نہیں تو کیا میری لڑکی کے عیش وآرام کے لیے اس گھر میں سب کچھ ہو۔اس کی خاطر لاکھوں روپے سامان جہیز میں خرچ کر دیتے ہیں۔ تلک اور دعوت میں پانی کی طرح روپے بہاتے ہیں۔

''۱۹۹۰ء میں ممبئی کے وان کھیڑے اسٹیڈیم میں ایک شادی منعقد کی گئی تھی جس میں تیس ہزار لوگوں نے شرکت کی تھی۔ظاہر ہے یہ سبھی لوگ بڑے سرمایہ دار رہے ہونگے۔بتایا گیا ہے کہ ہیرے جواہرات کے ایک تاجر نے اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے پر ۳۰ رکروڑ روپیے خرچ کیے تھے''۔(۱)

اس کے باوجود لڑکی کو سسرال میں چین وسکون کی زندگی میسر نہیں ہوتی،

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۱۶/اکتوبر ۱۹۹۸ء

سسرال والوں کی جانب سے ''ھل من مزید''کا نعرہ بلند ہوتا رہتا ہے اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے:

''۔۔۔۔ایک نو شادی شدہ عورت نے شادی کے صرف تین ماہ بعد اپنے سسرال والوں پر مزید جہیز کے لیے ہراساں کرنے اور زدوکوب کیے جانے کے الزام عائد کیے ہیں اور خواتین کے خلاف جرائم کے شعبہ میں شکایت درج کرادی ہے''
۔۔۔۔شکایت کنندہ نے کہا کہ اس کے والد نے شادی پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے تھے اور جہیز میں انتہائی قیمتی سامان دیا تھا۔شکایت کنندہ کے مطابق آسٹریلیا میں ہنی مون کے بعد واپسی پر اس کے شوہر اور سسرال والوں نے اس کو مزید جہیز لانے کے لیے پریشان کرنا شروع کردیا یہاں تک کہ اس کے سسرال والوں نے اس کے والد سے مزید ڈیڑھ لاکھ روپیہ دینے کا مطالبہ کردیا۔شکایت کنندہ نے مزید کہا کہ اس کے والد یورپ جارہے تھے اسی لیے انہوں نے اس مطالبے پر یورپ سے واپسی کے بعد غور کرنے کا وعدہ کیا۔اسی دوران سسرال والوں نے مظالم میں اضافہ کردیا اور اس کو بھدی اور موٹی کہنے لگے۔گھر کے تمام ملازمین کو برطرف کردیا گیا اور گھر کے تمام کام اس کے ذمہ کردیے گئے،کتنی مرتبہ اس کے شوہر،ساس اور دونندوں نے اس کو تھپڑ بھی مارے''۔(۱)

ایسے والدین جن کی کمائی حلال ہوتی ہے ان کے پاس اتنی دولت نہیں ہوتی کہ سماج کے ناجائز مطالبے کو پورا کرتے ہوئے اپنی بیٹی کی شادی کرسکیں۔دوسری جانب اپنی جوان بیٹی کو بن بیاہی بھی نہیں رکھ سکتے۔ان حالات میں انکی زندگی قابل رحم اور لائق افسوس ہوتی ہے،رنج وغم کا مہیب بادل انکی زندگی کے سکون واطمینان اور راحت وآرام کو ختم کردیتا ہے۔لڑکی رحمت کے بجائے زحمت ہوجاتی ہے۔اس جہیز کی وجہ سے ایک خطرناک رجحان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا جارہا ہے کہ مشین کے ذریعہ لڑکی کی واقفیت حاصل کرکے رحم مادر میں ہی اس کو ہلاک کردیا جائے اس خطرناک ذہنیت کے نتیجے میں مشین کی غلط معلومات کی بنا پر بہت سے لڑکے بھی ضائع کردیے

(۱)سہ روزہ''دعوت''نئی دہلی ۲۵/اکتوبر ۱۹۹۸ء

جاتے ہیں۔

''جنوری ۱۹۹۶ء سے دوران حمل جنس کی شناخت کے لیے الٹرا سونو گرافی وغیرہ جیسی جدید ٹیکنک کے استعمال پر پابندی عائد ہے۔اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سزا کا اہتمام بھی کیا گیا ہے''۔(۱)

لیکن قانون بنانے والے خود اس کام کا ارتکاب کرتے ہیں تو بھلا عام لوگوں پر اس کا اثر کیوں کر ہو۔حقیقت یہ ہے کہ تدوین قانون کے ساتھ قانون کا سختی سے نافذ کرنا بھی ضروری ہے۔

''ہندوستان میں اسقاط حمل پر خواتین کے مشہور ماہنامہ ''فیمینا''(Femina) میں ایک تحقیقی رپورٹ شائع ہوئی تھی اس رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں ہر سال ایک کروڑ بارہ لاکھ اسقاط حمل کے واقعات ہوتے ہیں جن میں ہر سال ۲۰ ہزار عورتیں موت کا شکار ہو جاتی ہیں''۔(۲)

اخباری رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کے ایک ہفتہ کے اندر منہ میں زہر ڈال کر یا سخت دھوپ یا کڑاکے کی سردی میں ڈال کر یا دودھ نہ پلا کر اس نوزائیدہ بچی سے نجات حاصل کر لی جاتی ہے۔اس خطرناک رجحان کی وجہ سے لڑکیوں کی تعداد میں قلت معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔اس سے زنا بالجبر،اغوا اور غلط طریقے سے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے واقعات میں بے حد اضافہ ہوگا اور اس کے نتیجے میں پاکیزہ معاشرہ کا وجود ناپید ہو جائے گا۔اس خطرناک رجحان کی وجہ سے اب یہ اندیشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ چند سالوں کے بعد لڑکیوں کا وجود ختم ہو جائے۔ انکی بات پر شاید آپ یقین نہ کریں لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے جس سے اس وقت ہندوستانی سماج دوچار ہے۔

''کسی گاؤں میں ۱۱۰ برسوں کے بعد بارات کی آمد پر بہت سے لوگوں کو حیرت

---

(۱) سہ روزہ ''دعوت''،نئی دہلی ۴/اکتوبر ۱۹۹۹ء
(۲) اسلامی نظام معاشرت اور جہیز کی رسم پروفیسر عمر حیات غوری ص ۵۲

ہوسکتی ہے لیکن راجستھان کے ضلع باڑمیر کے دیورا گاؤں میں ایسا ہی ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پیدا ہونے والی ہر بچی کو ہلاک کردینے کا عام رواج رہا ہے اندر سنگھ کی بیٹی جس کی وجہ سے ایک صدی سے بھی زیادہ عرصے کے بعد گاؤں میں بارات کی آمد کا موقع فراہم ہوا۔ محض اس وجہ سے زندہ بچ گئی کہ دوران حمل اس کی ماں اپنے میکے چلی گئی اور وہیں بچی کی پیدائش ہوئی۔ دس سال کی عمر تک بچی کو وہیں چھوڑ دیا گیا اور جب دس سال بعد وہ اپنے والدین کے گھر آئی تو اس کو اس لیے زندہ رہنے دیا گیا کہ اس کی آمد کے بعد کاروبار میں کافی ترقی ہوئی جس کی وجہ سے بچی کا خوش قسمت ہونا سمجھا گیا۔ راجستھان میں راجپوتوں کے ایسے متعدد گاؤں ہیں جہاں بچیوں کو شادی کی عمر تک پہنچنے نہیں دیا جاتا۔ لیکن یہ صورت حال راجستھان تک محدود نہیں۔ راجستھان کے ضلع باڑمیر اور جیسلمیر کے علاوہ تامل ناڈو کے سیلم، بہار کے سیتا مڑھی، کٹیہار اور بھاگلپور نیز ہریانہ اور پنجاب کے کچھ گاؤں میں بچیوں کی پیدائش کے بعد ان کو ہلاک کیے جانے کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں ۔۔۔۔ کچھ دنوں پہلے فرید آباد (ہریانہ) کے ایک ہسپتال میں ایک عورت نے مسلسل تیسری دفعہ پیدا ہونے والی بچی کا گلا دبا کر ہلاک کردیا تھا''۔(۱)

''دھرمپوری (تامل ناڈو) ضلع کے گاؤں مادھولا کے منصف نے پولس میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ ایک شادی شدہ جوڑے نے ایک ہفتہ پہلے پیدا ہونے والی اپنی لڑکی کو ہلاک کرکے اپنے گھر کے عقبی حصے میں دفنا دیا ہے۔ رپورٹ میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بچی کو پیدائش کے فوراً بعد ہلاک کردیا گیا تھا۔ تامل ناڈو کے کئی اضلاع میں شادی شدہ افراد ایک لڑکی کے بعد پیدا ہونے والی لڑکیوں کو مختلف طریقوں سے ہلاک کردیتے ہیں اور حکومت کی سخت کوشش کے باوجود یہ سلسلہ جاری ہے''۔(۲)

بیٹی والوں کو جہیز کی فکر، رشوت لینے، غذائی اشیاء میں مضر صحت ملاوٹ کرنے،

---

(۱) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۴/ اکتوبر ۱۹۹۹ء
(۲) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ۷ جون ۱۹۹۹ء

ذخیرہ اندوزی کرنے اور نہیں معلوم کن کن حربوں سے کالا دھن جمع کرنے کی طرف مائل کردیتی ہے۔جہیز کی وجہ سے لوگ قرض کے بوجھ تلے اس طرح دب جاتے ہیں کہ بہت مشکلوں کے بعد اس سے رہائی نصیب ہوتی ہے۔کبھی لوگ اپنے واحد مکان کو بیچ کر کرایہ کے مکان میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، کبھی حالات سے تنگ آ کر موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔ وہ والدین جنہوں نے اپنی بیٹی کو پیار و محبت سے پالا پوسا اور اس کو زیور علم سے آراستہ کیا اور اس کو اس قابل بنایا کہ وہ دوسرے کے گھر کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی اٹھا سکے۔کیا اس عظیم کام کی سزا یہ ہے کہ ان کی زندگی سے سکون واطمینان کو ختم کر دیا جائے اور ان کی کمائی پر اس طرح ڈاکہ ڈالا جائے کہ وہ قرض کے بوجھ تلے دبتا چلا جائے۔

خود کشی اور قحبہ خانے کی آبادی میں اضافہ :

دوسری جانب لڑکیاں والدین کی پریشانی اور کش مکش کی زندگی کو دیکھ کر موت کو زندگی پر ترجیح دے رہی ہیں اور اپنے آپ کو ذلیل وحقیر سمجھنے اور سماج کے خلاف بغاوت کرنے پر مجبور نظر آ رہی ہیں۔ بہت ساری لڑکیاں اپنی شادی کے لیے نوکری کرتی ہیں جس کے نتیجے میں انہیں بسوں میں دھکّے کھانے اور آفیسر کی جھڑکیاں سننی پڑتی ہیں۔ وہ گھر کی زینت بننے کے بجائے آفس کی زینت بنتی ہیں۔اس غیر شرعی مطالبے کی وجہ سے لڑکیوں کے اندر فحاشی، عریانیت، کسی کے ساتھ راہِ فرار اختیار کرنے اور غلط طریقے سے اپنی جوانی کی پیاس بجھانے کے واقعات برابر رونما ہو رہے ہیں اور قحبہ خانے کی آبادی روز افزوں بڑھتی جارہی ہیں۔ایک تنظیم کے ملک گیر سروے کے مطابق ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیاں جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہو رہی ہیں۔سہ روزہ دعوت کا بیان ہے:

’’جسم فروش عورتوں اور انکے بچوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے سرگرم ایک

تنظیم نے ملک گیر سروے کے بعد دعویٰ کیا ہے کہ ملک میں ایک ہزار ایک سو ریڈ لائٹ (Red Light Areas) ہیں یعنی ایسے علاقے جہاں جسم فروشی کا کاروبار کرنے کی اجازت ہے۔ سروے کے مطابق جسم فروش عورتوں کی تعداد ۲۳ لاکھ اور انکے بچوں کی تعداد ۵۱ لاکھ ہے۔ سروے کے مطابق ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیاں جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہو رہی ہیں''۔ (۱)

اگر جہیز کے خاتمے اور شادی کی جملہ کارروائی کو آسان سے آسان تر بنانے کی حتی المقدور کوشش نہیں کی گئی تو جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہونے والی لڑکیوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوگا۔ حالانکہ ہر سال ۲۵ ہزار لڑکیوں کا جسم فروشی کے پیشے میں داخل ہونا پاکیزہ معاشرہ میں سانس لینے والوں کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے اور ہندوستانی سماج کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔

آج کتنی خوبصورت اور خوب سیرت لڑکیاں سماج کے غلط مطالبات کی وجہ سے کنواری بیٹھی ہیں۔ کچھ جوان لڑکیاں سوچ وفکر کی وجہ سے بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہیں۔ تلک اور جہیز نے زہر کھانے اور خودکشی کرنے پر اس عورت کو مجبور کر دیا ہے جو دنیا کی زینت ہے اور نسل انسانی کی بقا اسی پر منحصر ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں (۲)

عورت کی وجہ سے دنیا کے اندر زینت اور مرد کا سکون قائم ہے۔ دنیا کی تمام

---

(۱) سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء
(۲) کلیات اقبال

رعنائی، دلکشی، دلربائی اور زیب و زینت اس کے وجود کے بغیر نامکمل ہے ہر انسان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ انبیائے کرام، صلحائے عظام، بزرگان دین اور ہر فن کی یکتائے روزگار ہستیاں انکی گود میں پرورش پا کر عظیم مرتبہ پر فائز ہوئیں۔

جہیز کے خوفناک نتائج

فتنۂ جہیز کا سیلاب معاشرے کے سکون واطمینان کو درہم برہم کرتا ہوا، عورت کو موت کی نیند سلاتا ہوا، وقوع طلاق میں اضافہ کرتا ہوا، عورت کے گلے میں موت کا پھندا ڈالتا ہوا اور لوگوں کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرتا ہوا نہایت ہی سرعت سے آگے بڑھتا جارہا ہے۔ اگر اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا اور اس کے روک تھام کی انتھک کوشش نہیں کی گئی تو آئندہ اس پر قابو پانا ناممکن ہوگا۔

''ہندوستان کی ایک عوامی تنظیم ہے جس کا نام ہے'' عوامی یونین برائے جمہوری حقوق''اس تنظیم نے آزاد ہندوستان کے گزشتہ چالیس سالہ دور میں عورتوں کے اپنے ہاتھوں آگ سے جل کر مر جانے اور دیگر طریقوں سے خودکشی کر لینے کے اعداد و شمار جمع کر کے بتایا کہ آزاد ہندوستان میں اس مدت کے دوران ۲۷ ہزار نوجوان عورتیں جہیز کے جھگڑوں کی وجہ سے جلا کر مار ڈالی گئی ہیں''۔(۱)

''سرکاری اعداد وشمار جو مختلف اجلاسوں میں پارلیمنٹ کے سامنے جہیز پر بھینٹ چڑھنے والی دولہنوں کے بارے میں پیش کیے گئے ہیں اور جو اعداد وشمار نیشنل کرائم برانچ بیورو نے فراہم کیے ہیں ان کے مطابق مندرجہ ذیل اطلاعات سامنے آئی ہیں۔

سال	جہیزی اموات	واسطہ
۱۹۷۵ تا۔۱۹۷۸ء	۵۲۴۵	سہ روزہ دعوت ۱۶ جولائی ۱۹۸۷ء
۱۹۷۹ء	۱۰۵۶	سہ روزہ دعوت دہلی ۴ مارچ ۱۹۸۳ء
۱۹۸۳ء	۱۲۳۲	سہ روزہ دعوت۔ یکم اپریل ۱۹۸۴ء
۱۹۸۵ء	۸۳۷	وزیر مملکت وزارت داخلہ کا بیان

(۱) ''نقیب'' امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ ۱۶ جنوری ۱۹۸۹ء

١٩٨٦ء	١٣١٩	دعوت ٢٨ نومبر ١٩٨٧ء
١٩٨٧ء	١٩١٢	نیشنل کرائم برانچ دعوت ٧ جولائی ١٩٩٥ء
١٩٨٨ء	٢٢٠٩	نئی دنیا دہلی، ٢٦ جولائی تا یکم اگست ١٩٩١ء
١٩٨٩ء	۴٠٠٠	نئی دنیا دہلی، ٢٦ جولائی تا یکم اگست ١٩٩١ء
١٩٩٠ء	۵١۵٧	نیشنل کرائم برانچ، دعوت ٧ جولائی ١٩٩۵ء

نوٹ: یکم اگست ١٩٩١ء بی بی سی کے مطابق ٨٨ تا ٩٠ میں گیارہ ہزار سے زائد اموات ہوئیں)

١٩٩٣ء	١٩۵٢	دعوت ١٠/اگست ١٩٩۵ء
١٩٩۴ء	۴٨۵٠	سرکاری اعداد وشمار

نوٹ:۔ ١٩٩۴ء میں ١٧ جہیزی اموات روزانہ ہوئیں۔(١)

''جرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ کے مطابق ١٩٩٧ء میں تمام ملک میں ٦٠٠٦ جہیزی اموات واقع ہوئیں سب سے زیادہ جہیزی اموات یوپی میں واقع ہوئیں جہاں ١٧٨٦ عورتوں کو جہیز کے لیے ماردیا گیا یا انہوں نے جہیز کے تنازعہ کی وجہ سے خودکشی کرلی، یوپی کے بعد بہار میں ١٦٧ ۔ مدھیہ پردیش میں ۵۵٠، آندھراپردیش میں ۵٢٠، مہاراشٹر ۴٢٠ اور راجستھان میں ٣۵٦ جہیزی اموات ریکارڈ کی گئیں، تامل ناڈو میں ١۵٣ جہیزی اموات کا اندراج کیا گیا۔ کرناٹک میں ٩۵ اور کیرلا میں ٢۵۔ پانڈیچری میں اس قسم کی اموات کی تعداد صرف ٢ تھی۔ اروناچل پردیش، منی پور، میزورم، میگھالیہ، ناگالینڈ اور سکم میں جہیزی اموات کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا''۔(٢)

مذکورہ بالا اعداد وشمار وہ ہیں جن کی اطلاع پولس محکمہ اور خفیہ ایجنسی کو ہوگئی لیکن ان کے علاوہ کتنی ہلاک ہونے والی عورتیں ایسی ہیں جن کی ہلاکت کا علم دور دراز علاقوں میں واقع ہونے کی وجہ سے سرکاری عملہ کو نہیں ہوسکا یا ہونے نہیں دیا گیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہلاک ہونے والی زیادہ تر عورتیں ہندومت سے تعلق رکھتی ہیں لیکن جس تیزی سے جہیزی اموات کے واقعات پیش آرہے ہیں اس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلم

(١) ''اسلامی نظام معاشرت اور جہیز کی رسم'' مؤلف پروفیسر عمر حیات غوری ۵٠-۴٩، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی
(٢) سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی ١٠ جولائی ١٩٩٩ء ص ٣

معاشرہ کا وہ خطہ جو اب تک اس لعنت سے محفوظ ہے وہ بھی اس لپیٹ میں آجائے گا۔

امت مسلمہ کی ذمہ داری

ان حالات میں مسلمانوں پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تلک وجہیز سے خود بچیں اور مسلم معاشرہ کی اصلاح وفلاح کے ساتھ پورے ہندوستانی سماج کو اس لعنت سے بچانے کی حتی المقدور سعی وتدبیر کریں۔ امت محمدیہ بھلائی کا حکم دینے اور بُرے کاموں سے منع کرنے کے عظیم الشان فریضہ سے مشرف ہے۔ اس کی اس جانب سے غفلت وبے توجہی پورے عالم کے لیے خسارہ ونقصان کا باعث ہے اور اگر ہم نے اس کے خاتمہ کے لیے حتی الامکان کوشش نہیں کی تو تلک وجہیز کی آگ اپنے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرتی رہے گی۔ معاملہ حد سے زیادہ گزر جانے پر عین وقت پر کی جانے والی ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں گی۔ اس وقت تو صرف عذاب الٰہی کا انتظار رہے گا۔'' **اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ** '' اس سلسلہ کی چند قرآنی آیات واحادیث ہر اس شخص کے لیے پیش خدمت ہے جو قرآنی آیات واحادیث پر عمل کرنے میں دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی پر یقین کامل رکھتا ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

''کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ''(۱)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو''۔

''لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسیٰ ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون ، کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ''(۲)

''بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم

(۱) آل عمران: آیت ۱۱۰
(۲) سورۃ المائدۃ: آیت ۷۹۔۷۸

کی زبان سے یہ (لعنت) اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو بُرے کام انہوں نے کر رکھے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے واقعی ان کا فعل بُرا تھا۔''

نبی آخرالزماں سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد ﷺ نے فرمایا: ''**من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ، وذلک أضعف الایمان**''. (۱)

''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کام سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے''۔

''**عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال یا أیھا الناس تقرء ون ھذہ الآیة یاَیّھا الذین اٰمنوا علیکم أنفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم** (المائدۃ:۱۰۵)**وانی سمعت رسول اللہ** ﷺ **یقول ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یأخذوا علی یدیہ أوشک أن یعمھم اللہ بعقاب منہ قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح**''۔(۲)

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو''اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں'' حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب لوگ ظالم کو ظلم کرتا ہوا پائیں اور اس کو ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ عذاب خداوندی ان سب کو اپنے گھیرے میں لے لے (یعنی ظالم اور تماشابیں سب کا ایک ہی انجام ہوگا)''

''**عن حذیفة**ؓ **أن النبی** ﷺ **قال والذی نفسی بیدہ لتأمرون بالمعروف ولتنھون عن المنکر أو لیوشکنّ اللہ ان یبعث علیکم عقابا**

---

(۱) صحیح مسلم ج۱ ص۶۹، دارالتراث العربی، بیروت
(۲) ترمذی ج۵ ص۲۴۰۔ حدیث نمبر ۳۰۵۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

من عنده ثم تدعونه فلا يستجاب لكم" ۔(۱)

''حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کروگے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو گے اور دعائیں قبول نہ ہونگی۔''

اے ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! اے انبیاء کرام کے وارثو! اے قوم وملت کے دردمندو! یہ غفلت و بے توجہی کب تک، صنف نازک کے ساتھ ظلم وستم کی انتہا ہو چکی۔ اب تک تلک وجہیز کی وجہ سے کتنی عورتیں جل کر خاکستر ہو گئیں اور نہیں معلوم کتنی عورتیں جلنے والی ہیں۔ اس جہیز سے پیدا شدہ بدعات وخرافات اور نت نئے فتنوں کی وجہ سے معاشرہ کا نظام درہم برہم اور لوگوں کا سکون واطمینان ختم ہو چکا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سبھی عزم مصمم کریں کہ خود بھی اس لعنت سے بچیں گے اور دوسروں کو بھی بچانے کی سعی کریں گے۔ وعظ ونصیحت، اخبار وکتب اور عملی اقدامات کے ذریعہ تلک اور جہیز کے حرام ہونے اور اس کی خرابیوں و تباہ کاریوں کا نقش لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کریں گے۔ ہم اپنے معاشرہ میں جہیز مخالف کمیٹی تشکیل دے کر اس انسانیت سوز رسم کا خاتمہ کریں گے اور جو لوگ اس تلک اور جہیز پر مصر ہوں ان کا شوشل بائیکاٹ کریں گے۔ اگر ہم اب بھی بیدار نہیں ہوئے تو اس جہیز کی بڑھتی ہوئے تباہ کاریوں کو نہیں روک سکیں گے اور آئندہ نسل ہماری اس وقت کی معمولی کوتاہی کا خمیازہ صدیوں جھیلتی رہے گی۔ جس سے چھٹکارہ پانا ناممکن نہیں تو دشوار ترین ضرور ہوگا۔

کاش آئے وہ بھی دن کہ ہر نوجواں کہے
ہم کو نہیں ہے کوئی ضرورت جہیز کی

☆

---

(۱) ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۲۶۹، ج ۴ ص ۴۰۶۔ ریاض الصالحین ص ۱۰۴۔ فرید بک ڈپو، دہلی

بیوی کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت

اللہ تعالی نے زوجین کے ذریعہ اس جہاں کو معمور وآباد کیا، اس کے درمیان سکون واطمینان اور محبت والفت کی ایک لازوال دولت عطا فرمائی اور حقوق وفرائض کے ذریعہ اس لازوال دولت کی حفاظت فرمائی حقوق کی عدم ادائیگی کو مستحق عذاب وسزا قرار دیا۔خاوند و بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں جس طرح لباس ستر پوشی اور زینت وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں اسی طرح خاوند و بیوی ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے اور ایک دوسرے کے لیے زینت وخوبصورتی اور ایک دوسرے کی ضرورت ااور تکمیل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هن لباس لكم و انتم لباس لهن﴾(۱) ''یعنی وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے''۔

اللہ تعالی نے زوجین کے درمیان محبت والفت کی اپنی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا﴿ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیهاو جعل بینکم مودةو رحمة ، ان فی ذلک لآیة لقوم یتفکرون﴾(۲)''اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں اس لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں''۔

---

(۱) سورہ بقرہ:۱۸٦

(۲) سورہ روم:۲۱

بیوی پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اپنی عزت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے اور اپنے قول وعمل کے ذریعہ شوہر کو خوش رکھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''**ما استفاد المؤمن بعد تقوی الله ، خیراً له من زوجة صالحة، ان امرها اطاعته، و ان نظر الیها سرته، ان اقسم الیها ابرته و ان غاب عنها نصحته فی نفسها و ماله**''(۱) ''مومن کے لیے تقوی کے بعد صالح عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ شوہر اس کو جو کہے وہ مانے، شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کر دے اور شوہر اس کو قسم دے کر کچھ کہے تو اس کی قسم پوری کر دے، اور اگر شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنے نفس کی اور اس کے مال کی پوری حفاظت کرے''۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو امرت احداً أن یسجد لأحدٍ لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها ، ولو انّ رجلاًأمر امراةً ان تنقل من جبل أحمر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل أحمر لکان نولها ان تفعل .(۲)

''اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اور اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے سُرخ پہاڑ کو کالے پہاڑ سے اور کالے پہاڑ کو سُرخ پہاڑ سے بدل دے۔ عورت کے بس میں ہو تو ایسا ضرور کرے''

شوہر کا حق یہ بھی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر بیوی نفلی روزہ نہ رکھے اور نہ کسی کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' **لا یحل لامراةٍ ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه ولا تاذن فی بیته الا باذنہ**''۔(۳)

''کسی عورت کے لیے روزہ رکھنا حلال نہیں ہے جب کہ اس کا شوہر موجود ہو ہاں اس کی اجازت سے (روزہ رکھ سکتی ہے) اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۶ المکتبۃ العلمیۃ بیروت
(۲) ابن ماجہ جلد ۱ ص ۵۹۵
(۳) مسلم جلد ۲ ص ۱۱۷

میں کسی کو آنے کی اجازت نہ ہو''۔

اور جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے تو بیوی کو ضرور آنا چاہیے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' **اذا دعاالرجل امراة الی فراشه فلم تاته فبات غضبان علیها لعنتها الملائکة حتی تصبح** '' (۱)

'' جب شوہر اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ نہ آئی اور شوہر نے رات غصے کی حالت میں گزاری تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں''۔

جنت کی خوشخبری اس عورت کے لیے جو اپنے شوہر کو راضی رکھتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

ایما امراةً ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة(۲)

'' جب کسی عورت کا انتقال ہوجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی''۔

شوہر پر بیوی کا حق یہ ہے کہ اس کی دلجوئی کرے اس کے نان ونفقہ کا انتظام کرے اس کی معمولی غلطیوں کو معاف کرے اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے، اس کو باندی کی طرح نہ مارے ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ:

''**ماحق المرأة علی الزوج قال: ان یطعمها اذا طعم و ان یکسوها اذا اکتسی، ولا یضرب الوجه ولا یقبح ولا یهجر الا فی البیت**''(۳)

'' بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے؟ فرمایا: جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لیے اس کو علیحدہ کرے''، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**خیرکم خیرکم لاهله**''، تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''**اکمل المؤمنین ایمانا**

(۱) مسلم ج۲ص۱۰۶۰، حدیث نمبر ۱۴۳۶
(۲) ابن ماجہ ج۱ص۵۹۵
(۳) ابن ماجہ ج۱ص۵۹۳

واحسنهم خلقا وخيار كم خيار كم لنساء كم خلقا "۔(۱)

''ایمان کے اعتبار سے کامل مومنین وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ ہیں جو تم میں عورتوں کے لیے بہتر ہوں''۔

شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی کی خوبیوں پر نگاہ رکھے اور معمولی کوتاہیوں وغلطیوں کومعاف کرے اور اسکی فطری کجی پر صبر کرتے ہوئے اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **لا يفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضى منها آخر (۲)**

''کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے اگر اسکی ایک عادت ناپسند ہوتو اسکی دوسری عادت سے راضی ہوجائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان المرأة خلقت من ضلع لن تستقيم لک على طريقة ، فان استمتعت بها استمتعت لها وبها عوج ، وان ذهبت تقيمها كسرتها وكسرها طلاقها۔(۳)

''بلاشبہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے تم ہرگز اس کو سیدھی نہیں کر سکتے ،اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو کجی کے باوجود فائدہ اٹھاؤ ،اگر تم نے اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کی تو تم اس کو توڑ دوگے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

ایک صحابی باوجود تقویٰ پرہیز گاری کے اپنی بیوی کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، ان سے حضور ﷺ نے فرمایا، "**ولزوجک علیک حقا**"(۴)''تمہاری بیوی کا تجھ پر حق ہے''۔

خاوند و بیوی دونوں کو اپنے اپنے حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہ لینا

---

(۱) ترمذی جلد۳ص ۴۶۶، حدیث نمبر۱۱۶۲
(۲) مسلم ج۲ص۱۰۹۱، حدیث نمبر ۱۴۶۹
(۳) مسلم ج۲ص۱۰۹۱
(۴) بخاری ج۱ص ۳۳۸

چاہئے، ہرایک کو اپنے کیے کا حساب اللہ کے سامنے دینا ہوگا اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ معجزانہ کلام جس کی تفصیل ہزاروں صفحات میں بھی نہ سما سکے، ملاحظہ فرمائیے۔

''كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته، الامام راع و مسئول عن رعيته، الرجل راع فى اهله و هو مسئول عن رعيته و المرأة راعية فى بيت زوجهاو مسئولة عن رعيتها، والخادم راع فى مال سيده، و مسئول عن رعيته، قال وحسبت ان قد قال والرجل راع فى مال ابيه و مسئول عن رعيته و كلكم راع و مسئول عن رعيته''(۱)

''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، اور خادم اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے، اس کی نگہبانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا آدمی اپنے والد کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور ہر ایک نگہبان ہے اسکے ماتحت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔

اسلام سے قبل عورت ظلم وستم کی چکی میں پس رہی تھی اسلام نے اس کو عزت و سربلندی عطا کی اور اس کو تمام جائز حقوق سے نوازا۔ حضور اکرم ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک فرمایا اور آپ کے ارشاد کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف امت نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا ایسا درخشاں باب ہمارے لیے چھوڑا ہے، جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ لیکن افسوس کہ آج عورتوں کے حقوق سے غفلت اور لاپرواہی عام ہوتی جارہی ہے، شادی کے موقع پر جہیز کا مطالبہ جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے، اور مطلوبہ جہیز نہ ملنے پر ان پر ظلم وستم کرنا اور ان

(۱) بخاری ج۱ص۱۶۰باب الجمعہ فی القری والمدن۔دارالمعرفۃ بیروت

کو زندہ جلا دینا ایک ایسا گھناؤنا فعل ہے جس سے درندوں کا بھی سر شرم سے جھک جائے اور اپنی درندگی ہیچ معلوم ہونے لگے،مہر کی ادائیگی سے خاوند ساری زندگی اس قدر غافل ہوتا ہے کہ بستر مرگ پر ہی یاد آتا ہے کہ ابھی ہم نے مہر تو ادا نہیں کیا چلو اب تو معاف کرالیا جائے ،معمولی معمولی باتوں پر بے تحاشہ مار پیٹ کرنا ، عفوو درگزر سے کام نہ لینا، بیوی کی خوبیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے عیوب کی تلاش وجستجو میں لگے رہنا غصہ میں آپے سے باہر ہوئے تو اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دینا۔ یہ عورتوں پر ظلم وستم کے نمایاں ابواب ہیں جن کا چلن عام ہو چکا ہے، حالانکہ قرآن وحدیث میں عورتوں کے حقوق کی ادائیگی پر اجر وثواب اور عدم ادائیگی پر وعید ومذمت وارد ہوئی ہے، لیکن افسوس کہ اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت یا واقفیت کے باوجود عمل نہ کرنا امت مسلمہ کی پہچان بنتی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دوسری شادی کب اور کیسے؟

اسلام میں تعدد ازدواج اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بیویوں کے ساتھ عدل ومساوات کیا جائے، اگر شوہر کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ ان کے درمیان مساوات وانصاف نہیں قائم رکھ سکے گا تو اس کو صرف ایک بیوی پر اکتفاء کرنا چاہیے، ارشاد ربانی ہے۔

''و ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلاث ورباع، فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ أوما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا(۱)''

''اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے، اور تین تین عورتوں سے، اور چار چار عورتوں سے، پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کردو، یا جو لونڈی تمہارے ملک میں ہے وہی سہی اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے''۔

جمہور علماء کے نزدیک ایک مرد کو صرف چار شادی کرنے کا اختیار حاصل ہے، چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا منع ہے، حضور اکرم ﷺ نے چار سے زیادہ بیویوں کے شوہر کو حکم فرمایا کہ چار کے علاوہ بقیہ کو طلاق دیدو، روایت ہے کہ

---

(۱) سورۃ النساء:۳

آپ ﷺ نے غیلان بن امیہ الثقفی کو حکم دیا کہ" اختر منهن اربعاً وفارق سائرهن "(۱) "یعنی ان میں سے چار کا انتخاب کرلو بقیہ کو طلاق دیدو"۔ حارث بن قیس کہتے ہیں کہ میں اس حال میں داخل ایمان ہوا کہ میرے نکاح میں آٹھ بیویاں تھیں، میں نے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اختر منهن اربعاً "(۲) ترجمہ:۔"ان میں سے چار کا انتخاب کرلو"۔

اسلام سے قبل مشرکین عرب میں لامحدود نکاح کا رواج تھا، اسی طرح ہندو دھرم کی معزز ہستیوں میں ایک سے زیادہ شادیوں کا چلن تھا، افریقہ، ہندوستان، چین، البانیہ، یوگوسلاویہ، ڈنمارک وغیرہ میں، کئی کئی شادیوں کا رواج تھا، لیکن اسلام میں چار نکاح کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل ومساوات کا معاملہ کیا جائے، عدم انصاف اور مساوات کا اندیشہ ہوتو صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے تعدد ازواج کو موضوع بنا کر اسلام کے خلاف زہر افشانی کرنا سراسر ظلم وزیادتی ہے، اور ناقابل معافی جرم ہے۔

اسلام نے کئی مصلحتوں کی بنا پر تعدد ازواج کی اجازت دی ہے:

۱۔ اسلام سارے انسانوں کے لیے آیا ہے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی ہر ممکن سعی کرے، اس کام کو کما حقہ نہیں انجام دیا جاسکتا ہے، جب تک کہ مجاہدین، ہر علم وفن کی یکتائے روزگار ہستیاں موجود نہ ہوں، مسلمانوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر مجاہدین، دعاۃ، اور ماہرین علم وفن کی کثرت ہوگی، اسی قدر پیغام رسالت کی تبلیغ میں آسانی ہوگی۔

۲۔ اسلامی سلطنت کو باطل طاقتوں سے مقابلہ کرنے، باطل کو مٹانے اور حق کو قائم کرنے کے لیے مجاہدین کی اشد ضرورت ہوتی ہے، مجاہدین کی شہادت کے بعد ان کی بیویوں اور یتیم بچوں کی کفالت اور ان کی عفت وعصمت کی حفاظت کا بہترین راستہ

---

(۱) ترمذی: ج ۳ ص ۴۳۵، ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۲۸
(۲) ابن ماجہ: ج ۱ ص ۶۲۸

تعدد ازواج ہے۔

۳۔ بعض خطوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اور مردوں کی شرح پیدائش کم ہوتی ہے، ایسے علاقوں کے باشندگان کے لیے اسلام میں اسکا بہترین حل موجود ہے۔

۴۔ بیوی کے مطیع وفرمانبردار ہونے کے باوجود اس پر ایسے ایام گذرتے ہیں جن میں وہ وظیفہ زوجیہ ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہے، مثلاً حیض ونفاس کے ایام، اس طویل مدت میں مرد کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا شدید خطرہ رہتا ہے، جو جنسی خواہش پر کنٹرول نہیں کر پاتا، ایسی حالت میں دو ہی راستے رہ جاتے ہیں کہ یا تو دوسری شادی کی اجازت دی جائے یا اس کو زنا کی کھلی چھوٹ دی جائے کہ وہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کے ساتھ منہ کالا کرتا پھرے، اسلام نے زنا کو حرام اور دوسری شادی کو حلال قرار دیا۔ بھلا بتلایئے یہ انسانیت کے ساتھ انصاف ہے یا ظلم؟

۵۔ بیوی بانجھ ہے، ساری تدابیر کے باوجود اولاد نہیں ہو رہی ہے مرد کو تمنا وآرزو ہے کہ اولاد اس کے دل کا سکون، آنکھوں کی ٹھنڈک اور بڑھاپے کا سہارا ہو یا وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس سے شفا کی امید معدوم ہوچکی ہے، گھر کا نظام درہم برہم ہے، ایسی حالت میں مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہ دینا ظلم ہے اور یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو مختلف بہانوں سے ہلاک کردے یا طلاق دے کر جدا کردے، ان حالات میں اسلام نے پہلی بیوی کے ساتھ دوسری شادی کی اجازت دی ہے۔

۶۔ بعض مرد کو ایک عورت سے جنسی خواہش پوری نہیں ہوتی ہے اس کے اندر جنسی پیاس وتشنگی باقی رہتی ہے اگر اس کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی جائے تو زنا میں ملوث ہوجانے کا اندیشہ ہے خصوصاً گرم علاقوں کے رہنے والوں میں جنسی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔

۷۔ نسل انسانی کی افزائش کے لیے ضروری ہے کہ چار شادیوں کی اجازت دی جائے، حضور ﷺ نے فرمایا **"تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم"** (یعنی تم زیادہ بچہ جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو تا کہ میں

تمہاری وجہ سے اور امتوں پر فخر کروں)

۸۔ اللہ تعالی نے تعدد ازدواج کے ذریعہ ساری انسانیت پر رحم وکرم کا معاملہ فرمایا اور معاشرہ سے زنا و بے حیائی، بداخلاقی و بدکرداری کا خاتمہ کیا اور عورتوں کو ہر قسم کا تحفظ عطا فرما کر اس صنف نازک پر خصوصی احسان فرمایا۔

جس معاشرہ میں دوسری شادی مذموم و ناپسندیدہ ہے ان کے یہاں:

۱۔ فسق و فجور، زنا و بے حیائی عام ہے، اور طوائفوں اور جسم فروش عورتوں کی کثرت ہے۔

۲۔ ان کے یہاں ناجائز بچوں کی پیدائش جائز بچوں کے برابر ہے

۳۔ وہ مہلک بیماریوں وذہنی کشمکش والجھن میں مبتلا ہیں۔

۴۔ ان کے اندر سے جوانمردی و بہادری ختم ہو چکی ہے۔

۵۔ رشتۂ نکاح کا بندھن کمزور سے کمزور ہو چکا ہے۔ اس معاشرہ میں جتنی شادیاں ہوتی ہیں اسی قدر طلاق کے واقعات بھی رونما ہو رہے ہیں، اور معمولی معمولی باتیں طلاق کا سبب بن جاتی ہیں۔

۶۔ ایسے معاشرہ میں صحیح النسب اولاد کی قلت ہو جاتی ہے، والد اپنی اولاد کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ میری ہی اولاد ہیں۔۔۔ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت عظیم فوائد ومصالح کی بنیاد پر دی ہے، لیکن اگر شوہر کو عدل ومساوات قائم نہ رکھ سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

ورنہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''**من كانت عنده امرأتان فلم يعدل بينهما ، جاء يوم القيامة وشقه ساقط**'' (۱) ''جس کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان دونوں کے مابین انصاف ومساوات نہیں کیا تو قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا''۔

بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف ظاہری چیزوں میں ہے لیکن اگر فطری طور پر

---

(۱) ترمذی ج ۳ ص ۴۴۷، عن ابی ھریرۃ، حدیث نمبر ۱۱۴۱

دل کا میلان کسی ایک کی طرف ہوتو یہ قابل گرفت نہیں ہے، یہی مطلب ہے اس آیت کریمہ کا ''**ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة** ''(۱) ''اورتم سے یہ تو کبھی نہ ہوسکے گا کہ سب بیویوں سے برابری رکھو گوتمہارا جی کتنا ہی چاہے تو تم بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے ایسا کردو جیسے کوئی ادھر میں لٹکی ہوئی ہو''۔

اورحدیث ہے ''**عن عائشةؓ قالت: ان النبی ﷺ کان یقسم بین نسائه فیعدل ویقول :اللھم ھذا قسمتی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا أملک**''.(۲)

ترجمہ: ''حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہﷺ ازواج مطہرات کے یہاں رات گزارنے کی باری کی تعیین میں مساوات فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے، تو میری گرفت نہ فرما اُس چیز میں جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں ہے''۔

بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہونگے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

''**ان المقسطین عنداللہ علی منابر من نور عن یمین الرحمن وکلتا یدیه یمین، الذین یعدلون فی حکمھم واھلیھم وما ولوا**'' (۳)
بیشک انصاف کرنے والے، اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہونگے اور اللہ کے دونوں ہاتھ یمین (دایاں) ہیں، یہ وہی لوگ ہونگے جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتے ہیں''۔

الغرض اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت اس شرط پر موقوف ہے کہ

---

(۱) سورہ نساء: آیت ۱۲۹۔
(۲) ترمذی ج ۳ ص ۴۴۶۔حدیث نمبر ۱۱۴۰۔
(۳) صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۵۸۔حدیث نمبر ۱۸۲۷۔داراحیاءالتراث العلمی، بیروت، نیز ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۶۰۔

بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے اگر کسی کو عدل وانصاف نہ کرنے کا اندیشہ بھی ہوتو اس کو ایک ہی شادی پر اکتفا کرنا چاہیے اور بیویوں کے ساتھ عدل وانصاف نہ کرنے کا غالب گمان ہوجانے کی صورت میں دوسری شادی کرنا ناجائز ہے، لیکن صاحب دولت وثروت جو بیک وقت دو، تین، چار بیویوں کو رکھنے کی طاقت وقوت رکھتے ہوں اور ان کو بیویوں کے مابین عدل ومساوات کا یقین ہو اور معاشرہ میں مطلقات و بیوائیں ہوں تو ایسے اشخاص کو ضرور آگے آنا چاہیے تاکہ مطلقات و بیواؤں کی جملہ ضروریات کی تکمیل کے ساتھ جنسی تسکین کا پاکیزہ ذریعہ بھی میسر آجائے اور ان کی بدحالی وپسماندگی کا خاتمہ ہوجائے۔

بیوی کو معلق رکھنا جائز نہیں

زوجین کی خوشگوار زندگی کی علامت یہ ہے کہ ان کے مابین لطف ولطافت، محبت والفت، تعلق ووابستگی، شفقت ومودّت کی لو تیز سے تیز تر ہوتی رہے۔ ایک دوسرے کے ہمراز ودمساز اور عیب پوش وستر پوش ہوں۔ ایک دوسرے کی محبت سے خاندانی ترقی واستحکام حاصل ہو، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دونوں کو مناسب حال حقوق وفرائض عطا کر کے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی، سکون واطمینان عطا کیا۔ اور حقوق کی ادائیگی پر اجر وثواب اور عدم ادائیگی پر عذاب وسزا مقرر کی۔

اسلام نے عورت کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اس کی خوبیوں کو سراہنے اور اس کی معمولی غلطیوں کو معاف کرنے کی تاکید کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''وعاشروهنّ بالمعروف فان كرهتموهنّ فعسىٰ أن تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيراً كثيراً''(۱)

''ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے تم ایک شئ کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے''۔

اسلام نے ان تمام چیزوں کو جائز قرار دیا جس سے زوجین (میاں بیوی) کی زندگی خوشگوار ہو جائے اور ان تمام راستوں کو ناجائز قرار دیا جن سے دونوں کی زندگی میں تلخی وبدمزگی پیدا ہو جائے اور معاملہ طلاق تک جا پہنچے۔ اگر چہ مجبوری کی حالت میں

---

(۱) سورۃ النساء آیت ۱۹

طلاق دینا جائز ہے لیکن اللہ کے نزدیک طلاق حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ابغض الحلال الی اللہ الطلاق''(۱)

''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''۔

دوسری جانب عورت کو بھی بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایما امرأۃ سألت زوجھا طلاقھا من غیر باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ''۔(۲)

''جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کیا تو اس (عورت) پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

اسی طرح کسی مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ زوجین کی خوشگوار زندگی میں تلخی و بدمزگی پیدا کر دے۔ ان کے درمیان جدائی کی کوئی تدبیر کرے۔ ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی اور نفرت وعداوت ڈال دے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لیس منّا من خبّب امرأۃ علی زوجھا أو عبداً علی سیّدہ''(۳)

''وہ ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اکسایا''۔

اور ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''لاتسأل المرأۃ طلاق اختھا لتکفی ما فی اناء ھا''۔(۴)

''یعنی کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق طلب نہ کرے تاکہ وہ ان نعمتوں اور

---

(۱) ابوداؤد: ج۲ص۲۶۱، عن ابن عمر

(۲) ترمذی ج۳ص۴۹۳، ابوداؤج ۲ص۲۷۶

(۳) ابوداؤد: ج۲ص۲۶۱

(۴) سنن الترمذی ج۳ص۴۹۵۔ باب ماجاء لاتسأل المرأۃ طلاق اختھا۔

خوشحالیوں کو حاصل کر لے جو اس کی بہن کو حاصل ہے''۔

زوجین کے درمیان محبت والفت اور شفقت ومحبت کے بجائے نفرت وعداوت پیدا ہو جائے اور دونوں کی زندگی ناخوشگوار واذیت ناک ہو جائے اور دونوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب ایک دوسرے کے ساتھ رہنے میں حدود اللہ سے تجاوز کر جائیں گے تو ایسی حالت میں شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ لیکن طلاق دینے سے پہلے اس کو چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل تدابیر کو بھی بروئے کار لائے۔ غصہ میں یا بلا سوچے سمجھے طلاق نہ دے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''والّٰتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن، فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا . ان الله كان عليا كبيراً . وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكماً من اهله وحكما من اهلها . ان يريدا اصلاحاً يوفق الله بينهما، ان الله كان عليما خبيراً''. (۱)

''اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیٰحدہ رہو اور مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے، اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے''۔

جب صلح وصفائی کی ساری تدابیر ناکام ہو جائیں تو آخری چارۂ کار کے طور پر شوہر کو طلاق کی اجازت ہے، لیکن وہ بیک وقت تین طلاق نہ دے، عدت کے دوران حسن سلوک اور ضروریات کی تکمیل کا خیال رکھے اور عدت ختم ہونے کے بعد خوش اخلاقی کے ساتھ جدا کر دے۔ یا عورت جب خلع کی درخواست کرے تو اس کے عوض

(۱) سورۃ النساء آیت ۳۴، ۳۵

اس سے ایسا مطالبہ نہ کرے جس کی ادائیگی اس کے لیے دشوار و تکلیف دہ ہو، جس قدر اس نے مہر ادا کیا ہے اس سے زیادہ نہ لے، اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بیوی کو مختلف طریقوں اور بہانوں سے معلق رکھے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''الطلاق مرّتان ، فامساک بمعروف أو تسریح باحسان، ولا یحل لکم أن تأخذوا ممّا اٰتیتموھنّ شیئاً الّا أن یخافا ألاّ یقیما حدود الله ، فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به''(۱)

''طلاق دو مرتبہ کی ہیں، پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ، اور تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے (سہی) جو تم نے ان کو (مہر میں) دیا تھا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے''۔

''واذا طلقتم النسآء فبلغن أجلھن فأمسکوھن بمعروف أو سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضراراً لتعتدوا''.(۲)

''اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دیدی پھر وہ اپنی عدت گزارنے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو تم ان کو قاعدے کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے''۔

''واذا طلقتم النساء فبلغن أجلھن فلا تعضلوھن أن ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف''۔(۳)

''اور جب تم لوگوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی پھر وہ عورتیں اپنی عدت

---

(۱) سورۃ البقرۃ: آیت ۲۲۹
(۲) سورۃ البقرۃ: آیت ۲۳۱
(۳) سورۃ البقرۃ: آیت ۲۳۲

بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں۔ جبکہ باہم رضامند ہو جاویں قاعدہ کے موافق''۔

''فاذا بلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوی عدل منكم وأقيموا الشهادة لله''.(۱)

''پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت گزارنے کے قریب پہنچ جائیں (تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو (اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑے تو) ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے (بلا رورعایت) گواہی دو''۔

ان آیات قرآنیہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ بیوی کو معلق رکھنا جائز نہیں ہے، زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد متعین نہیں تھی، سو طلاق کے بعد بھی ظالم شوہر سے رہائی نصیب نہیں ہوتی تھی، شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور جب چاہتا رجوع کر لیتا۔ بے چاری عورت نہ اس شوہر کی محبت پاتی اور نہ جدا ہو پاتی کہ دوسرے مرد سے شادی کر کے اپنی زندگی خوشگوار بنا سکے۔لیکن اسلام نے صنف نازک پر احسان کرتے ہوئے طلاق کی آخری حد متعین کر دی تا کہ عورت کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا اور نہ اس کو طلاق دے کر جدا کرتا ہے اور نہ خلع کے لیے تیار ہے تو ایسی حالت میں عورت کو اسلامی عدالت میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ قاضی شریعت دونوں کے بیانات، گواہوں کے بیانات اور تحقیق وغور وفکر کے بعد دونوں میں تفریق کر سکتے ہیں۔

عورت ہندو دھرم اور عیسائی مذہب میں ایسی مجبور و لاچار ہے کہ شادی کے بعد جدا نہیں ہو سکتی ہے اور یہودی مذہب میں معمولی معمولی باتوں پر شوہر کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔ موجودہ یورو پی قانون میں دونوں کو طلاق کا حق حاصل ہے جب چاہے شوہر طلاق دے دے اور جب چاہے بیوی طلاق لے لے۔ اس افراط وتفریط کے

---

(۱) سورۃ طلاق: آیت۲

مابین اسلامی قانون ہے جس میں رشتۂ نکاح کی گرہ مضبوط و مستحکم ہے۔آخری چارۂ کار کے طور پر طلاق کی اجازت ہے۔عورت کے لیے بدرجہ مجبوری خلع اور تفریق کا حق حاصل ہے۔

الغرض اسلام نے رشتۂ نکاح کو حقوق وواجبات اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعہ مضبوط و مستحکم بنادیا ہے۔یہ ایک ایسا پاکیزہ رشتہ ہے جس کے ذریعہ نسل انسانی کی افزائش ہوتی ہے اور زوجین کو ایک دوسرے سے سکون وراحت اور تعاون ومدد ملتی ہے۔زنا اور اس کے محرکات سے نجات ملتی ہے،خطرناک بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے لیکن جب میاں بیوی کو ایک دوسرے سے سکون وراحت نہ ملے۔آئے دن کی لڑائی وجھگڑے سے گھر کا سکون واطمینان اور راحت وآرام ختم ہوجائے اور صلح وصفائی کی ساری تدابیر بے سود وبے کار ہوجائے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو بھلے طریقے سے طلاق دے کر جدا کردے یا جب عورت طلاق کا مطالبہ کرے تو بلا وجہ ٹال مٹول سے کام نہ لے۔

مطلّقات وبیواؤں کی شادیاں

اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ اس نے آخری چارہ کار کے طور پر طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔میاں بیوی میں تعلقات حد سے زیادہ کشیدہ ہوجائیں ، نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور حدود اللہ کو قائم رکھنا دونوں کے لیے دشوار ہوجائے اس وقت طلاق کی اجازت ہے۔(۱) اس لیے معاشرہ میں مطلقات کا وجود فطری امر ہے اسی طرح موت کا آنا یقینی ہے تو بیواؤں سے کوئی معاشرہ خالی نہیں ہے،اگر کوئی عورت مطلقہ یا بیوہ ہوجائے اور جنسی خواہشات کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہوتو ایسی حالت میں ان کی شادی ضروری ولازمی ہوجاتی ہے،اگر ان کوشادی کی اجازت نہ دی جائے تو فسق وفجور اور زنا وبے حیائی کی راہیں ہموار ہونے کا قوی امکان ہے۔زنا کیا ہے؟ دونوں جہاں کے خالق ومالک نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

”لاتقربوا الزنیٰ انه کان فاحشة وسآء سبیلا“ (۲) زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی (کی بات)اور بُری راہ ہے“۔

مومن مرد اور مومن عورت زنا نہیں کرتے ہیں۔ارشاد خداوندی ہے:

” والذین لا یدعون مع الله الٰهاً آخر ولا یقتلون النفس التی

---

(۱) ملاحظہ ہو سورہ نساء: آیت ۳۴۔۳۵

(۲) بنی اسرائیل: آیت ۳۲

حرم الله الا بالحق ولا یزنون، ومن یفعل ذلک یلق أثاما" (۱)

"اور جو کہ اللہ کے ساتھ کسی معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اُسکو سابقہ پڑے گا"۔

ازواج مطہرات میں صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ ایسی تھیں جو حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے کسی اور کی زوجیت میں نہیں رہی تھیں، حضور اکرم ﷺ کی پیروی واتباع میں صحابہ کرام اور اسلاف امت نے مطلقات اور بیواؤں سے نکاح کیا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے عمل کا روشن باب ہے، کبھی عالمی جنگ، کبھی دو ممالک کی جنگ اور کبھی دو خاندانوں کی جنگ وجدال کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں بیحد کمی ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایک سچے مذہب کی علامت وخوبی یہ ہے کہ وہ ایسا جامع قانون بنائے جس میں عورتوں کو بقیہ مردوں کے نکاح میں دے دیا جائے تاکہ ان کے نان ونفقہ اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کا پاکیزہ ذریعہ میسر آجائے اور معاشرہ ہر قسم کی گندگیوں سے محفوظ رہے۔ اسلام نے مرد کو چار شادیوں کی اجازت دے کر عورتوں پر احسان عظیم کیا ہے اور جنسی خواہش کی تسکین کا پاکیزہ ذریعہ، نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام کر کے ان کو ہر طرح کی ذلت ورسوائی سے محفوظ کر دیا ہے۔

ہندو دھرم میں طلاق کا تصور ہی نہیں، اگر کوئی مرد اپنی مذہبی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر کے مرجانے کے بعد ان کا شوہر کی چتا میں جل جانا عین ثواب ونجات ...... اگر ایسا نہ کرے تو ساری زندگی کلفت وپریشانی اور ذلت ورسوائی کا مقابلہ کرتی رہے (۲)

عیسائی مذہب میں طلاق کا تصور نہیں ہے اسی وجہ سے اس مذہب میں مطلقات

---

(۱) سورہ فرقان: آیت ۶۸
(۲) الزواج والطلاق فی جمیع الادیان لفضیلۃ الشیخ المراغی ص ۵۵۲۔۵۵۳

کی پریشانی کو حل کرنے کی بجائے دوسری شادی کو زنا قرار دیا گیا ہے(۱) لیکن اسلام میں مطلقات و بیواؤں سے شادی کی ترغیب وتاکید کی اس سے روشن مثال کیا ہوسکتی ہے کہ سرور کائنات محمد ﷺ نے اپنا سب سے پہلا نکاح ایک بیوہ سے کیا۔حضرت عائشہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات دوسروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔تاریخ شاہد ہے کہ اس اسلامی قانون سے انسانیت کو وہ عظیم فوائد حاصل ہوئے ہیں جو قید تحریر سے باہر ہیں۔اس کی اہمیت سے وہ ممالک اچھی طرح واقف ہیں جہاں کسی بنیاد پر مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔لیکن افسوس کہ ہندوانہ تہذیب کے اثرات کی وجہ سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بھی مطلقہ و بیوہ کی شادی معیوب سمجھی جانے لگی ہے۔اس غلط مفروضہ کے خاتمہ کے لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ،سید احمد شہید اور انکے رفقاء مولانا محمد قاسم نانوتویؒ،مولانا محمد علی مونگیریؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے اپنے دور میں پورے ہندوستان میں مطلقہ و بیوہ عورتوں سے شادی کی منظم تحریک چلائی تھی،جس میں ان کو بڑی حد تک کامیابی ملی تھی،سید احمد شہیدؒ نے اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں اسکو غیر اسلامی ذہنیت قرار دیتے ہوئے نکاح بیوگان کی ترغیب وتاکید کی اور اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرکے اس تحریک میں عملی طور پر بھی حصہ لیا،اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ''نکاح بیوگان'' کی تحریک شروع کی تو سب سے پہلے اپنی بیوہ بہن کا نکاح کیا۔حالانکہ ان کی بہن عمر رسیدہ ہوچکی تھی لیکن وہ ایک سنت کو زندہ کرنے کی خاطر دوسری شادی پر آمادہ ہوگئیں۔مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے عمل پیہم اور جہد مسلسل کی وجہ سے ''نکاح بیوگان'' کو معیوب سمجھنے کے رجحان میں تبدیلی آئی اور امت مسلمہ کو غیر اسلامی رجحان وعقیدہ سے نجات اور ایک سنت پر عمل کرنے کی سعادت ملی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تلک اور جہیز کے غیر اسلامی ہونے اور اسکے عظیم نقصانات کی وضاحت فرماتے ہوئے ضمناً یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''...... ہمارے بزرگوں نے اور دینی اصلاح وتحریک کے علمبرداروں نے پچھلی صدی میں اس

---

(۱) فقہ السنۃ للسید سابق: ج۲ص۲۱۹،دارالکتاب العربی،بیروت

سے کہیں کم درجہ کی بات ''نکاح بیوگان'' کو جو صرف ہندوستان میں برادران وطن کے اثر سے معیوب اور ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی، رواج دینے اور اس جاہلی اور غیر اسلامی ننگ و عار کے تصور اور عرف کو مٹانے کے لیے زبردست کوشش کی اور اس کے بارے میں صحیح اسلامی موقف اور اسکے مشروع و مسنون ہونے کی حقیقت کو واضح اور روشن کیا اور انکے مساعی سے اس جاہلی اور غیر اسلامی عرف و رواج میں بہت بڑا فرق پڑ گیا۔(۱)

آج پھر ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے ملک میں منظّم طور پر اس تحریک کا آغاز کیا جائے، علماء، ائمہ وخطباء، رہبران قوم وملت، مصلحین ومبلغین، صاحب اثر و رسوخ، صاحب دولت وثروت اور نوجوانان ملت اس کی جانب خصوصی توجہ دیں، اور تحریر وتقریر، وعظ ونصیحت، گفتگو وذہن سازی، دستخطی مہم اور عملی اقدامات کے ذریعہ مطلقات و بیواؤں سے نکاح کا ماحول بنائیں اور ان سے نکاح کو معیوب سمجھنے یا ناقابل التفات ہونے کے رجحان وفکر کو بدلنے کی ہر ممکن سعی کریں اور ان مطلقات و بیواؤں کی ذہن سازی کریں جو شادی کی ضرورت محسوس کرتی ہیں لیکن عرف ورواج کی وجہ سے دوسری شادی پر بظاہر آمادہ نہیں ہوتی ہیں۔

(۱) تعمیر حیات ۲۵/دسمبر ۱۹۸۶ء

پڑوسیوں کے حقوق

اسلام نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے،قریب رہنے کی وجہ سے ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی سے تکلیف پہونچنے کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے، اس لیے ایک سچے مذہب کا فرض ہے کہ وہ ایک ایسا ضابطہ بنائے، جس سے دونوں کے مابین محبت و یگانگی قائم رہے، اور معاشرہ جہنم کدہ کے بجائے جنت نشان بن جائے، اسلام نے اس سلسلہ میں جو اصول و ضابطہ پیش کیا ہے،اس کی نظیر و مثال دوسرے مذاہب کی موجودہ کتابیں پیش کرنے سے قاصر ہیں،تورات وانجیل وغیرہ میں،گرچہ پڑوسی کے حقوق پر بحث کی گئی ہے،لیکن آخری و تکمیلی مذہب اسلام کی تو شان ہی نرالی ہے کہ اس کا ضابطہ واصول ہر زمان ومکان کے لیے یکساں مفید ونافع ہے۔

پڑوسی کے حقوق میں بھی درجہ بندی ہے، ایسا پڑوسی جو رشتہ دار ہو، ہم مذہب ہو اور تعلق ومحبت کا واسطہ ہو،اس کو اس پڑوسی پر ترجیح دی جائے گی جو رشتہ دار ہم مذہب نہ ہو، اللہ نے اپنے بندوں کو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:''**واعبدوا الله و لا تشركوا به شيئا و بالوالدين احسانا وبذى القربىٰ واليتمىٰ والمسٰكين والجار ذى القربىٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وما ملكت ايمانكم ان الله لا يحب من كان مختالاً فخوراً**''۔(۱)

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب

---

(۱) سورہ نساء آیت ۳۶

غرباء کے ساتھ بھی اور پاس پڑوس والے کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں، شیخی کی باتیں کرتے ہوں''۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے،''**والله لا یومن والله لا یومن والله لا یومن قیل من یا رسول الله ؟ قال لا یأمن جاره بوائقه**'' (۱)
''خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا، پوچھا گیا کون؟ فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں''۔

دوسری جگہ فرمایا؛'' **من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یؤذ جاره**'' (۲)''جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے''۔

پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار مسلم ہو یا غیر مسلم اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کی تکلیف دور کرنے کی اسلام نے تاکید کی ہے، قرآن و حدیث کے مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ پڑوسی کا حق رشتہ دار کے قریب قریب ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''**ما زال یوصینی جبریل بالجار حتی ظننت انه سیورثه**''(۳)
''مجھے جبریلؑ ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھا کہ وہ اس کو پڑوسی کے ترکہ کا حقدار بنا دیں گے''۔

پڑوسی کے درمیان محبت و تعلق میں اضافہ کا بہترین ذریعہ ہدایا و تحائف ہیں اس سے محبت قائم ہی نہیں رہتی بلکہ دن بدن بڑھتی بھی رہتی ہے، ہدیہ کے لیے کسی اہم اور وقیع چیز کی ضرورت نہیں بلکہ معمولی چیز بھی بھیجی جا سکتی ہے، کچھ نہ ہو تو گوشت کا شوربہ بھی کافی ہے اگر چہ زیادہ پانی بڑھا کر کیوں نہ ہو۔

---
(۱) بخاری ج ۴ ص ۵۳ دار المعرفۃ بیروت لبنان
(۲) بخاری ج ۴ ص ۵۴
(۳) بخاری ج ۴ ص ۵۳

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **یا أبا ذر اذا طبخت مرقة فاکثر ماء ها وتعاهد جیرانک** (۱)

''اے ابوذر جب تم شوربہ دار گوشت بناؤ تو اس کے شوربہ کو زیادہ کردو اور اپنے پڑوسی کی دیکھ ریکھ کرو''۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: '' **یا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها و لوفرسن شاة** ''(۲)''اے مسلمانوں کی بیویو! اے مسلمان عورتوں تم میں سے کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کے لیے حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کی کھر ہی کیوں نہ ہو''۔

ہدیہ دینے میں اس پڑوسی کو ترجیح دی جائے گی جو دروازے سے قریب ہو حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا: ''**ان لی جارین بأیهما ابدأ قال : بأدناهما بابا**''. (۳)

''میرے دو پڑوسی ہیں ان میں کس سے شروع کریں؟ تو آپ نے فرمایا: جو ان میں دروازے کے اعتبار سے زیادہ قریب ہوں''۔

پڑوسی کیساتھ اخلاق سے پیش آنا ایک اچھے پڑوسی کی خصوصیت ہے، اور اخلاق نام ہے حسن معاملہ اور حسن سلوک کا، اس کا پڑوسی بیمار تو نہیں، اس کا پڑوسی بھوکا تو نہیں، اس کا پڑوسی کسی مصیبت و پریشانی کی حالت میں تو نہیں، اس کی فکر و خبر گیری کرنا اور اس کی مصیبت کو دور کرنا ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، اس کا پڑوسی بیماری سے کراہ رہا ہے، اس کے بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں، وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے، لیکن خود اپنے بیوی بچوں کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی گزار رہا ہے، بہترین کھانوں سے اس کا دسترخوان آراستہ ہے، وہ اپنے آپ ہی میں مست و مگن ہے تو اس کو اللہ کے

---

(۱) مسلم ج۴ص۲۰۲۵، حدیث نمبر۲۶۲۵
(۲) بخاری ج۴ص۵۴
(۳) ابوداؤد: ج۴ص۳۴۱

سامنے جوابدہی کے لیے تیار رہنا چاہئے، آنکھ بند ہوتے ہی دنیاوی عیش وآرام، دولت وثروت اورعزت ووقار سے ہمیشہ کے لیے اس کا رابطہ وتعلق یکلخت ختم ہوجائے گا، پھر کف افسوس ملنے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، اللہ ہمیں پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مغربی تہذیب کے تحفوں میں سے ایک تحفہ یہ بھی ہے کہ اس نے انسانوں کو انسانیت سے دور کیا اور مال کی محبت، خودغرضی ومفاد پرستی، عیش وسرمستی کی محفلیں سجائے اور اپنی دنیا میں مست ومگن رہنے کا درس دیا، اس نے حقوق کی ادائیگی کو لغو اچھے اخلاق و کردار کے مظاہرے کو بے سود، بڑوں کے ساتھ احترام اور چھوٹوں سے شفقت کے معاملے کو لاحاصل اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب وکتاب کو دجل وفریب قرار دیا ہے، مغربی معاشرہ میں پڑوسی کس حالت میں ہے، وہ بھوکا ونگا ہے، وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے، وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے، اس کی بھی خبر پڑوسی کو نہیں ہوتی ہے بلکہ سلام وملاقات کی نوبت نہیں آتی، حالانکہ وہ برسوں سے ایک دوسرے کے قریب رہتے اور بستے ہیں، لیکن اسلام نے زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں ایسا اصول و ضابطہ مرتب کیا ہے جو دنیا میں کامیابی وکامرانی اور آخرت میں دائمی نجات وفلاح کا ضامن ہے۔

لڑکے کا سودا

مستقبل کا معمار، والدین کے آنکھوں کی ٹھنڈک، عزیزوں اور رشتہ داروں کا پیارا، ہر ایک کی آنکھوں کا تارا، صفحۂ ہستی کا خوبصورت وموہنی صورت وجود، اپنے مستقبل سے غافل، اپنی چھوٹی سی دنیا میں مست ومگن اور چمن ہستی کا دلکش پھول، جسے ہم بچہ کہتے ہیں، وہ آج انسانی درندوں کے ہاتھوں مختلف قسم کے مصائب وآلام، ذلت ورسوائی سے دوچار ہے، کبھی ان کے ہاتھ پاؤں یا آنکھیں ضائع کر کے بھیک مانگنے اور اپنے ظالم آقا کی جھولی بھرنے کا سامان بنا دیا جاتا ہے، تو کبھی انہیں جیب کاٹنے، چوری کرنے مال اچکنے، اسمگلنگ کرنے اور گندے کاموں میں ملوث کر دیا جاتا ہے، تو کبھی ہزاروں بچوں کو اغوا کر کے ان سے سخت کام کی انجام دہی کے ساتھ ان کے جسم سے روزانہ خون نکال کر فروخت کیا جارہا ہے، تو کبھی فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں میں نہایت ہی قلیل مزدوری کے عوض ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جارہا ہے، تو کبھی ان کو ان کے قیمتی اعضاء کی خاطر بیدردی سے قتل کیا جارہا ہے، حالانکہ چمن ہستی کے یہ نازک پھول اور مستقبل کے معمار کے ساتھ نرمی ومحبت، شفقت ومہربانی اور لاڈ و پیار کے ساتھ اس کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظم کیا جانا چاہیے تھا، اس لیے کہ اس دنیا کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آنے والی ہے، ان کی جتنی اچھی تعلیم وتربیت ہوگی اسی قدر دنیا میں امن و امان قائم، محبت والفت اور یکجہتی و بھائی چارگی کی فضا عام ہوگی۔

اسلام نے بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، شفقت ومہربانی سے پیش آنے، ان کی اچھی تعلیم وتربیت کرنے کی امت مسلمہ کو تاکید کی ہے، اور ان کو ہر طرح کی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ قوانین اسلام کا مکمل نفاذ بلوغ کے بعد ہوتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اور جہاد جیسے اہم فرائض اور کسی طرح کی مالی ذمہ داری کا ان

کو مکلّف نہیں بنایا گیا ہے، البتہ والدین اوران کے سرپرستوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے بچوں کو اچھی عادتوں، خصلتوں اور ذکر وعبادات کا عادی بنائیں، اس لیے ایک مومن کو جہاں اس بات کی فکر ولگن ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کی دنیاوی زندگی سنور جائے، عزت وسربلندی میں اس سے بہت آگے نکل جائے، اس سے کہیں زیادہ اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ وہ عذاب قبر سے بچ جائے، جہنم کی آگ سے بچ جائے، جنت میں داخل ہو جائے، یہ آیت ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے۔

﴿یآ یھا الذین اٰمنوا قوا أنفسکم و أھلیکم ناراً وقودھا الناس و الحجارۃ﴾(۱)

''اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں''۔

اولاد کی تعلیم وتربیت خود والدین کے لیے دونوں جہاں میں سودمند ہے، حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لأن یؤدب الرجل ولدہ خیر من أن یتصدق بصاع**'' (۲) ''باپ کا اپنے بچوں کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے''۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

''**من کان لہ ثلاث بنات أو ثلاث اخوات أو بنتان أو اختان فأحسن صحبتھن و اتقی اللہ فیھن فلہ الجنۃ**''(۳)

''جس کے پاس تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہا، اس کے لیے جنت ہے''۔

اسلامی تعلیم یہ بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرم پہلو اپنایا جائے، ان کی

---

(۱) سورہ تحریم آیۃ ۶
(۲) ترمذی ج ۴ ص ۲۹۷ باب ماجاء فی ادب الولد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۸۷
(۳) ترمذی ج ۴ ص ۲۸۲

معمولی کوتاہیوں کو معاف کیا جائے، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کوئی کام نہ لیا جائے، نہ اس سے کوئی ایسا کام لیا جائے جس کی وجہ سے اس کی صحت تندرستی خراب ہو جائے یا اس کا مستقبل تباہ و برباد ہو جائے، سخت مار پیٹ نہ کی جائے، اچھے کاموں سے محبت و تعلق اور برے کاموں سے نفرت کا فطری جذبہ ابھارا جائے، ان کے جسم کا کوئی حصہ تلف یا ضائع نہ کیا جائے، نہ اس کو فروخت کیا جائے، والدین کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ ظلم و انصافی اور بدسلوکی کریں یا ان کو فروخت کر دیں یا اس کے جسم کے کسی حصہ کو یا خون نکال کر فروخت کر دیں یا ان کی مرضی کے بغیر مزدوری کے لیے کسی کے حوالے کر دیں۔

بچے رحمت و شفقت کے مستحق ہیں، جو ان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ نہیں کرتے وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**من لم یرحم صغیرنا و یوتر کبیرنا و یأمر بالمعروف و ینه عن المنکر فلیس منّا**''(۱) ''یعنی جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا بھلائی کا حکم نہیں کرتا اور برائی سے منع نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

''**عن أبی هریرة قال ابصر الاقرع بن حابس النبی ﷺ و هو یقبّل الحسن ،قال ابن ابی عمر، الحسن و الحسین فقال: ان لی من الولد عشرة ما قبلت واحداًمنهم فقال رسول الله ﷺ : انه من لا یرحم لا یُرحم**'' ۔(۲) ''حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں اقرع بن حابس نے نبی کریم ﷺ کو حسن کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، ابن عمر راوی نے کہا (حسین اور حسن دونوں کا بوسہ لیا) تو اس نے کہا بیشک میرے دس لڑکے ہیں میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔

---

(۱) ترمذی ج۴ ص۲۸۴

(۲) ترمذی ج۴ ص۲۸۰/ بخاری ج۵ ص۲۲۳۵ مؤسسۃ علوم القرآن عجمان ۱۹۸۷

''**عن عائشةؓ قالت جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال تقبلون الصبیان ؟ فما نقلبھم فقال النبی ﷺ أو املک**'' (۱) ''حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ لوگ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں، ہم ان کا بوسہ نہیں لیتے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت وشفقت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں''۔

جب حضور اکرم ﷺ سفر میں ہوتے تو بچوں کی آنکھیں آپ ﷺ کے انتظار میں ہوتی تھیں، جیسے ہی بچوں کو حضور ﷺ کے آنے کی اطلاع ملتی فوراً استقبال کے لیے دوڑ پڑتے، حضور ﷺ سبھی سے محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان میں جو سب سے پہلے آپ کے پاس آجاتا اس کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے، آپؐ بچوں کو سلام کرتے، محبت وشفقت کرتے، ان کو گود میں بٹھاتے، ان سے پیاری پیاری باتیں کرتے، نرمی کے ساتھ غلط عادتوں سے دور رہنے کا حکم فرماتے تھے۔

آپ ﷺ سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، اس لیے آپ کی رحمت وشفقت مسلمان بچوں تک محدود نہیں تھی بلکہ مشرکین کے بچوں سے بھی محبت و شفقت فرماتے تھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ کسی غزوہ میں چند بچے بھی بے ارادہ وعلم مارے گئے، آپ کو اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا، کسی کی زبان سے نکلا یارسول اللہ ﷺ وہ مشرکین کے بچے تھے، فرمایا: مشرکین کے بچے تم سے بہتر ہیں، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

اگر آپ باحیات ہوتے تو موجودہ دور کے بچوں کی حق تلفی واستحصال پر دنیا میں سب سے زیادہ جس ذات کو تکلیف پہنچتی وہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہوتی، آپ ﷺ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی تعلیمات ہمارے پاس موجود ہیں، آپ انسان کیا بلکہ جانوروں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو

---

(۱) بخاری ج ۵ ص ۲۲۳۵ حدیث نمبر ۵۶۵۲ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ

اس کا حکم فرماتے تھے، اس لیے امت مسلمہ کی دوہری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح تعلیم وتربیت کے ساتھ دیگر بچوں کے بارے میں بھی ہر ممکن فکر وکوشش کریں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی ملک، قوم، نسل اور مذہب سے ہو، بچوں کے ساتھ ناانصافی وظلم، حق تلفی واستحصال پر امت مسلمہ کو بے چین و بے قرار ہوجانا چاہیے، کیونکہ امت محمدیہ بھلائی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿**کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون بالله**﴾(۱) ''تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے تو روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو''۔

اس امت کا ہر فرد اپنی طاقت و استعداد کے مطابق اس میں حصہ لے(۲) ورنہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف و تنهون عن المنکر أو لیوشکن الله ان یبعث علیکم عقاباً من عنده ثم تدعونه فلا یستجاب لکم**''(۳) ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، اگر ایسا نہ کروگے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کردے اور تم اس عذاب سے نجات کی دعا مانگوگے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی''۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بعض بچے اپنی گھریلو مجبوری کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے، اگر وہ نہ کمائے تو گھر میں فاقہ کی نوبت آجائے، کبھی والدین اپنی تنگ دستی وافلاس کی وجہ سے انہیں مزدوری کے لیے دوسرے کے حوالہ کردیتے ہیں، تو کبھی والدین فقر وفاقہ کی وجہ سے ان کو بیچ بھی دیتے ہیں۔

آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے جس جاہلیت کا خاتمہ کیا تھا وہ نئے

---

(۱) آل عمران آیت ۱۱۰
(۲) مسلم شریف حدیث نمبر ۴۹
(۳) ترمذی حدیث نمبر ۲۱۷۰

طریقے سے آراستہ ہوکر پوری دنیا کو اپنی جانب مائل کررہی ہے، مشرکین عرب اپنے لڑکوں کو بتوں کے سامنے قربان کردیتے تھے، حضرت عبدالمطلب کا اپنے بیٹوں میں حضرت عبداللہ کو بت کے سامنے قربان کرنے کا عزم مصمم مشہور ومعروف ہے، اسلام نے اس کے خلاف صدا بلند کی۔

''وکذلک زین لکثیر من المشرکین قتل أولادھم شرکاؤ ھم لیردوھم ولیلبسوا علیھم دینھم و لو شاء اللہ ما فعلوہ فذرھم و ما یفترون''(۱)''اوراس طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے، تاکہ وہ ان کو برباد کردیں اوران کے طریقہ کو مخبوط کردیں اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں، یوں ہی رہنے دیجئے''۔

ہندوستان کے مشرکین میں بھی دیوی دیتاؤں کے سامنے اپنی اولاد کو قربان کردینے کا رواج رہا ہے، موجودہ ہندوستانی قانون میں اس کی اجازت نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بتوں کے سامنے معصوم جانوں کی قربانیوں کے واقعات پیش آہی جاتے ہیں، مشرکین عرب فقروفاقہ کی وجہ سے بھی اپنی اولاد کو ہلاک کردیتے تھے، اس کی اسلام نے شدید مخالفت کی۔

﴿ولا تقتلو اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیرا﴾(۲)''اوراپنی اولاد کو فقروفاقہ کے خوف سے مارنہ ڈالا کرو ،ہم ہی ہیں جو ان کو اور تم کو دونوں کو روزی دیتے ہیں، بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے''۔

لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کا بھی مشرکین عرب میں عام رواج رہا ہے، اس کے خلاف بھی اسلام نے سب سے پہلے آواز بلند کی۔ وہی لڑکی جو جاہلیت میں حقیر و

---

(۱) سورہ انعام: آیت نمبر ۱۳۸
(۲) سورۃ اسراء آیت ۳۱

ذلیل تھی، اسلام نے اس کوعزت وسربلندی عطا کی آج پوری دنیا میں لڑکیوں سے نجات پانے کے لیے اسقاط حمل کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے جو ماں کے پیٹ سے زندہ سلامت بچ آتی ہے وہ پیدائش کے بعد مختلف تدبیروں سے ہلاک کردی جاتی ہے، عالمی پروپگنڈے کے نتیجہ میں لوگوں کے اندر کم سے کم اولاد کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے، فقروفاقہ سے بچنے کے لیے آبادی پر کنٹرول کرنے کی ہر ایک کوفکر سوار ہے، حالانکہ تمام مخلوقات کے خالق و مالک کا وعدہ ہے۔ ﴿**و ما من دابة فى الارض الا على الله رزقها**﴾ ''اورکوئی رزق کھانے والا جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو'' (۱)

ان حالات میں حکومت، اہل ثروت اور صاحب علم وفضل کی ذمہ داری ہے کہ جن بچوں کے والدین زندہ ہیں ان کواس بات پر مائل کیا جائے کہ آپ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت اوران کے حقوق کی ادائیگی میں پوری توجہ دیں اور جن کے والدین وسرپرست نہیں ہیں ان کی کفالت حکومت یا اہل ثروت اپنے ذمہ لے لیں۔ سہیل بن الساعدی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''**و انا و كافل اليتيم في الجنة كهاتين و اشار باصبعيه يعنى السبابة و الوسطى**'' (۲) ''میں اور یتیم بچے کی پرورش وکفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں شہادت والی اور درمیان والی سے اشارہ کیا''۔

یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر دینا بھی نیکی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''**من وضع يده على رأس يتيم رحمة كتب الله له بكل شعرة مرت على يده حسنة**'' (۳) جوشخص یتیم کے سر پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے اللہ اس کے لیے ہر بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔

(۱) سورہ ہود آیۃ ۶
(۲) ترمذی ج۴ص۲۸۳ حدیث نمبر ۱۹۱۸
(۳) مسند احمد بن حنبل

اسی طرح ان بچوں کی بیوہ والدہ کی ضروریات پوری کی جائے اگر وہ شادی کرنا چاہتی ہوں تو مناسب جگہ ان کی شادی کرادی جائے، یہ اجر عظیم کا باعث ہے حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**الساعی علی الارملة و المسکین کالمجاهد فی سبیل الله و احسبه قال: و کالقائم الذی لا یفتر و کالصائم لا یفطر**''(۱)''مسکین و بیوہ کی دستگیری و تعاون کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے، میرا خیال ہے کہ فرمایا اور وہ مسلسل عیادت کرنے والے اور لگاتار روزہ رکھنے والے کی طرح ہے''۔

آج عالمی سطح پر لڑکوں کی مزدوری کے خلاف تحریک چل رہی ہے، ان کا مطالبہ ہے کہ ۱۴ سال کی عمر سے کم کے بچوں کو فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں، دکانوں سے جدا کیا جائے، اور ان کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا جائے، یہ مطالبہ جہاں بجا ہے وہیں اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ان لڑکوں کے گھریلو حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ان کی ضروریات بھی پوری کی جائیں، تاکہ وہ سکون واطمینان کے ساتھ تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکیں اور ان تمام بچوں کو تحفظ فراہم کیا جائے، جو کسی طرح کے ظلم و ستم کے شکار ہیں یا وہ جبری ملازمت کرنے پر مجبور ہیں، لیکن اگر گھریلو حالات معلوم کیے بغیر ان کو فیکٹریوں، کارخانوں، دکانوں اور ہوٹلوں سے نکالا جاتا رہا جیسا کہ ہو رہا ہے تو یہ بچوں کے ساتھ انصاف و ہمدردی نہیں ہے بلکہ ان پر دوہری ناانصافی و ظلم ہے۔

اسی طرح ان تمام بچیوں کو بھی جو کسی مجبوری کی وجہ سے جسم فروشی کرتی ہیں، یا جسم فروشی پر مجبور کر دی گئی ہیں، اس سے ان کو علاحدہ کرنے کی جہد مسلسل کی جائے، رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''پورے ملک میں پھیلی ہوئی تقریباً نو لاکھ طوائفوں میں سے کم سے کم چار لاکھ کم سن ہوتی ہیں، اس کالے دھندے میں ہر سال تقریباً چالیس ہزار کروڑ روپے لگائے جاتے ہیں'' (۲)، اس کے علاوہ بچیوں سے بھی جیب کاٹنے،

---

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر ۲۹۸۲/ ترمذی ج ۴ ص ۳۰۵ باب ماجاء فی السعی علی الارملة والیتیم
(۲) ندائے ملت ۱۷ ستمبر ۲۰۰۰ء

چوری کرنے، منشیات کی نقل وحمل، بھیک مانگنے اور دیگر گندے کام لیے جارہے ہیں، ان کے خاتمہ کے لیے بھی سنجیدہ سعی وکوشش کی اشد ضرورت ہے، جس طرح لڑکوں کی صحیح تعلیم وتربیت اہمیت کا حامل ہے اس سے کہیں زیادہ لڑکیوں کی تعلیم وتربیت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ آئندہ نسل کی پرورش ان کے آغوش میں ہونے والی ہے، اچھی نسل کے لیے اچھی ماں کا ہونا ضروری ہے،، کسی شاعر نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

الام مدرسة اذا اعـددتـهـا　　اعددت شعبا طيب الاعراق

و هل يرجى لاطفال كـمـال　　اذا ارتضعوا ثدى الناقصات

یعنی ماں ایک مدرسہ ہے اگر تم نے اس کو تیار کرلیا تو ایسی جماعت کو تیار کرلیا جو بہتر جڑوں اور بنیاد والی ہے۔

کیا ایسے بچوں سے کسی کمال کی توقع کی جاسکتی ہے جو ناقص عورتوں کے سینے سے دودھ پیئیں۔

اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ:

قد ينفع الادب الاولاد فى صـغـر

وليس ينـفـعـهـم مـن بـعده ادب

ان الغصون اذا عدلتـهـا اعتدلت

ولا تـلـيـن و لـو لـيـنـته الخشب

یعنی بچوں کو بچپن میں ادب سکھانا فائدہ بخش ہوتا ہے
اور اس کے بعد ان کو ادب سکھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا
اگر آپ ٹہنیوں کو سیدھا کرنا چاہیں تو سیدھا کر سکتے ہیں
لیکن لکڑی کو نرم کرنا چاہیں تو نرم نہیں ہوں گی۔

اللہ ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

لڑکی کا ترکہ میں

حصہ

اسلام عدل وانصاف کا اولین علمبردار ہے،اس کا عادلانہ قانون صرف زبان وکتب تک محدود نہیں بلکہ اس دور انحطاط میں اس کا عملی نمونہ اسلامی معاشرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ دورنبوی کے انصاف پرور معاشرہ کی مثال تو دنیا پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے گی اس نے صنف نازک کے ساتھ عدل ومساوات کا معاملہ کیا اسے ان تمام حقوق سے سرفراز کیا جس کی وہ مستحق تھی ،اسلام سے قبل وہ صفحۂ ہستی کی سب سے ذلیل وخوار مخلوق تھی ، ذلت ورسوائی ،ظلم وستم ،نفرت وحقارت اس کا مقدر بن چکی تھی ، سامان کی طرح بیچی اور خریدی جاتی تھی ، وہ کسی مال ودولت کی مالک نہیں ہوسکتی تھی ، عربوں میں لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کا عام رواج تھا ، وہ ترکہ میں حصہ دار کیا ہوتی ۔ خود بطور ترکہ تقسیم ہوجاتی تھی اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں اسلام کا نور نمودار ہوا ۔ شرک وبدعات ،ظلم وستم اور انتشار وخلفشار سے دوچار انسانیت کو قرار آیا۔عورت جو ظلم و ستم ،حق تلفی وذلت کی چکّی میں پس رہی تھی اس سے اس کی رہائی ہی نہیں ملی بلکہ معاشرہ کی قابل قدر اور لائق احترام ہستی بن گئی ۔ پہلے ترکہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں تھا اب اس کے لیے مفصل احکام ترکہ نازل کیے گئے ۔

قبل اس کے کہ والد کے انتقال کے بعد ان کی جائداد میں لڑکی کے متعین حصے کی وضاحت کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل کے حالات پر ایک

سرسری نگاہ ڈال لی جائے۔

قدیم روم میں یہ دستور تھا کہ وہ مرنے والے کا اس کی اولاد یا رشتہ داروں یا عام لوگوں میں سے کسی ایک کو جانشین منتخب کرتے تھے وہی اس میت کے پورے مال کا مالک ہوتا تھا، عورت کو میراث میں سے کچھ نہیں دیا جاتا تھا، معمولی فرق کے ساتھ یونان کا بھی قانون، روم کی طرح تھا، عورتیں میراث سے محروم رہتی تھیں۔

کلدانیوں (خلیج عربی وجنوبی عراق کے درمیانی حصہ میں رہنے والوں میں) فینیقیون (ایک قبیلہ جو لبنان میں آباد ہوا کچھ مدت بعد اسکی آبادی گردونواح میں پھیل گئی) سوریوں (شام کے باشندگان) تورانیوں (توران کے رہنے والوں) میں عورتیں میراث سے محروم رہتی تھیں۔ان کے یہاں سب سے بڑا بیٹا کل مال وجائداد کا مالک ہوتا تھا۔

یہودی مذہب میں میت کا بیٹا کل جائداد کا مالک ومختار ہوتا ہے اگر کئی بیٹے ہوں تو سب سے بڑے بھائی کا حصہ دو بھائی کے برابر ہوگا۔تمام بھائی میت کے چھوڑے ہوئے مال میں حصہ دار ہونگے، چاہے اس کی پیدائش نکاح صحیح یا نکاح فاسد کی وجہ سے ہوئی ہو۔ بھائی کی موجودگی میں بہن کو کچھ بھی نہیں ملے گا اگر میت کا لڑکا اس کے انتقال سے پہلے ہی فوت ہو چکا ہوتو اس کا پوتا وارث ہوگا، پوتا نہ ہوتو میت کی بیٹی اس کی وارث ہوگی اگر بیٹی انتقال کر گئی ہوتو اسکی بیٹی کی اولاد وارث ہوگی، پھر پوتی وارث ہوگی ،اس کی عدم موجودگی میں پوتی کی اولاد وارث ہوگی ان تمام کی غیر موجودگی میں کل مال وجائداد کا حقدار میت کا والد ہوگا۔اگر والد نہ ہوں تو دادا پھر پَر دادا وارث ہونگے۔اگر یہ سب نہ ہوں تو قریبی رشتہ دار پھر دور کے رشتہ دار وارث ہونگے۔اگر یہ بھی نہ ہوں تو کل مال ودولت، مالِ مباح کے حکم میں ہوگا جو شخص اس پر قابض ہو جائے وہ میت کے وارث کا تین سال تک انتظار کرنے کے بعد کل مال وجائداد کا ہمیشہ کے لیے مالک ہو جائے گا۔(۱)

ہندو دھرم میں لڑکیوں کو اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے مال و دولت

---

(۱) استاذ المرأۃ للشیخ محمد بن سالم الکرادی البیجانی: ص ۲۳۴ تا ۲۳۵

میں کسی طرح کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔شادی کے موقع پر جو کچھ والد دے دیتے ہیں وہی پاتی ہے،عورتیں ان کے یہاں میراث سے محروم رہتی ہیں۔(۱)

اسلام سے قبل عرب میں عورتیں کسی بھی ترکہ و جائداد میں وارث نہیں ہوتی تھیں چاہے وہ ماں یا بہن یا بیٹی یا بیوی ہوں۔اسی طرح نابالغ اولاد یا کمزور افراد جو میدانِ جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرنے کے قابل نہ ہوں ان کا میراث میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

کمیونسٹ اور سوشلسٹ کے یہاں رشتہ داری یا نکاح کی وجہ سے وارث ہونے کا تصور نہیں ہے،ان کے خودساختہ قانون میں کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والد یا ماں کی جائداد پر قابض ہوجائے ،ہاں حق تصنیف وحق ایجادات واکتشافات سے چند متعینہ مدت تک اولاد مستفید ہوسکتی ہے۔پھر یہ حق بھی حکومت کی طرف لوٹ جاتا ہے یا عوام الناس کا مشترکہ سرمایہ بن جاتا ہے۔(۲)

لیکن اسلام کا قانون میراث دیگر مذاہب اور قوانین سے ممتاز اور عادلانہ ہے ،اس نے عورتوں کو میراث میں شریک کیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

’’وللرجال نصيبٌ مما ترک الوالدان والأقربون.وللنسآء نصيب مما ترک الوالدان والاقربون مما قلّ منه أو کثر ، نصيباً مفروضاً ‘‘(۳)

’’مردوں کے لیے بھی حصہ ہے،اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں،اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو،حصہ قطعی‘‘ ۔

اسی سورہ نساء میں تین آیات کے بعد یہ ہے:

---

(۱) حلال وحرام از مولانا خالدسیف اللہ رحمانی ص ۲۷۵

(۲) استاذ المرأۃ:۲۳۷

(۳) سورہ نساء: آیت نمبر۷

’’ یوصیکم اللہ فی أولادکم ، للذکر مثل حظّ الأنثیین ، فان کنّ نسآءً فوق اثنتین فلھنّ ثلثا ما ترک ، وان کانت واحدۃً فلھا النصف‘‘(۱)

’’اللہ تم کوحکم دیتا ہے کہ تمہاری اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے۔اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا‘‘۔

اس آیت کریمہ میں دو لڑکیوں کا حصہ نہیں بیان کیا گیا ہے لیکن اسکی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے سعد بن ربیعؓ کی دو بیٹیوں کا حصہ ثلثان مقرر فرمایا ہے:

’’عن جابر قال جاء ت امرأۃ سعد بن الربیع الی رسول اللہ ﷺ بابنتیھا من سعد فقالت : یارسول اللہ ﷺ ھاتان ابنتا سعد بن الربیع قتل أبوھما معک فی أحد شھیداً . وأن عمھما أخذ مالھما فلم یدع لھما مالا ولا ینکحان الا بمالٍ فقال یقضی اللہ فی ذلک ، فنزلت آیۃ المیراث ، فأرسل رسول اللہ ﷺ الی عمھما ، فقال أعط ابنتی سعد الثلثین وأمھما الثمن وما بقی فھو لک‘‘(رواہ الخمسۃ الا النسائی)

’’ قالوا وھذہ أول ترکۃ قسمت فی الاسلام‘‘(۲)

’’حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں ان کے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور ان کے چچا نے مال پر قبضہ کر لیا اور مال کے بغیر ان کی شادی نہیں ہو سکتی تو یہ سن کر فرمایا کہ اس بارے میں اللہ فیصلہ کرے گا۔آیتِ میراث نازل ہوئی،آپ نے ان کے چچا کے پاس یہ فرمان بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو ثلثان اوران کی ماں کو ثمن دے دو اور جو کچھ بچ رہے وہ تمہارا ہے۔یہ اسلام میں سب سے پہلی

(۱)سورہ نساء: آیت نمبر ۱۱
(۲) نیل الاوطار: ج ۶ ص ۶۴،باب البداءۃ بذوی الفروض وأعطاء العصبۃ مابقی۔

ترکہ کی تقسیم ہے''۔

یعنی صرف ایک بیٹی ہو تو نصف، دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ثلثان اور بھائی کے ساتھ بہن عصبہ ہو جاتی ہے۔ ان کے درمیان'' **للذکر مثل حظ الانثیین**'' کے اصول پر ترکہ تقسیم ہوتا ہے، بھائی کا حصہ بہن کے حصہ سے دوگنا ہوتا ہے(۱)

شریعت نے عورت پر کسی طرح کی مالی ذمہ داری نہیں رکھی ہے ان کی ضروریات کی تکمیل کا ذمہ دار کبھی والد، کبھی شوہر اور کبھی اولاد رہتی ہے، وہ والد یا دیگر رشتہ داروں کے تحائف، مہر اور میراث کی بلاشرکت غیر، مالک ومختار ہوتی ہے وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرسکتی ہے۔

لیکن افسوس کہ غیروں کی تقلید میں ہم نے ان کو وراثت سے محروم کردیا، اور تلک وجہیز اور گھوڑا جوڑا کو اپنے معاشرہ کا لازمی حصہ بنالیا، بعض لوگ لڑکیوں کا وراثت میں حصہ نہ ہونے کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہم شادی بیاہ کے موقع پر تلک اور جہیز کی صورت میں ترکہ ادا کردیتے ہیں، اس لیے ہم پر کوئی چیز لازم نہیں، حالانکہ نکاح میں لاکھوں روپے کا سامان دے دیا جائے تب بھی لڑکی کا یہ حق ساقط نہیں ہوگا۔ والدین کے انتقال کے بعد وہ مال متروکہ میں اپنے حصہ کی مستحق ہوگی اور اس کے حصہ میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ جہاں تک تلک اور جہیز کی بات ہے تو چاہے والدین اپنی مرضی وخوشی سے دیں یا مطالبہ کے بعد دیں یا سماجی دباؤ کی وجہ سے یا عرف ورواج کی بنا پر دیں ان تمام صورتوں میں جس قدر روپے یا سامان جہیز ایک بیٹی کو دیا ہے اسی قدر روپے یا سامان دیگر بیٹے یا بیٹیوں کو دینا چاہیے۔ تحفہ وعطیہ دینے میں والدین کو انصاف وبرابری سے کام لینا چاہیے ان کے مابین عدم مساوات ظلم و جور ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' **سووا بین أولادکم فی العطیة**'' (۲) تم عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو۔

---

(۱) فتاوی عالمگیری: ج ۶ ص ۴۴۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت
(۲) کنزالعمال:

بخاری کی ایک روایت ہے:

''عن عامر قال سمعت النعمان بن بشير وهو على المنبر يقول أعطانی أبی عطية . فقالت عمرة بنت رواحة لا أرضى حتى تشهد رسول الله ﷺ فأتی رسول الله فقال انی أعطيت ابنی من عمرة بنت رواحة عطية فأمرتنی ان أشهدک يارسول الله قال أعطيت سائر ولدک مثل هذا؟ قال لا، قال فاتقوا الله وأعدلوا بين أولادكم قال فرجع فرد عطيته'' (۱)

''عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے والد (بشیر) نے مجھے عطیہ کیا (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہ نے کہا میں اس سے راضی وخوش نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا دیں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا میں نے اپنے بیٹے جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے کو بطور ہبہ کچھ عطا کیا ہے اور عمرہ نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ کو گواہ بناؤں، آپؐ نے فرمایا: تم نے تمام بیٹوں کو اسی طرح عطا کیا ہے، انہوں نے کہا نہیں! آپؐ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو۔ تو وہ لوٹے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا''۔

بعض خطوں میں خاندانی رسم و رواج، ذات و برادری کے خود ساختہ قوانین اور آباء واجداد کے طور وطریقوں نے لڑکیوں کو میراث سے محروم کر رکھا ہے اکثر حالتوں میں شیطان کی پیروی اور حرص وطمع اس حق کی ادائیگی میں حائل ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی نافرمانی اور حکم عدولی کرتے ہیں ان کو عذاب الٰہی کا منتظر رہنا چاہیے۔ سورہ نساء میں تقسیم ترکہ کے تفصیلی احکام کے بعد یہ آیت مذکور ہے:

'' تلک حدود الله ومن يطع الله ورسوله يدخله جنّٰت تجری من تحتها الأنهار، خالدين فيها وذلک الفوز العظيم ، ومن يعص الله

---

(۱) بخاری ج۱ ص۳۵۲۔ کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

ورسوله ويتعدّ حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذابٌ مهين''. (۱)

''یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہا نہ مانے گا اور بالکل ہی اسکے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کردیں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہو''۔

اس صریح حکم خداوندی کے بعد کیا کوئی مومن کسی عورت کو میراث سے محروم کرنے کی جسارت کرسکتا ہے؟ کیا چندروزہ دنیاوی لذتوں وراحتوں کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ میں جلنا گوارا کرسکتا ہے؟ جو لوگ عورتوں کو میراث سے محروم کرکے ان کے حصوں پر قابض ہوجاتے ہیں وہ ظالم وغاصب ہیں اور وہ مال حرام مال ہے جس کا استعمال اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ داخل کرنے کے مترادف ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لا يدخل الجنة لحم نبت من السحت وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولىٰ به'' (۲)

'' حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا اور ہر حرام مال سے پرورده بدن کے لیے جہنم کی آگ زیادہ مناسب ہے''۔

اور یہ حدیث بھی حرام مال کھانے والوں کے لیے جنت کے حرام ہونے پر دال ہے۔'' **لايدخل الجنة جسد غذى بالحرام**''(۳)

''حرام مال سے پلا ہوا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا''

ہماری نماز ودعا میں وہ اثر نہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے اسلاف کی نماز ودعا میں تھا، آخر اس کی وجہ حرام مال کا استعمال تو نہیں۔

---

(۱) سورہ نساء: ۱۳۔۱۴
(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۶ ص ۴۳، مکتبہ امدادیہ، پاکستان
(۳) مرقاۃ: ج ۶ ص ۵۰

"من اشترى ثوباً بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله صلوٰة مادام عليه" (۱)

''جس شخص نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اور اس میں ایک درہم بھی حرام مال کا ہے تو اس کی اس وقت تک نماز قبول نہیں ہوگی جب تک وہ کپڑا جسم پر ہے''۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ حرام مال کا استعمال کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

الغرض اسلام کا قانون میراث دیگر مذاہب و قانون سے ممتاز اور عدل و انصاف کا علمی وعملی مرقع ہے۔ اس کے عادلانہ قانون میں ہر حقدار کا جائز حق موجود ہے۔ صدیوں سے ذلیل وخوار ،مظلوم ومحروم عورت کو اسلام نے قابل قدر اور لائق احترام ہستی بنا کر دنیا کو ایک انمول وپاکیزہ تصور دیا ہے۔ اس صنف نازک پر اسلام کے عظیم احسانات میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ترکہ میں آٹھ عورتوں کو شریک کر کے حق و انصاف کا ایک نیا باب قائم کیا ہے۔ اور ان کے حقوق میں کوتاہی کرنے اور ان کے حصوں سے محروم کرنے والوں کو دونوں جہاں میں ذلت و رسوائی اور عذاب وسزا کا مستحق قرار دیا ہے اور ایسے اموال استعمال کرنے والوں کے لیے دوزخ کی آگ تیار کی گئی ہے ،مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ عورتوں کو ان کے حصے سے محروم کر رہا ہے انہیں قطعاً عذاب الٰہی کا خوف نہیں ہے، یہ عمل عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہاں صاحب حق بخوشی ورغبت بلا کسی جبر واکراہ ودباؤ کے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے تو وہ مال طیب وپاکیزہ ہے۔ جس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ موجودہ دور میں تلک اور جہیز کی لعنت پورے معاشرہ کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اس کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ عورتوں کو ترکہ سے محروم نہ کیا جائے۔ انشاءاللہ اس عمل سے جہیز کی لعنت بھی آہستہ آہستہ ہمارے معاشرہ سے ختم ہو جائے گی۔ اللہ ہمیں اپنے اور اپنے حبیب کے طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ج ۲ ص ۹۸، دار الفکر العربی، بیروت

ذات پات کے بارے میں اسلامی حکم

اللہ تعالی پوری کائنات کا تنہا خالق و مالک ہے، اس نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسانوں میں سب سے پہلے حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کو پیدا فرمایا۔ اوران کی نسل کے ذریعہ اس جہاں کو آباد و معمور فرمایا اس لیے تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت وفوقیت حاصل نہیں مگر تقوی وپرہیز گاری کی بنیاد پر، وہ ایک دوسرے سے افضل و برتر ہیں، ان کے اندر قبیلے اور برادریاں صرف تعارف اور پہچان کے لیے ہے۔

یہودیوں نے اپنے آپ کو تمام انسانوں سے افضل و برتر قرار دیا اس کی خاطر انہوں نے مذہبی کتاب میں تبدیلی کر ڈالی۔ ہندو دھرم میں برہمن سب سے افضل و برتر قرار پایا۔ دیگر کمتر ومحکوم ......لیکن اسلام نے تمام انسانوں کو یکساں عزت ومقام عطا کیا۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ تمام انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں اور وہ ایک ناپاک قطرے سے وجود میں آ کر ایک جیسے راستے سے اس دنیا میں آئے ہیں چنانچہ تمام انسان قابل احترام اور محبت وعزت کے مستحق ہیں اگر انسانوں میں کوئی تقسیم ہوسکتی ہے تو صرف دو طریقے سے ہوسکتی ہے۔ ایک وہ جو اپنے مالک وخالق سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو، اس کے اخلاق وکردار اچھے ہوں بُرے اخلاق وکردار والے ذلیل وبدبخت ہیں چاہے وہ کسی بھی ملک، قوم رنگ ونسل سے تعلق رکھتے ہوں، تمام انسانوں کے خالق و

پالن ہار نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا:

"یأیھآالناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر"(۱)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے"۔

اس عنوان کی چند احادیث مع ترجمہ پیش کی جارہی ہیں جس سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ ذات پات کی وجہ سے کسی کو اعلیٰ وارفع اور کسی کو حقیر وکمتر سمجھنا غیر اسلامی رجحان وذہنیت ہے۔

"عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ خطب الناس یوم فتح مکة فقال یاایھا الناس ان اللہ قد اذھب عنکم عبیة الجاھلیة وتعاظمھا بآبائھا فالناس رجلان بر تقی کریم علی اللہ وفاجر شقی ھین علی اللہ والناس بنو آدم وخلق اللہ آدم من تراب قال اللہ یأیھا الناس انا خلقناکم من ذکرو انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ أتقاکم ان اللہ علیم خبیر "(۲)

ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فتح مکہ کے دن لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے فخر ونخوت آباء واجداد کے اوپر تکبر کرنے کو ختم کردیا ہے۔ اب آدمی کی دو ہی قسم ہوسکتی ہے، ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے اور دوسرا فاجر بدبخت جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے اور لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

---

(۱) سورہ حجرات: آیت ۱۳
(۲) ترمذی: ص ۶۶۳، دارالحدیث الازہر القاہرہ

ہے، اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

"عن ابی نضرةؓ حدثنی من سمع خطبة رسول اللہ ﷺ فی وسط ایا م التشریق فقال یا ایھا الناس ألا ان ربکم واحد وان اباکم واحد ألا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی"(۱)

ابونضرہؓ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا، اے لوگو! سن لو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے والد ایک ہیں، سن لو! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر، اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، ہاں تقویٰ و پرہیز گاری کیوجہ سے (کسی کو فوقیت و برتری حاصل ہوسکتی ہے)"

"عن مالک الاشعریؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا ینظر الی احسابکم ولا الی انسابکم ولا الی اجسامکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم "(۲)

ترجمہ:۔ "مالک اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تمہارے احساب وانساب اور اجسام واموال کی طرف نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے قلوب کی طرف دیکھتا ہے"

"عن ابی ہریرةؓ رفعه الی النبی ﷺ قال ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن انما ینظر الی اعمالکم وقلوبکم "(۳)

ترجمہ:۔ "ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تمہاری

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ج۵ص۴۱۱، دارالفکر العربی، بیروت
(۲) الجامع لاحکام القرآن: ج۱۶ص ۳۴۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت
(۳) سنن ابن ماجہ: ج۲ص۱۳۸۸، کتاب الزہد المکتبہ العلمیہ

صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ تمہارے اعمال اور قلوب کو دیکھتا ہے''۔

''عن روایة ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ ان الله تعالی یقول یوم القیامة انی جعلت نسبا وجعلتم نسبا فجعلت اکرمکم أتقاکم وابیتم الا ان تقولوا فلان بن فلان وأنا الیوم أرفع نسبی واضع انسابکم ، این المتقون ، این المتقون''(۱)

''حدیث قدسی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا میں نے ایک نسب بنایا اور تم نے بھی ایک نسب بنایا، میں نے سب سے پرہیزگار کو سب سے باعزت بنایا، اور تم نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ فلان بن فلاں (باعزت ومحترم ہے) آج میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں اور تمہارے انساب کو ملیامیٹ کرتا ہوں۔ (پھر پکارا جائے گا) اللہ سے ڈرنے والے کہاں ہیں، اللہ سے ڈرنے والے کہاں ہیں''۔

اسلام نے تمام جاہلی روایات وحکایات، رسوم ورواج، اوہام وخرافات، شرک وبدعات اور جاہلانہ فخر وغرور کو ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور اس کی جگہ ایک ایسے پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں تمام انسانوں کو یکساں حقوق عطا کیے گئے، ان کے درمیان ہر طرح کی تفریق کو مٹاتے ہوئے انہیں یاد دلایا کہ تم ایک آدم وحوا کی اولاد ہو، یہ ذات برادریاں یہ قبیلے اور کنبے صرف تعارف اور پہچان کے لیے ہیں۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ امت مسلمہ نے ہندو تہذیب سے متاثر ہو کر اپنے اندر بھی ذات برادری بنالی ہے۔ کچھ ذات برادری اعلی وارفع اور کچھ ذلیل وکمتر سمجھی جانے لگی ہیں۔ وہ ذات پات کے نام پر کئی حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، ان کا آپسی اتحاد واتفاق، محبت والفت، آپسی ادب واحترام رخصت ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ دشمنان اسلام کی نت نئی سازشوں اور پلانوں کے شکار ہیں۔ اسلام دشمن عناصر اپنے عزائم ومقاصد کی کامیابی کی ابتدائی منزل عبور کر جانے کی وجہ سے پُر امید وپُر عزم نظر آرہے ہیں۔

---

(۱) المطالب العالیہ (لابن حجر عسقلانی) حدیث ۳۲۶۷ ج۲ ص۴۳۴ دار المعرفۃ، بیروت۔ مجمع الزوائد الجزء الثامن: ص۸۴، الجامع لاحکام القرآن ج۱۶ ص۳۴۵

جہاں تک نکاح میں کفو کی بات ہے تو یہ صرف اس لیے ہے کہ زوجین کی زندگی خوشگوار رہے، اور ان میں آپسی اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو، خاندان، نسل، رنگ، پیشہ اور طبعی میلان میں یکسانیت ہو تو زوجین کی ازدواجی زندگی کامیاب وبامراد ہوتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسلام نے بھی انسانوں کو مختلف خانوں میں بانٹ کر کسی کو اعلیٰ وارفع اور کسی کو ادنیٰ وذلیل ہونے کا فلسفہ پیش کیا ہے، اگر یہی بات ہوتی تو دورِ نبوی ﷺ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بہن حضرت بلال حبشیؓ کے نکاح میں نہ ہوتیں (۱)۔ عرب کے مشہور قبیلہ ''قریش'' کی معزز خاتون اور حضور ﷺ کی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحشؓ، حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں نہ ہوتیں۔ حضرت مقداد بن اسودؓ جو اصلاً بہرانی وکندی تھے، کا نکاح ضباعۃ بنت زبیرؓ بن عبدالمطلب سے نہ ہوتا۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''انکحت زید بن حارثة زینب بنت جحش وانکحت المقداد ضباعة بن الزبیر بن عبدالمطلب لیعلموا ان اشرف الشرف للاسلام''(۲)

ترجمہ: ''میں نے زید بن حارثہ کا نکاح زینب بنت جحش اور مقداد کا نکاح ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سب سے بڑا اشرف اسلام کا شرف ہے''۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ جو غلام زادے تھے ان کا نکاح قبیلہ قریش کی ایک شریف خاتون فاطمہ بنت قیس سے ہوا (۳) حضرت صہیب رومیؓ کا نکاح قبیلہ انصار کی ایک شریف خاتون سے ہوا حالانکہ حضرت صہیبؓ عجمی اور غلامی کی زندگی گزار چکے تھے (۴) حضرت سلمان فارسیؓ کے نکاح میں قبیلہ کندہ کے ابوقرہ نامی ایک شخص کی بیٹی تھی، علاوہ ازیں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۳ ص ۲۳۸، دار صادر، بیروت
(۲) کتاب السنن لابن منصور: ج ۱ ص ۱۶۱، ادار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
(۳) مشکوٰۃ: ج ۵ ص ۲۸۸، باب العدۃ، اعلام النساء: ج ۴ ص ۹۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت
(۴) اسد الغابۃ لابن اثیر: ج ۳ ص ۳۲۔۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

کے لیے بھی نکاح کا پیغام دیا تھا جس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قبول کرلیا تھا۔(۱)
حضرت سالمؓ جو ایک انصاری عورت کے غلام تھے کا نکاح بدری صحابی ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ کی بھتیجی اور قبیلۂ قریش کی نہایت محترم بیوہ ہندؓ بنت ولید بن عتبہ سے ہوا (۲)
ابو ہند کے نکاح کے متعلق ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورتوں میں سے کسی عورت سے ابو ہند کی شادی کردیں، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلام سے کردیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

''یآ ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی ٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ، ان اللہ علیم خبیر''

امام زہریؒ فرماتے ہیں یہ آیت ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی، امام دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ ابو ہند بیاضہ کے غلام تھے اور وہ حجام تھے (۳)

حضرت اشعث بن قیسؓ کندی، جن کو حضرت علیؓ حائک بن حائک کہا کرتے تھے۔ کے نکاح میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہمشیرہ ام فروہ تھیں۔(۴)

حضرت زبیر بن العوامؓ جو مفلوک الحال تھے، کی زوجیت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ زبیرؓ سے میری شادی کے وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا، نہ مال و دولت، نہ ملازم صرف ایک گھوڑا تھا۔(۵)

قرآنی آیات واحادیث اور صحابہ کرامؓ کی عملی زندگیوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ دورِ نبوی ﷺ میں حسب ونسب، قوم ووطن، رنگ ونسل، آزاد وغلام، امیر وغریب، زبان ولہجہ اور تمام جاہلی تفاخرات وامتیازات کے سارے خودساختہ بت

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۱۶ص ۳۴۷
(۲) الطبقات الکبری ج ۳ص، ۸۶۔ دار صادر بیروت الجامع لاحکام القرآن: ج۱۶ص ۳۴۷
(۳) الجامع لاحکام القرآن ج۱۶ص، ۳۴۱
(۴) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن اثیر: ج۱ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت
(۵) اعلام النساء لعمر رضا کحالۃ: ج۱ص ۴۸، موسسۃ الرسالۃ، بیروت

منہدم وتباہ ہو چکے تھے، ان کے درمیان کسی طرح کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء حنفیہ میں سے ابوالحسن کرخیؒ اور ابوبکر رازیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ صرف تقویٰ و پرہیزگاری میں کفاءت کا اعتبار کرتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اور جمہور فقہاءؒ حنفیہ نکاح میں کفاءت کے قائل ہیں۔ فقہاء شافعیہ دینداری، نسب، آزادی، پیشہ، عیوب سے خالی ہونے اور زوجین کی عمر میں قربت ہونے۔ اور فقہائے حنفیہ نسب، اسلام، آزادی، مال، دینداری اور پیشہ میں زوجین کے درمیان برابری و کفاءت کو ضروری قرار دیتے ہیں (۱) لیکن اس سلسلے میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف اور نامعتبر ہیں۔ (۲) نکاح میں سب سے قابل توجہ ولائق التفات چیز دین واخلاق ہے، یہی حضورﷺ کی تعلیم اور اسی پر اسلاف کا عمل رہا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اسلاف امت نکاح میں صرف دینداری ہی کو ملحوظ رکھتے تھے، انہوں نے رنگ ونسل، عجمیت وعربیت، مال ودولت، غلامی وآزادی، پیشہ وحرفت، قوم ووطن اور حسب ونسب کو کبھی لائق التفات نہیں سمجھا اس لیے کہ ان کے سامنے حضورﷺ کی یہ ہدایت تھی:

"تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداک "(۳)

ترجمہ:۔ ''عموماً چار وجوہ سے عورت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کے حسن وجمال کی وجہ سے یا اس کے دین کی وجہ سے، (اے ابوہریرہ) دیندار عورت کے ساتھ نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو''۔

کیا ہم تاریخ عالم کے ان واقعات کو بھول گئے کہ وطن پرستی نے کتنی قوموں کو تباہ وبرباد کیا، قبائلی فخر وغرور نے کتنے قبیلوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا، رنگ ونسل کی خودساختہ روایتوں نے سیاہ فام پر ظلم وزیادتی، قتل وغارتگری کے نت نئے دروازوں کو

---

(۱) الحلال والحرام لشیخ احمد محمد عساف: ص ۱۷۲، دار احیاء العلوم، بیروت
(۲) حلال وحرام: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔ ص ۲۶۱، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند
(۳) بخاری شریف: ج ۲ ص ۷۶۲، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

کھول دیا، لاکھوں امریکی سیاہ فام باشندے سفید فام باشندوں کے ہاتھوں قتل کیے گئے، یورپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ تاریخ کا کبھی نہ بھلایا جانے والا باب ہے۔ نازی جرمنی کا فلسفہ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتری کا تصور پچھلی جنگ عظیم میں جو کرشمے دکھلا چکا ہے وہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت وموعظت کا انمول باب ہے۔ آج بھی دنیا کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً رنگ ونسل، قوم ووطن اور ذات وبرادری کی بنا پر بے گناہوں کے خون سے زمین لالہ زار ہوتی رہتی ہے۔ آج جب کہ پوری دنیا میں مساوات کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے لیکن یہ مساوات سیاہ فام انسانوں کے لیے نہیں، یہ مساوات اپنے ملک سے باہر رہنے والوں کے لیے نہیں، یہ مساوات اپنی نسل کے علاوہ کے لیے نہیں، یہ مساوات دیگر زبان بولنے والوں کے لیے نہیں، یہ مساوات دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے لیے نہیں، ان کے ساتھ ہر طرح کا سلوک کرنا، ان پر بموں کی بارش کرنا، ان کو بہیمانہ طریقے سے قتل کرنا، ان کی جائیداد وسامان پر غاصبانہ قبضہ کرنا، ان کو مختلف طریقوں سے غلام بنانا جائز وحلال ہے۔

اے مسلمانو! آج پوری دنیا ہلاکت وموت کے دہانے پر پہنچ چکی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ بارود کا ڈھیر بن چکی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ تم اپنے سارے اختلاف وانتشار اور تفریق وجدائی کے خود ساختہ سانچوں کو ریزہ ریزہ کردو۔ تم اپنے اعمال وکردار میں اسلام کا سچا نمونہ پیش کرو، دنیا تمہاری منتظر ہے اور قرآن کی یہ آیت ”**انتم الاعلون ان کنتم مومنین**“(۱) تمہیں مسلسل صدا دے رہی ہے۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز**

(۱) سورہ آل عمرآن: آیت ۱۳۹۔ اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

اسلام میں جان ومال اور عزت کی قدروقیمت

اسلام پورے عالم میں امن وآشتی چاہتا ہے، برائیوں وگمراہیوں کا خاتمہ چاہتا ہے، شرک وبدعات، اوہام وخرافات، قتل وغارتگری، چوری وڈاکہ زنی، غصب وحق تلفی، زنا وبے حیائی اور تہمت وبدگمانی سے عالم انسانیت کو محفوظ وپاک رکھنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت کے رمز شناس اور اس کے مزاج و مذاق سے آگاہ علماء نے لکھا ہے کہ شریعت کے پانچ مقاصد(۱) ہیں۔۱۔ جان کی حفاظت۲۔ دین کی حفاظت ۔۳۔ عقل کی حفاظت ۔۴۔ عزت کی حفاظت ۔۵۔ مال کی حفاظت۔ان میں سے جان ومال و عزت کی اہمیت و قیمت ہی اس تحریر کا موضوع ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر فرمایا:

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال ، قال النبی ﷺ بمنی (أتدرون أی یوم هذا؟)قالوا الله و رسوله اعلم قال: فان هذا یوم حرام أتدرون أی بلد هذا ؟ قالوا الله ورسوله أعلم . قال بلد حرام . أتدرون أی شهر هذا؟ قالوا الله و رسوله أعلم قال شهر حرام قال فان الله حرم علیکم دمائکم و اموالکم و أعراضکم کحرمة یومکم هذا، فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا .(۲)

---

(۱) تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو''اصول الفقہ'' امام محمد ابوزہرہ ص ۳۶۶، تا ۳۶۹، دار الفکر العربی
(۲) بخاری ج ۵ ص ۲۲۴۷، کتاب الادب

''ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منی کے میدان میں فرمایا:
کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہاں اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیشک یہ یوم حرام ہے، کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے، ان لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا شہر حرام ہے، کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے، لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ مبارک مہینہ ہے، بیشک اللہ نے ایک دوسرے کا خون، مال، عزت کو اسی طرح حرام قرار دیا ہے جس طرح کہ یہ مبارک دن، مہینہ اور شہر مقدس و محترم ہے''۔

''عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا تحاسدو ا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا و لا بيع بعضكم على بيع بعض و كونوا عباد الله اخوانا، المسلم اخو المسلم لا يظلمه و لا يخذله و لا يحقره ، التقوىٰ ههنا و يشير الى صدره ثلاث مرات ، بحسب امرىء من الشر ان يحقر اخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه'' .(۱)

''حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے پر بڑھنے کی ہوس نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہ رکھو، ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو، اللہ کے بندوں بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کے ساتھ ظلم نہیں کرتا ہے، اس کو دھوکہ نہیں دیتا، اس کو حقیر نہیں سمجھتا ہے، تقوی یہاں ہے آپ نے تین مرتبہ اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا، آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا سمجھے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام ہے''۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر نے خانہ کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تیری عظمت

---

(۱) مسلم ج۴ ص ۱۹۸۶ دار احیاء التراث۔العربی، بیروت

اور تیری حرمت کا کیا کہنا،لیکن مومن کی حرمت تجھ سے بڑھ کر ہے۔

روی ابن ماجة عن عبد الله بن عمر قال رأیت رسول الله ﷺ یطوف بالکعبة و یقول : ام اطیبک، وما اطیب ریحک و ما اعظمک و ما اعظم حرمتک والذی نفس محمد بیده ، لحرمة المومن عند الله اعظم من حرمتک ، ماله و دمه۔(١)

جان کی قدرو قیمت

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے،اسلام اپنے گہوارہ کے ساتھ پورے عالم میں امن وآشتی کا قیام اور برائیوں وگمراہیوں کا خاتمہ چاہتا ہے،تاریخ شاہد ہے کہ جب دنیا شرک وبدعات،ضلالت وگمراہی،ظلم وستم اور قتل وغارتگری کی آماجگاہ بن گئی تھی تو اسلام نے دنیا کے سامنے ایک ایسا نظام پیش کیا جس نے انسانیت کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کیا جب اسلام کا مکمل نظام دورِنبوی اور خلافت راشدہ میں نافذ تھا تو دنیا جنت کدہ بن گئی تھی اور بعد کے ادوار میں بھی جب کبھی مکمل اسلامی نظام نافذ ہوا تو برائیوں وگمراہیوں کا خاتمہ ہوا اور امن وامان کا دوردورہ ہوا۔

اسلام نے جہاں اخلاقی تعلیم کے ذریعہ انسانی جان کو محفوظ کیا وہیں ایسے قوانینِ جرم وسزا مدوّن کیے جن سے بہتر انسانی جانوں کی حفاظت کے قوانین نہ کبھی وضع کیے گئے اور نہ آئندہ کیے جا سکتے ہیں،موجود یورپی وعالمی قوانین نے قاتل وظالم کو سزا دینے کے بجائے جرم پرآمادہ کیا اور بجائے برائیوں کے ختم کرنے کے اس کے فروغ میں حصہ لیا۔

اسلام صرف مسلمانوں کی جان کا ہی محافظ نہیں بلکہ تمام انسانوں کی جان کا بھی محافظ ہے،چاہے مقتول کا تعلق کسی ملک ووطن،قوم ونسل اور ذات وبرادری سے ہو یا مقتول اس کی بیوی،بیٹی،بیٹا یا کوئی اور رشتہ دار ہو،جس نے ایک شخص کا قتل کیا اس نے گویا ساری انسانیت کو قتل کر دیا۔سارے جہاں کے خالق نے فرمایا:

---

(١)الترغیب والترھیب ج٣ص٢٩٤

" من قتل نفسا بغير نفس أو فساد فی الارض فكانما قتل الناس جميعاً ومن احياها فكانما أحيا الناس جميعاً " (۱)

''جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص یا بدون کسی فساد کے (جو زمین میں اس سے پھیلا ہو) قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالیوے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا''۔

قاتل کا ٹھکانا جہنم ہے اس میں اس کے لیے دردناک عذاب ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

" ومن يقتل مومنا متعمدا فجزآؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيماً" (۲)

''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اور اس پر اللہ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اور اس کے لیے بڑی سزا کا سامان کریں گے''۔

مومن کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتا ہے ﴿**لا يقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلک يلق اثاما**﴾ (۳) ''اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا''۔

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔''**زوال الدنيا اهون على الله من قتل رجل مسلم**''(۴)''دنیا کا مٹ جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں کمتر درجے کا ہے''۔

---

(۱) سورہ مائدہ: آیت نمبر ۳۲
(۲) سورۂ نساء: آیت نمبر ۹۳
(۳) سورہ فرقان: آیت نمبر ۶۸
(۴) ترمذی: ج ۴ ص ۱۰۔ باب ما جاء فی تشدید قتل المومن، دار الکتب العلمیہ بیروت

ایک مسلمان کے قتل میں اگر ساری دنیا شریک ہو تب بھی تمام کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿عن ابی ھریرۃؓ عن رسول اللہ ﷺ قال لو ان اھل السماء واھل الارض اشترکوا فی دم مؤمن لاکبھم اللہ فی النار . رواہ الترمذی﴾(۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر تمام زمین وآسمان کے لوگ ایک مومن کے خون میں شریک ہوں تو (اس کے بدلہ) اللہ ان تمام کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ضرور ڈالیں گے''۔

شرک اور قتل مومن نا قابل معافی جرم ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿عن ابی الدرداءؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا الرجل یموت مشرکا أو یقتل مؤمنًا متعمّداً﴾ رواہ ابوداؤد(۲)

''ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امید ہے کہ اللہ ہر گناہ کو معاف کر دے سوائے اس شخص کے جس کی موت شرک کی حالت میں آئے یا اس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو''۔

حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اکبر الکبائر الاشراک باللہ وقتل النفس وعقوق الوالدین وقول الزور أوقال شھادۃ الزور﴾(۳)

''سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (ناحق) کسی کو قتل کرنا والدین کی نافرمانی اور جھوٹ بولنا ہے یا راوی نے کہا جھوٹی گواہی دینا''۔

قرانی آیات واحادیث شریفہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ

(۱) الترغیب والترہیب: ج ۳ ص ۲۹۴، دارالایمان، بیروت
(۲) الترغیب والترہیب: ج ۳ ص ۲۹۵
(۳) بخاری: ج ۴ ص ۱۸۶، دارالمعرفہ، بیروت

ایک مومن کا وجود اس قدر اہم ہے کہ اس کے مقابلہ میں پوری دنیا کے وجود کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگر کوئی کسی مومن کو قتل کر دے تو آخرت میں اس کے لیے درد ناک عذاب ہے دنیا میں اس کی سزا موت ہے قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا اس کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہوسکتا ہے۔

اس میں تمام انسانوں کے لیے عبرت ونصیحت ہے پھر کسی کو ناحق کسی کی جان لینے کی جرأت نہیں ہوسکتی، قاتل کے قتل سے دیگر لوگوں کی جان محفوظ ہو جاتی ہے اور دنیا میں امن وامان ہوتا ہے خالق کائنات نے غافل انسانوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا:

﴿ولكم في القصاص حياة يا اولي الالباب لعلكم تتقون﴾ (۱)

"اے فہیم لوگو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، امید کہ تم لوگ اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کروگے"۔

اسلام نے انسانی جان کی حفاظت کے لیے جہاں ہر ممکن تدبیر کی ہے وہیں اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ جو شخص خود اپنی جان کی حرمت زائل کر دے اس کو اس دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے ایسے لوگوں کے زندہ رہنے کی وجہ سے دنیا میں انتشار وخلفشار، بدامنی، بدکرداری، قتل وخوں ریزی، زنا وآبرو ریزی، اغوا وچھیڑ خانی کا دور دورہ ہوگا، دنیا سے امن وامان اور سکون واطمینان رخصت ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا اله الا الله واني رسول الله الا باحدى ثلاث ، النفس بالنفس ، الثيب الزاني والمارق عن الدين ، التارك الجماعة﴾ (۲)

"کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں ہوتا جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مگر تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے،

---

(۱) سورہ بقرہ: آیت نمبر ۱۷۹
(۲) بخاری: ج ۴ ص ۱۸۸

جان کے بدلے جان، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرنے والا، اور دین چھوڑ کر جماعت سے الگ ہونے والا''۔

آج دنیا جن حالات سے دوچار ہے اس کا بہترین حل اسلام میں موجود ہے لیکن تعصب نے دنیا کو اندھا و بہرا بنا دیا ہے۔ مستشرقین اور باطل قوتیں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جب اسلام دنیا کے ایک بڑے حصے پر اپنے پورے نظام کے ساتھ نافذ تھا تو کس قدر امن وامان تھا، اور جب بھی دنیا کے کسی حصے میں قوانین جرم وسزا کا نفاذ ہوا، وہاں جرائم میں بے حد کمی واقع ہوگئی۔ آج بھی سعودی عرب یا جہاں کہیں بھی اسلامی قوانین جرم وسزا نافذ ہیں وہاں قتل وخون ریزی، چھیڑ خوانی، وآبروریزی، چوری وڈاکہ زنی، اور رشوت ودلالی کے واقعات میں اس قدر کمی ہوگئی کہ بقول کسے یورپی ممالک میں دو منٹ کے اندر جتنے قتل وآبروریزی اور چوری وڈاکہ زنی وغیرہ کے واقعات پیش آجاتے ہیں اتنے سعودیہ میں سال بھر میں بھی پیش نہیں آتے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام ممالک عربیہ میں وہی اسلامی نظام قائم ہو جیسا کہ خلفائے راشدین کے دور میں تھا، انشاءاللہ یہ عمل ان ممالک کے لیے امن وامان اور خیر وبرکت کا باعث ہوگا اور دنیا کے لیے تازیانۂ عبرت......

غیر مسلم کا قتل:

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے جو اس کی آغوش میں آجاتا ہے وہ محفوظ و مامون ہوجاتا ہے اس نے انسان کیا، جانوروں پر بھی رحمت وترس کا حکم دیا ہے، ناحق جانوروں کو تکلیف پہنچانے یا ان کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اس نے جہاں ہر مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی، وہیں اسلامی ممالک میں رہنے والے ذِمّی اور معاہد کی جان کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ من قتل قتيلا من اهل ذمة لم يجد ريح الجنة وان ريحها

لیوجد من مسیرۃ اربعین عاماً﴾(۱)

''جس نے ذمیوں میں سے کسی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جب کہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جائے گی''۔

﴿عن ابی بکرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من قتل معاھدا فی غیر کنھه حرم اللہ علیه الجنة﴾(۲)

''ابو بکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی''۔

لیکن اسلامی ملک میں رہنے والے مسلمان ذمی اور معاہد کی جان کی حرمت اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ وہ خود اپنی جان کی حرمت کو ختم نہ کر دے۔ مثلاً ان میں سے کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود کسی عورت سے زنا کیا، اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے، تاکہ کسی اَور کو اس کی جرأت و ہمت نہ ہو۔

اسلام جنگ میں انہی لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے جو اسلامی فوج سے برسر پیکار ہوں، ملک فتح ہونے کے بعد شہریوں کو قتل کرنے یا ان کی عزت و آبرو پامال کرنے یا ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ بوڑھے اور بچوں کو قتل نہ کرنے کی شدت سے تاکید کی ہے۔ مجاہدین کے پیش نظر مال غنیمت اور کشور کشائی نہیں ہوتی ہے۔ شراب و شباب سے ان کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ مفتوحہ علاقے میں اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے، امن و امان قائم کرنے، تہذیب و تمدن سے آراستہ کرنے اور انسانیت کا درس دینے کے لیے داخل ہوتے ہیں۔

خودکشی :

جس طرح ایک مسلمان کا ہر عضو قابل احترام ہے اس کو ضائع و تلف کرنا

---

(۱) سنن النسائی: ج۸ص۳۵، دار احیاء التراث، العربی بیروت
(۲) نسائی: ج۸ص۲۴

دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے اسی طرح کسی مسلمان کو اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے کہ اپنے جسم کے کسی حصے کو ضائع کردے یا بیکار بنادے ، کاٹ کر پھینک دے یا خودکشی کر بیٹھے، اس کے جسم کا ہر حصہ اللہ کی امانت ہے لہذا مومن کے لیے خودکشی ،خود سوزی اور کسی عضو کو تلف یا ضائع کرنا یا اس کو فروخت کردینا حرام ہے جس نے ایسی حرکت کی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے جو کوئی جس چیز سے اپنے آپ کو ہلاک کرے گا اسی چیز سے ہمیشہ جہنم میں اپنے آپ کو ہلاک کرتا رہے گا۔

﴿عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من ترد ی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابدا ومن تحسیّ سما 'فقتل نفسه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالد مخلدا فیها ابدا ومن قتل نفسه بحدیدة فحدیدته فی یده یجأ بها فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابداً ﴾ (۱)

''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے گرتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھ سے زہر کھاتا رہے گا۔اور جس نے لوہے کی چیز سے خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لوہے کی اس چیز سے اپنے آپ کو زخمی کرتا رہے گا''۔

کیا کوئی مومن چندروزہ مصائب وآلام اور تکالیف وپریشانیوں سے عاجز ہوکر خودکشی کرنے کی جرأت کرسکتا ہے اور اس کے نتیجے میں ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا کا مستحق بن جانا گوارا کرسکتا ہے۔خودکشی کرنا مومن مرد اور عورت کی شایان شان نہیں ہے، ناقص ایمان والے ہی خودکشی کرتے ہیں۔

اللہ ہمیں اسلامی احکام پر عمل کرنے اور دوسروں کو اس کی دعوت وترغیب ، حکمت کے ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔☆☆

---

(۱) بخاری ج ۴ص ۲۳، کتاب الدیات باب شرب السم۔

مال کی قدر و قیمت

یہ دور مادیت کا دور ہے، مغربی تہذیب نے بنی نوع انسان کو دولت کے حصول کے نشہ میں اس قدر مست و مدہوش کر دیا کہ حلال وحرام کا فرق ذہنوں سے محو ہو گیا ہے، اسلام کسب حلال کی ترغیب دیتا ہے، لیکن مال و دولت حاصل کرنے کے اصول وقواعد متعین کرتا ہے، اور مصارف کے قوانین بھی وضع کرتا ہے تا کہ ظلم وستم، ذخیرہ اندوزی، خودغرضی ومفاد پرستی، فریب و دھوکہ دہی، لوٹ کھسوٹ، اور غصب وحق تلفی سے پاک و صاف ہو کر دنیا امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے اور ہر حقدار کو اس کا حق مل جائے اور ہر شخص دوسرے کا معین ومددگار بن جائے، مال کو قرآن نے ''خیر'' کہا ہے، حلال مال و دولت کے ذریعہ اسلام کی عظیم خدمت کی جاسکتی ہے، فریضۂ حج کی ادائیگی، زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ محتاجوں، بیواؤں، یتیموں اور ہر قسم کے ضرورت مندوں کی مدد و تعاون، علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت، مدارس کا قیام اور نونہالان امت کو زیور علم سے آراستہ کرنے اور مساجد کی تعمیر اس طرح بے شمار ملی، دینی، اصلاحی اور رفاہی کاموں میں مال ودولت کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے، مال و دولت کے بغیر ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہوتا ہے، جس قوم کی گرفت علم اور اقتصادیات پر مضبوط ہوتی ہے وہ ترقی کے منازل طے کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' **نعم المال الصالح للرجل الصالح** '' (۱)

مال کا جائز طریقہ سے کمانا اور حاصل کرنا اور جائز راستے میں خرچ کرنا اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے، لیکن حرام طریقے سے دولت حاصل کرنے اور ناجائز پیشہ اختیار کرنے والوں پر قرآن وحدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

'' **یا أیھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم و لا تقتلوا انفسکم ، ان اللہ کان بکم**

(۱) رواہ احمد

رحیماً، و من یفعل ذلک عدواناً و ظلماً فسوف نصلیه ناراً و کان ذلک علی الله یسیراً ''(۱)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اس طور پر کہ حد سے گزر جائے ، اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے''۔

گناہ، ظلم و ستم اور کسب مال حرام یہود کی امتیازی خصوصیت ہے اور جن کی وجہ سے ان کی مذمت کی گئی ہے۔

'' وتری کثیر ا منهم یسارعون فی الاثم و العدوان و اکلهم السحت ، بئس ماکانوا یعملون، لولا ینههم الربانیون و الاحبار عن قولهم الاثم و أکلهم السحت لئس ماکانوا یصنعون '' (۲)

آپ ان میں ایسے آدمی دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں، واقعی ان کے یہ کام بہت برے ہیں، ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔

غصب

جس نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کی اللہ قیامت کے دن اس زمین کا قلادہ اس کی گردن میں ڈال دیں گے ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا''**من أخذ شبراًمن الارض بغیر حقه طوقه من سبع ارضین '' (۳)**

''جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ناحق غصب کی تو اللہ اس کے گلے میں

---

(۱) نساء آیت ۲۹۔۳۰

(۲) سورہ مائدہ آیت ۶۲۔۶۳

(۳) رواہ احمد، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۵

ستر زمینوں کا قلادہ پہنائیں گے''۔

دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:''**حرم الله مال المسلم علی المسلم ان یا خذ عصا اخیه بغیر طیب نفس**''(۱)

''اللہ نے مسلمانوں کے مال کو دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا اس طور پر کہ وہ اپنے بھائی کی مرضی کے بغیر اس کی لاٹھی بھی لے''

چوری

کسی کی رکھی ہوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر چھپا کر لے لینے کی سب سے کمینہ حرکت کا نام چوری ہے۔ چوری ایک مذموم فعل ہے، چور، صاحب مال کی مرضی و اطلاع کے بغیر اس کے مال پر قابض ہو جاتا ہے ، چور کے لیے دونوں جہاں میں ذلت ورسوائی اور سزا وعذاب مقدر کر دی گئی ہے کیونکہ جس کا مال چرایا گیا اس کی محنت رائیگاں گئی اور محنت سے کمائی ہوئی دولت کے استفادہ سے محروم رہا۔ اگر اس کی چوری کا علم کسی کو نہ ہو سکے تب بھی اس کا یہ عمل اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے، اس کو اپنے کیے کا حساب اللہ کے سامنے ضرور دینا ہوگا، اگر چوری کا علم لوگوں کو ہو جائے تو حکم خداوندی کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، اسی سے اس فعل کی شناعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

''**و السارق و السارقة فاقطعوا ایدیهماجزاءً بما کسبا نکالا من الله و الله عزیز حکیم**''(۲)

''اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سوان دونوں کے (داہنے) ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑی قوت والے ہیں، بڑی حکمت والے ہیں''

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کے متعلق چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کا فرمان

---

(۱) مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۵
(۲) سورہ مائدہ آیت ۳۸

جاری ہونے کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سفارش کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

" یا اسامه أتشفع فی حد من حدود الله ؟ ثم قال فاختطب فقال : انما هلک الذین من قبلکم أنهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوه واذا سرق فیهم الضعیف أقاموا علیه الحد وأیم الله لو انّ فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها "(۱)

"اے اسامہ کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کی بابت سفارش کرتے ہو، پھر آپؐ نے تقریر فرمائی: تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے جب ان میں شریف نے چوری کی تو انہوں نے چھوڑ دیا اور جب ان میں کے کمزور نے چوری کی تو انہوں نے ان پر حد جاری کی۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹ لیتا"

اگر صاحب مال چور کو اپنا مال ہبہ وعطیہ کر دے یا اس کے جرم کو معاف کر دے ایسا کرنا اس کے لیے اسی وقت جائز ہے جب تک اس کا معاملہ اسلامی عدالت اور حکام تک نہ پہنچے۔

حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں:

کنت نائماً فی المسجد علیّ خمیصة لی ثمن ثلاثین درهماً فجاء رجل فاختلسها منی، فأخذ الرجل فأتی به رسول الله ﷺ وأمَرَ به لیقطع ، قال : فأتیته فقلت أتقطعه من أجل ثلاثین درهماً أنا أبیعه وأنسئه ثمنها ؟ قال : فهلاّ کان هذا قبل تاتینی به .(۲)

"میں مسجد میں سو رہا تھا اور میرے سر ہانے ایک چادر تھی جس کی قیمت بیس درہم تھی ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ سے اس چادر کو کھینچا، وہ آدمی پکڑا گیا اور آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم فرمایا۔ راوی کہتے ہیں:

---

(۱) ابوداؤد: ج۴ ص۱۳۰، حدیث نمبر ۴۳۷۳

(۲) ابوداؤد: ج۴ ص۱۳۶، حدیث نمبر ۴۳۹۴

میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کیا آپ اس کا ہاتھ تیس درہم کی وجہ سے کاٹیں گے؟ میں نے یہ چادر اس کے ہاتھ بیچ دی اور قیمت اس کے ذمہ رہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ تک معاملہ آنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہیں کرلیا۔

ناپ تول میں کمی

چوری کی ایک قسم ناپ تول میں کمی کرنا ہے، تاجر و بیوپاری اس حرکت کے ذریعہ اپنی دولت میں اضافہ کرتا ہے، تو دوسری جانب دوسرے کے مال پر ناجائز قابض ہوتا ہے، ایسے اشخاص کو احکم الحاکمین کے سامنے جوابدہی کا ذرہ برابر ڈر وخوف نہیں ہوتا ہے، جب کہ ناپ تول میں کمی جہاں اس کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کا باعث ہے، وہیں جب دنیا کو یہ خبر ہوجاتی ہے کہ فلاں پورا پورا ناپ تول نہیں کرتا تو لوگ اس سے کترانے لگتے ہیں، نتیجۃً اس کا کاروبار ٹھپ و برباد ہوجاتا ہے، ایک مسلمان تاجر جب یہ حرکت کرتا ہے تو اس کی شناعت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ اسلام نے تمام ناجائز راستوں سے دولت کمانے کو ممنوع قرار دیا ہے اور ان میں سے ایک ناپ تول میں کمی بھی ہے، لہٰذا اس سے سخت انداز میں باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے، اور عذاب الیم کی وعید سنائی گئی ہے۔

" ویل للمطففین، الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون ، و اذا کالوھم أو وزّنوھم یخسرون ، الا یظن أولئک أنھم مبعوثون ، لیوم عظیم، یوم یقوم الناس لرب العالمین " (۱)

''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں، اس عظیم دن کے لیے جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''۔

---

(۱) سورہ مطففین آیت ۱ تا ٦

اقوام سابقہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہ بیماری زیادہ تھی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے لوگوں کو پورا پورا ناپ تول کرنے کی تاکید اور عذاب سے آگاہ فرمایا تھا۔

" یقوم اعبدوا الله مالکم من الله غیره ، ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی اراکم بخیر و انی اخاف علیکم عذاب یوم محیط و یقوم اوفوا المکیال و المیزان بالقسط و لا تبخسوا الناس اشیاء هم و لا تعثوا فی الارض مفسدین "(۱)

"اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں کمی نہ کرو، میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھبرانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے، اے میری قوم ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں خرابی اور فساد نہ مچاؤ"۔

ناپ تول میں کمی کرنا حق تلفی و ناانصافی ہے، اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ ہے، اس لیے تمام انبیاء کرام نے خصوصاً حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو اس سے دور رہنے کا حکم فرمایا، آخری و تکمیلی مذہب اسلام نے بھی اس کی بابت سخت قانون بنایا اور اس کو عذاب الٰہی کا ذریعہ قرار دیا۔

سود

اسلام نے سود کو حرام قرار دیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے **" أحل الله البیع و حرم الربوا "** یعنی اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔

سود کی وجہ سے دولت سمٹ کر چند لوگوں کے ہاتھ میں آجاتی ہے، ایک کی دولت میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے، تو دوسرا دن بدن معاشی بدحالی کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے، سود خور بلا کسی محنت و کوشش اور بلا کسی عوض کے دوسرے کے مال کا مالک بنتا چلا جاتا ہے، اس کی وجہ سے معاشرہ میں ایک دوسرے کی مدد اور ایثار و قربانی

---

(۱) سورہ ہود آیت ۸۴۔۸۵

کے بجائے، بغض وعداوت، حرص وطمع اور استحصال وزیادتی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" الذین یاکلون الرّبوٰا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطٰن من المس ذلک بأنهم قالوآ انّما البیع مثل الربوا ، واحلّ الله البیع وحرّم الربوٰا فمن جاء ہ موعظة من ربّه فانتهیٰ فله سلف . وأمره الی الله ومن عاد فاولئک اصحٰب النار هم فیها خالدون . یمحق الله الربوٰا ویربی الصدقٰت والله لا یحب کل کفار اثیم ۔(۱)

''جو لوگ سود کھاتے ہیں، نہیں کھڑے ہونگے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران و مدحوش) یہ (سزا) اس لیے (ہوگی) کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا۔ اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ اور اللہ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو''۔

عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

آکل الربا وموکله وشاهده وکاتبه(۲)

''سود کھانے والے، سود کھلانے والے (یعنی دینے والے) سود پر گواہ ہونے والے اور سود کی دستاویز لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی''۔

رشوت

اسلام میں رشوت حرام ہے، رشوت یہ ہے کہ کوئی اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبے

---

(۱) سورہ بقرہ: آیت ۲۷۵، ۲۷۶

(۲) ابوداؤد: ج ۳ ص ۲۴۲۔ حدیث نمبر ۳۳۳۳) باب فی اکل الرباء وموکله

کے پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کر لے۔
یہودی علماء رشوت لے کر لوگوں کے درمیان ناانصافی اور غلط فیصلہ کیا کرتے تھے اور تورات کے قوانین میں تحریف کیا کرتے تھے اس لیے ان کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

" ان الذین یکتمون مآ انزل اللہ من الکتاب ویشترون بہ ثمنا قلیلاً اولئک ما یأکلون فی بطونھم الا النار ولایکلّمھم اللہ یوم القیامۃ ولا یزکّیھم ولھم عذاب الیم " (۱)

''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

رشوت لینے والا دوسرے کے مال کا باطل طریقہ سے اور صاحب مال کی رضامندی کے بغیر مالک ہو جاتا ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا: **''ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون''(۲)**

" اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق (طور پر) مت کھاؤ اور ان'' کے جھوٹے مقدمہ'' کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ'' اس کے ذریعہ سے'' لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بہ طریق گناہ'' یعنی ظلم'' کے کھا جاؤ اور تم کو'' اپنے جھوٹ اور ظلم کا''، علم بھی ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **''لعن اللہ الراشی و المرتشی و الرأش''** (۳) ''رشوت لینے اور دینے والے اور واسطہ بننے والوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے''

دوسری جگہ فرمایا: **''لعنۃ اللہ علی الراشی و المرتشی فی الحکم''(۴)**

---

(۱) سورہ بقرہ ۱۷۴
(۲) سورہ بقرہ آیت ۱۸۸
(۳) کشف الخفاء لاسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی ج ۲ ص ۱۸۶
(۴) مسند احمد بن حنبل

یعنی اللہ کی لعنت ہے حکومت کے معاملات میں رشوت دینے والے پر بھی اور رشوت لینے والے پر بھی۔

جس شخص نے رشوت لی اس کو چاہئے کہ وہ اس کو واپس کر دے، علامہ شامی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ردالمحتار میں ''قنیہ'' کے حوالے سے اس بات کی صراحت کی ہے، و فی القنیة(الرشوة یجب ردها ولا تملک)(۱) یعنی رشوت کا واپس کرنا ضروری ہے کوئی شخص رشوت کا مالک نہیں ہوتا۔

'' عن ابی حمید الساعدی أن النبی ﷺ استعمل رجلاً من الأزد یقال له ابن اللُتبیّة ، قال ابن السرح ! ابن الأتبیة علی الصدقة ، فجاء فقال : هذا لکم و هذا أهدی لی ، فقام النبی ﷺ علی المنبر فحمد الله وأثنی علیه وقال : ما بال العامل نبعثه فیجئ فیقول : هذا لکم وهذا أهدی لی ، ألا جلس فی بیت أمّه ، أو أبیه ، فینظر أ یهدی له أم لا ، لا یاتی احدٌ منکم بشئ من ذلک الا جاء به یوم القیامة ان کان بعیراً فله رغاء أو بقرة فلها خوارٌ أو شاةً تبعر ثم رفع یدیه حتی رأینا عفرة ابطیه ثم قال : اللّهمّ هل بلغت ، اللّهمّ هل بلغتُ .(۱)

''ابوحمید ساعدی روایت کرتے ہیں: بیشک نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک آدمی جس کو ابن لُتبیہ یا ابن اُتبیہ کہا جاتا تھا کو عامل بنا کر بھیجا۔ تو اس نے واپس آ کر کہا یہ آپ کے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: عامل کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم اس کو بھیجتے ہیں تو آ کر کہتا ہے۔ یہ آپ کے لیے ہے یہ میرے لیے ہدیہ ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھتا کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں۔ تم میں سے کوئی اس میں سے جس چیز کو بھی لے وہ قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ آئے گا۔ اگر اس کے پاس اونٹ ہو گا تو

(۱) ردالمحتار ج ۴ ص ۳۰۴ دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان
(۲) سنن ابی داؤد: ج ۳ ص ۱۳۵، باب فی ہدایا العمال

اس کے لیے آواز ہوگی ۔ یا گائے ہوگی تو اس کے لیے آواز ہوگی، یا بکری ہوگی تو اس کی آواز ہوگی، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، یہاں تک کہ بغل کی سفیدی کو ہم نے دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ میں نے پہنچا دیا، اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔

" عن سلیمان بن یسار ان رسول الله ﷺ کان یبعث عبد الله بن رواحة الی خیبر ، فیخرص بینه وبین یهود خیبرقال فجمعوا له حلیا عن حلی نسائهم فقالوا له :هذالک وخفّف عنا ونجاوز فی القسم ، فقال عبد الله بن رواحة یا معشر الیهود ! والله انّکم لمن أبغض خلق الله الیّ وما ذاک بحاملی علی أن أحیف علیکم فأفّا ما عرضتم من الرشوة فانّها سحت وانّا لا ناکلها ، فقالوا: بهذا قامت السمٰوات والأرض .(۱)

سلمان بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن رواحہ کو خیبر بھیجتے تھے تو وہ اپنے اور خیبر کے یہودی کے درمیان غلّہ تقسیم فرماتے تھے، یہودیوں نے ان کے لیے اپنی عورتوں کے زیورات میں سے کچھ جمع کیے اور اُن سے کہا: یہ آپ کے لیے ہے۔ ہم پر آسانی کیجئے اور تقسیم میں ہمارا حصہ بڑھا دیجئے۔ تو عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا: اے یہودی کی جماعت خدا کی قسم تم لوگ اللہ کی ساری مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ لیکن یہ مجھے تم پر ظلم کرنے پر آمادہ نہیں کرسکتا اور جو تم نے رشوت پیش کی ہے وہ حرام ہے ، ہم مسلمان اس کو نہیں کھاتے ، ان (یہودیوں) نے (ان کی یہ تقریر سن کر) کہا یہی وہ (انصاف) ہے جس سے زمین و آسمان قائم ہیں''۔

اسراف و فضول خرچی

جس طرح دوسرے کے مال کو اس کی مرضی کے بغیر لینا حرام ہے اسی طرح اپنے مال کو بھی بلاضرورت و بلامحل خرچ وضائع کر دینا حرام ہے، کیونکہ مال اللہ کی نعمت و عطیہ ہے اور وہ اس کے بندوں کے پاس امانت ہے، یہی وجہ ہے کہ اسراف وفضول

(۱) مؤطا امام مالک: ص۷۰۴، دار احیاء الکتب العربیۃ، القاہرۃ، باب ماجاء فی المساقات)

خرچی ممنوع ہے، اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا:"و آت ذا القربی حقه والمسکین و ابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین "(۱) اور دوسری جگہ فرمایا:"و کلوا و اشربوا و لا تسرفوا انه لا یحب المسرفین "(۲) اور خوب کھاؤ اور پیو البتہ اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، "ایاکم والسرف فی المال و النفقة ، و علیکم بالاقتصاد فما افتقر قوم قط اقتصدوا " (۳) "تم مال اور نفقہ میں اسراف سے بچو اور میانہ روی و اعتدال کو تھام لو، جب کبھی کوئی قوم محتاج و تنگ دست ہوئی تو انہوں نے خرچ میں اعتدال اختیار کیا"

اور فرمایا: " الرفق فی المعیشة خیر من بعض التجارة " (۴) "زندگی کے اخراجات میں میانہ روی بعض تجارت سے بھی بہتر ہے"

اور ایک موقع پر فرمایا: " من اقتصد اغناه الله و من بذر افقر ه الله و من تواضع لله رفعه الله و من تجبر قصمه الله " (۵) "جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ نے اس کو بے نیاز کر دیا، اور جس نے فضول خرچی کی اللہ نے اس کو محتاج بنا دیا اور جس نے اللہ کی خاطر خاکساری اختیار کی تو اللہ نے اس کو سربلندی عطا کی اور جس نے تکبر کیا اللہ نے اس کو ذلیل کر دیا"۔۔۔۔۔۔۔۔ الغرض ایک پاکیزہ و صالح معاشرہ کی علامت و پہچان یہ ہے کہ وہ ناجائز دولت و ثروت، چوری و ڈاکہ زنی، غصب و حق تلفی، سود و رشوت اور اسراف و فضول خرچی سے پاک و صاف ہو، جب یہ سارے اوصاف پائے جائیں تو اسے ایک اسلامی معاشرہ کا نام دیا جاتا ہے۔

---

(۱) بنی اسرائیل آیت ۲۶۔۲۷
(۲) سورہ اعراف آیت ۳۱
(۳) کنز العمال ج ۳ ص ۵۳
(۴) کنز العمال ج ۳ ص ۵۱
(۵) کنز العمال ج ۳ ص ۵۰

عزت کی قدر وقیمت

تمام انسان حضرت آدم وحضرت حوا کی اولاد ہیں اور تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کا رسول ان کی کتاب اور ان کا حرم ایک ہے، سبھی اپنا مستقل وجود رکھنے کے باوجود ایک ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے مدد ومعاون ہوتے ہیں۔

عن ابی موسی الأشعری رض قال قال رسول الله ﷺ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضاً شبک بین اصابعه. (۱)

''حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر (دکھاتے ہوئے) فرمایا کہ مومن، مومن کے لیے (اس طرح) دیوار کی طرح ہے، ان میں کا ایک دوسرے کو طاقت بخشتا ہے''۔

تمام مومنین محبت والفت اور شفقت ونرمی میں ایک جسم کی طرح ہیں حضرت نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

تری المؤمنین فی تراحمهم و توادهم و تعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکیٰ عضوا تداعی له سائر الجسد بالسهر و الحمی (۲)

''باہمی محبت وہمدردی اور مہربانی کرنے میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جب کہ اس کے کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریک حال رہتا ہے''۔

وہی مسلمان حقیقی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، عبداللہ بن عمرو نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: **''المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده و المهاجر من هجر ما نهی الله عنه''** (۳)

---

(۱) مسلم ج۴ص۱۹۹۹ حدیث ۲۵۸۵
(۲) بخاری: ج۵ص ۲۲۳۸ باب رحمة الناس والبهائم
(۳) بخاری ج۱ص۱۳

''ترجمہ:۔ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کردے۔''

ایک مومن کے لیے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مومن کو تکلیف نہ پہونچے، بلکہ کامل مومن وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

''عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لا یومن احدکم حتی یحب لأخیہ مایحب لنفسہ'' (۱) ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

اسلام ایک ایسے معاشرے کو فروغ دیتا ہے جس کے اندر ایک دوسرے کا احترام ہو ان کے قلوب محبت و الفت، شفقت و رحمت، امن وسکون، اور راحت و آرام سے لبریز ہوں، اسلامی معاشرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر شخص چین وسکون کیساتھ اللہ کی عبادت اور دنیاوی امور کو انجام دے سکے، خوشی کا موقع ہو یا غم کا ہر حال میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ناحق کسی مسلمان کی عزت کو پامال کرنے کو سب سے عظیم گناہ قرار دیا ہے۔

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اکبر الکبائر استطالۃ المرأ فی عرض رجل مسلم بغیر حق ومن الکبائر السبتان بالسبۃ'':(۲)

''ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک عظیم گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے کسی آدمی کا ناحق کسی مسلمان کی عزت میں دست درازی کرنا اور بڑے گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک عار کے بدلے دو عار دلانا''۔

اب ہم ان اسباب و وجوہات کو مختصر بیان کرتے ہیں جن سے کسی کی عزت پامال ہوتی ہے۔

---

(۱) بخاری ج۱ص۱۴
(۲) ابوداؤد ج۴ص۲۷۱

ترک تعلق

انسان کے اندر اجتماعی زندگی گزارنے کا فطری جذبہ موجود ہے، ایک ہوشمند آدمی، اپنے بیوی بچوں اور اعزاء و اقارب کے ساتھ دیگر لوگوں سے بھی تعلقات قائم کرتا ہے، اس فطری جذبہ کی تکمیل میں اگر کوئی رکاوٹ آتی ہے تو زمین اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کا صحیح احساس و ادراک اسی کو ہو سکتا ہے جو اس تنگ راہ سے گزرا ہو، غزوۂ تبوک میں تین صحابہ کرام شریک نہیں ہو سکے تھے تو زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تھی اللہ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

وعلیٰ الثلٰثة الذین خلفوا، حتی اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم و ظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه، ثم تاب علیهم لیتوبوا، ان الله هو التواب الرحیم.(۱)

''اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں، اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں بیشک اللہ ہی ہے مہربان رحم کرنے والا''۔

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ دنیاوی امور کی وجہ سے وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے، حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ولا تباغضوا ولاتحاسدوا ولا تدابروا و کونوا عباد الله اخواناً ولا یحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلاث۔(۲)**

''ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے پڑو، اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے''

---

(۱) سورہ توبہ: ۱۱۸

(۲) مسلم ج ۴ ص ۱۹۸۳۔ حدیث ۲۵۵۹

جب کبھی ایسی نوبت آجائے تو سب سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے،
حضرت ابوایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ ثلا ث لیال یلتقیان، فیعرض ھذا و یعرض ھذا و خیر ھما الذی یبدأ بالسلام۔**(۱)

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین رات چھوڑ دے، دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں تو یہ اعراض کر رہا ہے تو وہ بے رخی برت رہا ہے ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے''

سلام کا جواب نہ دینے والا گناہ کا مستحق ہوگا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے بری ہوگا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' لا یحل لمؤمن ان یھجر مؤمناً فوق ثلاث ، فان مرت به ثلاث فلیلقه فلیسلم علیه ، فان رد علیه السلام فقد اشترکا فی الاجرو ان لم یرد علیه فقد باء بالاثم و خرج المسلم من الھجرة ''(۲)

''مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اگر تین دن گزر جائیں تو اسے چاہئے کہ وہ ملاقات کرے اور اسے سلام کرے اور اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے اور اگر وہ جواب نہ دے تو گناہ کا مستحق ہوگا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے بری ہوگا''

جس نے اپنے بھائی سے ترک تعلق کیا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے اور اسی حالت میں مرگیا تو وہ جہنمی ہے۔'' **لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث ممن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار** ''(۳)

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ

---

(۱) مسلم ج۴ص۱۸الجزءالثامن
(۲) ابوداؤد ج۴ص۲۷۹۔حدیث نمبر۴۹۱۲
(۳) ابوداؤد ج۴ص۲۷۹

دے، جس نے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دیا اور مر گیا تو دوزخ میں داخل ہوگا''

اگر کوئی اپنے رشتہ دار کے ساتھ ترک تعلق کرے تو اس کی شناعت مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ اللہ نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے اور قطع رحمی کرنے سے منع فرمایا ہے، سورہ نساء میں ہے:

''**واتقوا الله الذی تساء لون به و الارحام ان الله کان علیکم رقیباً**'' (۱) ''اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو، یقین جانو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے''

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الرحم معلقة بالعرش تقول : من وصلنی وصله الله و من قطعنی قطعه الله** (۲)

''رحم عرش میں معلق ہو کر کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا اس کو اللہ جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اس کو اللہ توڑے گا''۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: **لا یدخل الجنة قاطع** (۳) ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔

یہ امر طبعی ہے کہ ایک شخص آپ کے ساتھ حسن سلوک کرے تو آپ بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کریں، وہ صلہ رحمی کرے تو آپ بھی اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں، لیکن اصل صلہ رحمی یہ ہے کہ جو آپ سے بدسلوکی اور قطع رحمی کرے اس کے ساتھ آپ صلہ رحمی کا معاملہ کریں، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

" **لیس الواصل بالمکافئ و لکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها**''(۴)

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو برابری کا معاملہ کرتا ہے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو قطع رحمی کرنے والے کو جوڑتا ہے''

---

(۱) سورہ نساء: آیت ۱
(۲) مسلم ج ۴ ص ۱۹۸۱۔ حدیث نمبر ۲۵۵۵
(۳) بخاری ج ۵ ص ۲۲۳۱
(۴) بخاری ج ۵ ص ۲۲۳۳

ایک مومن دوسرے سے دین کی بنیاد پر محبت والفت، مدد وتعاون، حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتا ہے اور دین ہی کی خاطر دوسرے سے نفرت ودوری اختیار کرتا ہے، اس کی محبت ونفرت دونوں اللہ کی خاطر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے تین اصحاب کا بائیکاٹ کیا اور صحابہ کرام نے بھی حضور اکرم ﷺ کے حکم سے پچاس دنوں تک سلام وکلام بند رکھا اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے چالیس دن تک علٰحدگی اختیار کی، حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے فرزند سے ایک حدیث کو خاطر میں نہ لانے کی وجہ سے بات چیت بند کی اور مرتے دم تک بات نہیں کی، لیکن دنیاوی اغراض کی خاطر کسی مسلمان سے ترک تعلق کرنا اسلام میں ممنوع ہے، ایسا شخص اللہ کی مغفرت اور رحمت سے محروم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پیر و جمعرات کے دن مشرک کے علاوہ ہر بندہ کی مغفرت فرماتا ہے مگر ایسے دو شخص جن کو آپس میں بغض وعداوت ہو وہ اس مغفرت اور رحمت سے محروم رہتے ہیں، حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" تفتح ابواب الجنة یوم الاثنین و یوم الخمیس فیغفر لکل عبد لا یشرک با لله شیئا الا رجل کانت بینه و بین اخیه شحناء، فیقال انظروا هذین حتی یصطلحا، انظروا هذین حتی یصطلحا، انظروا هذین حتی یصطلحا "(۱)

"جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ عز وجل ہر اس بندہ کی مغفرت فرماتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس شخص کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض وعداوت ہو تو کہا جائے گا انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں"

جب بھی دو افراد یا دو فریق و جماعت میں نفرت وعداوت اور دوری و بیگانگی

(۱) مسلم ج۴ ص۱۹۸۷

ہوجائے تو معاشرہ کے اصحاب الرائے اور بااثر حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی المقدور، ان کے درمیان صلح وصفائی کی کوشش کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون " (۱)

''لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کردو اور اللہ سے ڈروتا کہ تم پر رحم کیا جائے''

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

" لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس و من یفعل ذٰلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیه اجراً عظیماً "(۲) ''عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی، مگر ان کی جو ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالی کی رضا جوئی کے واسطے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے''۔

حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ سرورکائنات محمد ﷺ نے فرمایا:

''أ لا ادلکم علی افضل من درجة الصلوٰة و الصیام و الصدقة؟ قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال: اصلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھوالحالقة لا اقول انھا تحلق الشعر ولکن تحلق الدین ''(۳)

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ نماز، روزہ، اورصدقہ سے بڑھ کر فضیلت والا کون سا کام ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے اے اللہ کے رسول تو آپؐ نے فرمایا: ''لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا، کیونکہ تعلقات کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے بالوں کو مونڈنے والی نہیں بلکہ دین کو مونڈنے والی ہے''

لوگوں کے درمیان صلح صفائی ایک ایسا مہتم بالشان فریضہ ہے، جس کی خاطر جھوٹ بولنے کی بھی اجازت دی گئی، حالانکہ شریعت اسلامیہ میں جھوٹ گناہ کبیرہ ہے،

---

(۱) سورہ حجرات ۱۰
(۲) سورہ نساء: آیت ۱۱۴
(۳) ترمذی ج ۴ ص ۳ ۵۷

ام کلثوم بنت عطیہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

لا أعده کا ذباً الرجل یصلح بین الناس یقول القول ولا یرید به الا الاصلاح ، والرجل یقول فی الحرب ، والرجل یحدث امرأته والمرأة تحدث زوجها ''(۱)

''میں جھوٹا شمار نہیں کرتا اس شخص کو جو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس سے اس کا مقصد صرف اصلاح ہوتا ہے اور اس شخص کو جو جنگ میں جھوٹ بولتا ہے اور اس شخص کو جو اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے یا اس عورت کو جو اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتی ہے''

الغرض تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ ایک جسم کی طرح ہیں اگر جسم کا ایک حصہ تکلیف ومصیبت میں مبتلا ہو تو تمام اعضاء اس کے ساتھ تکلیف ومصیبت میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اسی طرح تمام مسلمانوں کو آپس میں محبت والفت، اتحاد واتفاق، عزت واحترام اور عفو ودرگزر کا معاملہ کرنا چاہئے اگر کبھی کسی دنیاوی امر کی وجہ سے بات چیت بند ہو جائے تو تین دن کے اندر آپسی ناراضگی واختلاف کو ختم کر کے گفتگو شروع کر دینی چاہئے، معاشرہ کے دوسرے افراد کی بھی ذمہ داری ہے کہ جب بھی دو افراد یا جماعت میں اختلاف و دوری ہو جائے تو وہ ان کے درمیان صلح وصفائی کی ہر ممکن کوشش کریں، اللہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

کسی کو حقیر و کمتر سمجھنے و تمسخر و مذاق اڑانے کی اسلام میں اجازت نہیں

اللہ رب العزت ساری مخلوقات کا خالق ورازق ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا محتاج ہے، جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلت ورسوائی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اپنی بے شمار نعمتیں عطا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، اللہ نے انسان کو

---

(۱) ابوداؤد ج۴ ص۲۸۱

پیدا کر کے اس کائنات کا خلیفہ بنایا اور اچھی شکل وصورت عطا کی اور'' **خلقنا الانسان فی احسن تقویم**'' (۱) ''یعنی ہم نے انسان کو بہت خوبصورت ڈھانچہ میں ڈھالا ہے''۔

اور اپنی خاص حکمت ومصلحت کے مطابق انسانوں میں سے کچھ کو ناقص الاعضاء، بدشکل اور محتاج وفقیر بنایا، اور اس کو مختلف خاندانوں، قبیلوں، خطوں اور ملکوں میں پیدا فرمایا، اب کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ دوسرے شخص کا ایسے عیوب کی وجہ سے مذاق اڑائے جس میں اس کی مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، کسی آدمی کا غریب ومفلس ومحتاج و فقیر ہونے کی وجہ سے مذاق نہ اڑایا جائے، اس لیے کہ ہر شخص کی تمنا وآرزو ہوتی ہے کہ مال ودولت، عزت وشرافت اور دنیا کی تمام نعمتیں اس کو میسر ہو جائیں، لیکن اگر تمام لوگ ایک جیسے ہو جائیں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا، اور لوگوں کی ضروریات کی تکمیل مشکل ترین ہو جائے گی، جد جہد، تگ ودو، خوب سے خوب تر کی تلاش وجستجو، ایجادات و اختراعات اور ساری رعنائیوں ودلفریبیوں سے دنیا خالی ہو جائے گی، اس لیے اللہ نے اپنی مصلحت کے مطابق دنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا، اس کی تخلیق پر ہنسنا، اس کا مذاق وتمسخر اڑانا، اللہ کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے، اور دوزخ میں داخل کرنے والا عمل ہے، اللہ نے مذاق نہ اڑانے کا حکم دیا ہے۔''**یا أیھاالذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیراً منھن**''(۲)

''اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں''

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا(**کل المسلم علی المسلم حرام مالہ و عرضہ و دمہ حسب امرىء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم**)(۳)

''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال، عزت اور خون حرام ہے۔آدمی کے برا

---

(۱) سورہ تین آیت ۴
(۲) الحجرات: آیت ۱۱
(۳) سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۷۰

ہونے کے لیے کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے‘‘۔

تمام انسانوں میں اللہ کے نزدیک معزز ومکرم وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہو، اور اچھے اخلاق وکردار ولا ہو، ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور دنیا میں بھی اس کی عزت وقدر کی جاتی ہے، اللہ ہر شخص کی نیت اور اعمال میں اخلاص کے بقدر اجر عطا فرماتا ہے، حدیث میں ہے۔

’’**ان الله لا ينظر الى صوركم و اموالكم و لكن ينظر الى قلوبكم و اعمالكم**‘‘ (۱) ’’بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا ہے، لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے‘‘۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پنڈلی کھل گئی اس کو دیکھ کر صحابہ کرام ہنس پڑے تو آپ ﷺ نے ناراضگی کے ساتھ فرمایا۔

’’**لم تضحكون؟ قالوا يا نبى الله من دقة ساقيه فقال والذى نفسى بيده لهما أثقل فى الميزان من احد**‘‘(۲) ’’ تم لوگ کیوں ہنس رہے ہو صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے نبیؐ ان کی دونوں پنڈلیوں کے دبلا ہونے کی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی‘‘۔

الغرض اللہ نے دوسروں کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ اس نے اپنی حکمت ومصلحت سے کسی کو کامل الاعضاء تو کسی کو ناقص الاعضاء، کسی کو خوبصورت تو کسی کو بدشکل، کسی کو صاحب اقتدار ورسوخ تو کسی کو محتاج و بے بس، کسی کو صاحب دولت وثروت تو کسی کو مفلس وکنگال بنایا، کسی کو اس خطہ میں پیدا کیا تو کسی کو دوسرے خطۂ ارض میں، کوئی عربی بولنے والا ہے تو کوئی انگریزی، اردو وغیرہ، اس لیے کسی مرد و عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی بنیاد وسبب سے دوسرے کا مذاق اڑائے، یہ عمل نص قرآنی کی خلاف ورزی ہے، جو دونوں جہاں میں ناکامی ورسوائی کا باعث ہے، اس لیے ہر مومن مرد وعورت کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱) ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۸۸
(۲) مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۲۱

طعن و تشنیع

اوپر بیان کیے گئے عیوب میں سے کسی عیب کی بنیاد پر کسی کو طعن وتشنیع کرنے کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے، زبان یا اشارات وکنایات یا حرکات وسکنات سے کسی کو اس کے عیب کی بنیاد پر عار دلانے والا دوسروں کو اس بات پر اکسار رہا ہے کہ وہ بھی اس کے کسی عیب پر اس کو عار دلائے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

'' **ولا تلمزوا انفسکم** '' (۱) یعنی اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: '' **لیس المؤمن با لطعان و لا اللعان و لا الفاحش و لا البدی** ''(۲) '' طعن وتشنیع کرنے والا، لعنت کرنے والا، فحش کلام اور بدزبان مومن نہیں ہے''۔

کسی کو طعن وتشنیع کرنا اپنے آپ کو طعن وتشنیع کرنا ہے، تلوار کا زخم مندمل ہوجاتا ہے، لیکن زبان کا زخم کبھی مندمل نہیں ہوتا، اس لیے ہر مومن کو چاہئے کہ وہ کسی کی دل آزاری نہ کرے، کسی پر پھبتیاں کسنے، چوٹیں کرنے، الزام دھرنے، اعتراض جڑنے، عیب چینی کرنے اور کھلم کھلا یا زیر لب یا اشاروں سے نشانۂ ملامت بنانے سے پرہیز کرے۔

برے القاب سے پکارنا

اسی طرح کسی کو ایسے لقب سے پکارنا جو اسے ناگوار معلوم ہو ممنوع ہے، کسی کو فطری عیوب و نقائص، آبائی و خاندانی عیوب یا سابق مذہب کی بنا پر یہودی، نصرانی یا مشرک یا فاسق یا منافق کہنے والا اس آیت قرآنی '' **و لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ، ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون** '' (۳) (یعنی ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ یاد کرو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی برا

---

(۱) الحجرات آیت ۱۱
(۲) ترمذی ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی اللعنۃ
(۳) الحجرات آیت ۱۱

ہے اور جوان حرکتوں سے باز نہ آویں گے وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں) کی خلاف ورزی کرنا ہے، اللہ نے ایک کام سے روک دیا اس کے باوجود اس کام کو انجام دینا اللہ کی نافرمانی وبغاوت ہے، اور اللہ کی نافرمانی کرنے والے دونوں جہاں میں ناکام ورسوا ہوں گے۔

بدگمانی

بدگمانی گناہ ہے، جس معاشرہ میں بدگمانی کی فضا عام ہو جاتی ہے، کسی کو کسی پر بھروسہ واعتماد باقی نہیں رہتا ہے، اور ایک دوسرے کے کام میں نیک نیتی کے بجائے بدنیتی نظر آنے لگتی ہے، اس وجہ سے تہمت والزام تراشی، حسد وڈاہ اور غیبت کو معاشرہ میں فروغ پانے کا موقع مل جاتا ہے، اللہ تعالی نے مومنین کو بدگمانی سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ " **یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم** " (۱) ''اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " **ایاکم و الظن، فان الظن اکذب الحدیث، ولا تحسسوا ، ولا تحاسدوا و لا تدابروا ولا تباغضوا ، و کونوا عباد الله اخواناً** (۲) .

ترجمہ : . ''تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم دوسروں کے ٹوہ میں نہ رہا کرو اور نہ آپس میں حسد کرو اور نہ ایک دوسرے کے پیچھے پڑو، اور نہ بغض رکھو، اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ''

حضرت سفیانؒ نے فرمایا: گمان کی دو قسمیں ہیں ایک گمان گناہ ہے اور ایک گناہ نہیں ہے، وہ گمان گناہ ہے جو کسی کے دل میں پیدا ہوا اور وہ اس کے مطابق گفتگو کرنے لگے وہ گمان گناہ نہیں ہے۔ جس کسی کے دل میں بدگمانی پیدا ہوا اور وہ اس گمان کے مطابق گفتگو نہ کرے (۳) یعنی کسی کے بارے میں کوئی گمان پیدا ہو تو اس پر یقین

---

(۱) الحجرات آیت ۱۲
(۲) بخاری ج ۵ ص ۲۲۵۳، مسلم ج ۴ ص ۱۰، باب تحریم الطعن والتجسس
(۳) ترمذی ج ۴ ص ۳۱۳

کر کے اس کے بارے میں رائے زنی، گفتگو وکلام اور بغیر تحقیق وثبوت کے دوسرے کے ذہنوں کو خراب کرنے اور معاشرہ میں اس کی پوزیشن کو گرانے کی کوشش وتدبیر گناہ ہے۔

بدگمانی خود گناہ ہے اور دوسرے گناہوں کو بھی جنم دیتی ہے، اس لیے امت مسلمہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اس سے بچتے ہوئے اپنے آپ کو تہمت کی جگہ سے بھی بچائے اور اس کے کسی کام سے بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی خود وضاحت کر دے۔

عن صفية قالت: كان رسول الله ﷺ معتكفاً فأتيته أزروه ليلاً، فحدثته ثم قمت، فانقلبت، فقام معي ليقلبني و كان مسكنها في دار اسامة بن زيد ، فمر رجلان من الانصار ، فلما رأيا النبي ﷺ اسرعا، فقال النبي ﷺ "على رسلكما انها صفية بنت حيي، قال : ا سبحان الله يا رسول الله ، قال: ان الشيطان يجرى من الانسان مجرى الدم ، فخشيت ان يقذف في قلوبكما شيئا او قال شراً "(۱)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"ایک دفعہ آپ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، رات کو حضرت صفیہ آپ سے ملنے آئیں آپ ان کو واپس پہنچانے چلے کہ اتفاقاً راستہ میں دو انصاری آپڑے، وہ آپ کو کسی عورت کے ساتھ دیکھ کر اپنے آپکو بے موقع سمجھے، اور واپس پھرنے لگے، آپ نے فوراً آواز دی اور فرمایا، یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے کسی کے ساتھ بدگمانی بھی کرنی ہوتی تو آپ کے ساتھ کرتا؟ ارشاد ہوا، شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑ جاتا ہے"۔

بدگمانی زوجین کی پرمسرت زندگی میں زہر گھول دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں طلاق، الزام تراشی، زدوکوب، اور قتل کے واقعات پیش آتے ہیں، بدگمانی بھائی کو بھائی سے بہن کو بہن سے، دوست کو دوست سے جدا کر کے نفرت کی ایسی بیج ڈال دیتی ہے جو

---

(۱) باب فی حسن الظن، سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۹۹، حدیث نمبر ۴۹۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت
نیز ملاحظہ ہو مسلم شریف ج ۳ ص ۱۷۱۲ حدیث نمبر ۲۱۷۵، دار احیاء التراث العلمی بیروت۔

ہزاروں فتنہ وفساد کے پودوں کو اگا دیتی ہے، بدگمانی ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے، ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے ایک ملک کو دوسرے ملک سے باہم متصادم ومتحارب کرا کے زمین کو خون سے لالہ زار بنا دیتی ہے اور ایسی بدامنی وتباہی ظہور پذیر ہوتی ہے جس کو دیکھ کر درندوں کو اپنی درندگی ہیچ یا کمتر معلوم ہونے لگتی ہے۔

لہٰذا ایک مومن کو دوسرے مومن کے بارے میں وسعت قلبی سے کام لینا چاہئے، کسی کام کے دو پہلو شر وخیر کے ہوں تو شر کے بجائے خیر کو ترجیح دینا چاہئے اور بغیر دلیل وثبوت کے کسی سے بدگمان نہیں ہونا چاہئے اور اگر کسی وجہ سے بدگمانی پیدا ہو جائے تو اس کو صحیح خیال نہیں کرنا چاہئے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**اذا ظننت فلا تحقق**'' جب بدگمانی پیدا ہو تو اسے صحیح خیال نہ کرو۔(۱) اللہ ہمیں بدگمانی سے بچائے آمین

بغض و کینہ

اسلام میں بغض وکینہ ممنوع ہے، دل میں کسی کی دشمنی اور عداوت کا دیرپا جذبہ رکھنا بغض وکینہ کہلاتا ہے۔ یہ اس باہمی اخوت وہمدردی کا قلع قمع کرتا ہے جس پر اسلام نے بہت زور دیا ہے اور اخوت کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" **ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث و لا تحسسوا و لا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا و کونوا عباد الله اخواناً** ''(۲)

'' تم بدگمانی سے بچو بیشک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور ایک دوسرے سے بیجا بڑھنے کی ہوس نہ کرو اور آپس میں حسد نہ کرو اور باہم بغض وکینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو اور اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہو جاؤ''۔

---

(۱) مجمع الزوائد ج۴ ص ۸۷ باب ماجاء فی الحسد والظن
(۲) ادب المفرد للبخاری ص ۱۴۸، عالم الکتب، بیرت
(۳) ادب المفرد ص ۱۴۸، عالم الکتب، بیروت

حضرت ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" ثلاث من لم یکن فیه غفر له ما سواه لمن شاء ، من مات لا یشرک بالله شیئاً ولم یکن ساحراً یتبع السحرة ولم یحقد علی أخیه " (۳)

'' تین چیزیں جس کے اندر نہ ہوں اللہ تعالیٰ ان تین چیزوں کے علاوہ تمام گناہوں کو معاف کردے گا جس کو چاہے گا وہ شخص جس کا انتقال اس حال میں ہوا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو نہ وہ خود جادوگر ہوا اور نہ جادوگروں کا پیروں کار رہا اور نہ اپنے کسی بھائی سے کینہ رکھتا ہو''۔

اور مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے جب کسی سے بغض وعداوت ہوجائے تو تین دن کے اندر اپنے سارے اختلافات کو بھلا کر بات چیت شروع کردے، اور اپنے قلوب سے بغض وکینہ کو دور کرے۔ ورنہ بغض وکینہ اور ترک تعلق اللہ کی مغفرت اور رحمت سے محرومی کا باعث ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''تفتح ابواب الجنة یوم الاثنین ویوم الخمیس ، فیغفر لکل عبد لا یشرک بالله شیئا الا رجلا کانت بینه وبین اخیه شحناء فیقال انظروا هٰذین حتی یصلحا ، انظروا هٰذین حتی یصطلحا ، انظروا هذین حتی یصطلحا''(۱)

'' جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل ہر ایسے بندے کی مغفرت فرماتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو سوائے اس شخص کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض وعداوت ہو تو کہا جائے گا۔ انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں''۔

جنت میں جو لوگ ہوں گے ان کے اندر بغض وکینہ نہ ہوگا، وہ سب آپس میں

---

(۱) مسلم: ج۴ص۱۹۸۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت

بھائی بھائی ہونگے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ونزعنامافی صدورھم من غلّ اخوانا علی سرر متقٰبلین (۱)

''اوران کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کردیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے، تختوں پرآمنے سامنے (بیٹھا کریں گے)''

''**ونزعنا ما فی صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھٰر**''(۲)

''اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ تھا ہم اس کو دور کردیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی''۔

امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اس دعا کا اہتمام کرے جو سورہ حشر میں موجود ہے:

''**ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رّحیم**''(۳)

''اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان والوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے''۔

تجسس

اسلام نے دوسروں کے پوشیدہ عیوب کو معلوم کرنے اور اس کے ٹوہ وجستجو میں پڑنے سے منع کیا ہے، جس معاشرہ میں تجسس عام ہو جاتا ہے اس میں کسی پر بھروسہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے، گناہ کا ارتکاب کرنے والا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی خبر دوسروں کو ہو جائے، اگر کوئی شخص اس کی خفیہ باتوں کو معلوم کرکے دوسروں کو بتا دیتا ہے، اس سے دو نقصانات سامنے آتے ہیں، ایک یہ کہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا اپنے کام کو اعلانیہ کرنے لگتا ہے کہ اب تو سب کو معلوم ہو ہی چکا ہے تو چھپانے سے کیا فائدہ۔ دوسرا

---

(۲) سورۃ الحجر: آیت ۴۷

(۲) اعراف: آیت ۴۳

(۳) حشر: آیت ۱۰

نقصان یہ ہے کہ اس سے سماج میں شرم وحیا کا فقدان ہو جاتا ہے، برائیوں کی تشہیر سے برائیاں عام ہونے لگتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس سے منع فرمایا:

"**یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم، ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً**"(۱)

"اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے، تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تناجشوا و کونوا عباد اللہ اخواناً**" (۲)

" آپس میں حسد نہ کرو باہم بغض وعداوت نہ رکھو اور عیوب کی تلاش وجستجو میں نہ رہو، ایک دوسرے سے بڑھنے کی بیجا ہوس نہ کرو، اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ"۔

کسی کی پوشیدہ باتوں کی جستجو میں رہنے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ اس کے عیوب و گناہ کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کے قبضۂ قدرت میں عزت و ذلت ہے، اللہ اسے خود اس کے گھر میں ذلیل ورسوا کرسکتا ہے، اگر وہ چاہتا ہے کہ میری باتیں کسی کو معلوم نہ ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ دوسروں کے عیوب کی تلاش وجستجو میں ہرگز نہ رہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"**یا معشر من آمن بلسانه و لم یدخل الایمان قلبه ، ولا تغتابو ا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم فانه من اتبع عوراتهم یتبع الله عورته ، ومن یتبع الله عورته یفضحه فی بیته**" (۳)

"اے لوگو جو زبان سے اسلام لائے ہو دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو جو شخص ان کے عیوب کے

---

(۱) الحجرات آیت ۱۲
(۲) مسلم ج ۴ ص ۱۹۸۵، دار احیاء التراث العربی بیروت
(۳) ابوداؤد ج ۴ ص ۲۷۱ دار الحدیث القاہرہ

در پے ہو اللہ اس کے عیب کے در پے ہو گا ، اور اللہ کسی کے عیب کے در پے ہو تو اس کو رسوا کر کے رہے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو''۔

تجسس کے بے شمار ذرائع وطریقے ہیں ان میں بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا اور دیوار سے کان لگا کر سننا یا کسی اور ذریعہ سے دوسروں کی خفیہ باتوں کو معلوم کرنا ہے، موجودہ دور میں ٹیلی فون کی ریکارڈنگ اور خطوط کو پڑھنا یا جدید تکنالوجی کی مدد سے خفیہ باتوں کو معلوم کرنا اسی حکم میں داخل ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنهم فقد حل لهم ان یفقؤوا عینه'' (۱) ''جس نے کسی کے گھر میں اسکی اجازت کے بغیر جھانکا اس کے گھر والوں کے لیے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں''۔

''من استمع الی حدیث قوم و هم کارهون صب فی اذنیه آلآنک یوم القیامة'' (۲)

''جس نے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنیں درآنحالیکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہیں اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ انڈیل دیا جائے گا''۔

ملاقات کے لیے کسی کے گھر جانے والوں کو حضور اکرم ﷺ کا حکم یہ ہے کہ بلا اجازت گھر میں داخل نہ ہو، سلام کر کے ایک جانب کھڑا ہو جائے، اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس آجائے۔

تجسس کی ممانعت معاشرہ کے عام لوگوں تک محدود نہیں، بلکہ امیر المومنین، قضاۃ، حکام، عہدیداران، یا کسی بھی حیثیت کے ذمہ دار کو بھی بلا اجازت تجسس و جاسوسی سے پرہیز کرنا چاہئے، حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

''انک ان اتبعت عورات الناس افسدتهم و کدت ان تفسدهم'' (۳)

''تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گے تو ان کو بگاڑ

---

(۱) مسلم ج ۳ صفحہ ۱۶۹۹

(۲) بخاری ج ٦ ص ۲۵۸۱، مؤسسۃ علوم القرآن، عجمان

(۳) ابوداؤد ج ۴ ص ۴ ۲۷ دار الحدیث القاہرہ

دو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہونچا دو گے'' اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

'' ان الامیر اذابتغی الریبة فی الناس افسدهم '' (۱)

'' حکمراں جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب تلاش کرنے لگے تو وہ ان کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے''۔

کسی ذمہ دار شخص کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ بلا ضرورت لوگوں کی خفیہ باتوں اور ان کے عیوب کی جستجو کرے اور نہ کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ ذمہ دار شخص تک لوگوں کے عیوب اور خفیہ باتوں کو پہونچانے کی کوشش کرے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس بات کی تاکید فرمائی تھی کہ:

''لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم و انا سلیم الصدر''(۲) ''میرے اصحاب میں سے کوئی مجھ تک کسی کی بات نہ پہونچائے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس آؤں تو میرا دل صاف رہے''۔

مذکورہ بالا حدیث امراء، قضاۃ، حکام، عہدیداران، اور امت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے مشعل راہ اور سفینۂ نجات ہے۔

غیبت

ایک مذموم فعل ہے، جو مردار بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، کبھی ایک آدمی دوسرے آدمی کا گوشت شدت غیض وغضب میں کاٹ لیتا ہے، یہ اگرچہ برا فعل ہے، لیکن اس میں بزدلی نہیں ہے، لیکن اس کا بھائی مرجائے تو پھر اس کے جسم کا گوشت کاٹ کھائے اس میں قساوت وسنگدلی کے ساتھ نہایت درجہ کی بزدلی بھی ہے، غیبت میں اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کی جاتی ہے، تاکہ اس کا وقار مجروح ہوجائے اور وہ معاشرہ میں ذلیل وخوار ہوجائے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اپنے مردار بھائی کا گوشت

(۱) ابوداؤد ج۴ ص۲۷۳ باب النہی عن التجسس، دار الحدیث القاہرہ
(۲) ابوداؤد کتاب الادب، باب رفع الادب ج۴ ص۲۶۷

کھایا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے باز رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

'' و لا یغتب بعضکم بعضا أ یحب احدکم ان یا کل لحم اخیه میتاً فکرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رّحیم '' (۱) ''اور تم میں کا کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا:

''یا رسول الله ما الغیبة ؟ قال ذکرک اخاک بما یکره ، قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول؟ قال ان کان فیه ماتقول فقد اغتبته وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته ''(۲)

''اللہ کے رسول غیبت کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا تو اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرے جو اسے ناگوار ہو، عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا اگر اس میں یہ بات پائی جاتی ہو تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ موجود نہ ہو تو اس پر بہتان لگایا''۔

مؤطا امام مالک کی اس روایت سے بھی غیبت کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

''ان رجلاً سأل رسول الله ﷺ ما الغیبة ؟ فقال رسول الله ﷺ ان تذکر من المرأما یکره ان یسمع، قال یا رسول الله و ان کان حقاً قال اذا قلت باطلاً فذلک البهتان''(۳) ''ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ غیبت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو کسی شخص کا ذکر اس طرح کرے کہ وہ سنے تو اسے ناگوار ہو، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر چہ میری بات حق ہو؟ آپؐ نے جواب دیا اگر تیری بات باطل ہو تو یہی چیز پھر بہتان ہے''۔

---

(۱) سورہ حجرات آیت ۱۲
(۲) سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۶۹ باب الغیبۃ دار الکتب العلمیہ بیروت
(۳) مؤطا امام مالک، باب الغیبۃ، الطبعۃ التاسعۃ ۱۹۸۵ دار النفائس بیروت

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بدبودار ہوا چلی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أ تدرون ما هذه الريح؟ هذه ريح اللذين يغتابون المؤمنين "(۱)

''جانتے یہ کیسی بدبودار ہوا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں''۔

ابوداؤد کی ایک روایت ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں فرماتے ہیں:

"جاء الاسلمی نبی الله ﷺ فشهد علی نفسه انه اصاب امراة حراما أربع مرات، كل ذلک يعرض عنه،(النبی ﷺ) فاقبل فی الخامسة فقال أنِكْتَها؟ قال ؛نعم، قال : حتی غاب ذلک منک فی ذلک منها ؟ قال :نعم، قال: كما يغيب المرود فی المكحلة و الرشاء فی البئر ؟ قال: نعم قال فهل تدری ما الزنا؟ نعم أتيت منها حراماًما ياتی الرجل من امرأته حلالاً ، قال: فما تريد هذالقول ؟ قال: اريد ان تطهرنی ، فامر به فرجم ، فسمع رسول الله ﷺ رجلين من اصحابه يقول احدهما لصاحبه ، انظر الی هذا الذی ستر الله عليه فلم تدعه نفسه حتی رجم رجم الكلب، فسكت عنها ثم سار ساعة حتی مر بجيفة حمار شائل برجله ، فقال اين فلان و فلان ؟ فقال نحن ذان يا رسول الله ، قال: انزلا فكلا من جيفة هذا الحمار ، فقالا: يا نبی الله من ياكل من هذا؟ قال: فما نلتما من عرض اخيكما آنفاً اشد من اكل منه والذی نفسی بيده انه الآن لفی انهار الجنة، ينقمس فيها "(۲)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ماعز بن اسلمی نے زنا میں ملوث ہونے کی چار مرتبہ شہادت دی اورانہوں نے حضورؐ سے اپنے آپ کو پاک کرنے کی درخواست کی تو حضور نے رجم کرنے کا حکم فرمایا اوران کو رجم کردیا گیا۔رجم کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے دواشخاص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ان میں ایک دوسرے سے کہہ رہا

---

(۱)مسند احمد بن حنبل ج۳ص۳۵۱دارالفکر العربی بیروت
(۲)سنن ابی داؤد ج۴ص۱۴۸باب فی رجم ماعز بن مالک،حدیث ۴۴۲۸

تھا۔۔ دیکھواس آدمی کی طرف جس کے معاملہ کواللہ نے چھپا دیالیکن اس کے نفس نے اسے نہیں بخشا یہاں تک کہ کتا کی طرح سنگ سار کیا گیا۔آپ ﷺ خاموش رہے اور تھوڑا ہی چلے تھے کہ ایک گدھے کی لاش سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں ان دونوں نے کہا ہم یہاں ہیں اے اللہ کے رسول۔آپ ﷺ نے فرمایا: اتریئے اوراس گدھے کی لاش کو کھایئے ،اُن دونوں نے کہا اے اللہ کے نبیؐ اس کو کون کھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی آپ دونوں اپنے بھائی کا گوشت کھا رہے تھے، یہ اس گوشت کے کھانے سے زیادہ بُرا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس وقت وہ ماعز بن مالک اسلمی جنت کی نہروں میں غوطہ لگا رہے ہوں گے''۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ کے لیے صفیہ کا پست قد ہونا کافی ہے،تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' **لقد قلت کلمة لو مزجت لمزجته** '' (۱) ''تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس کو سمندر میں ملا دیا جائے تو اس کا پانی متغیر ہو جائے''۔

ایک دوسری روایت ہیکہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ صفیہ بنت حیی کی اونٹنی بیمار ہوگئی اور زینبؓ کے پاس زائد سواری تھی تو نبی کریم ﷺ نے زینب سے فرمایا،صفیہ کو آپ اپنا اونٹ دے دیجئے (اس پر) زینب نے کہا میں اس یہودیہ کو دوں گی،(یہ جواب سن کر) رسول اللہ ﷺ ناراض ہوگئے اوران سے ذی الحجہ،محرم اور صفر کے کچھ دنوں تک بات چیت نہیں کی۔(۲)

مذکورہ احادیث مبارکہ کے علاوہ دیگر احادیث سے بھی اس کی شناعت اور ممانعت معلوم ہوتی ہے،خوف طوالت کی وجہ سے اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے،عمل کے لیے ایک حدیث کافی ہے،قرآن وحدیث میں غیبت کی شناعت وممانعت کی وجہ سے

(۱)سنن ابی داؤد ج۴ص۲۷۰ دارالحدیث القاہرہ
(۲)الترغیب والترھیب ج۳ص۵۰۵

صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین اور ہر زمانہ کے صلحاء واتقیاء غیبت سے بچنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے، اوران کی مجلسوں میں نہ تو کسی کی غیبت کی جاتی تھی نہ سنی جاتی تھی، اس لیے کہ وہ خود اس سے بچتے ہوئے دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب و تاکید فرماتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کی مجلس میں کوئی شخص کسی کی غیبت نہیں کرسکتا تھا، اس لیے کہ نہ وہ غیبت کرتے تھے، اور نہ غیبت سنتے تھے، ان کی مجلس ہمیشہ غیبت سے خالی ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ انہوں نے درس میں فرمایا اگر میرے دل میں یہ خیال آئے کہ میں غیبت کروں تو اس وقت میں اپنے ماں باپ کی غیبت کروں اس لیے کہ غیبت کے نتیجہ میں میری نیکیاں جائیں گی تو ماں باپ کے نامۂ اعمال میں جائیں گی۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہ کے ہم عصر ہیں اور دونوں کے اپنے حلقہ درس ہوا کرتے تھے، ایک دن سفیان ثوری سے کسی نے پوچھا، امام ابوحنیفہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، حضرت سفیان ثوری نے فرمایا، وہ بڑے بخیل آدمی ہیں، اس شخص نے کہا ہم نے تو ان کے بارے میں یہ سنا ہے کہ وہ بڑے سخی آدمی ہیں حضرت سفیان ثوری نے فرمایا وہ اتنے بخیل ہیں کہ اپنی نیکی کسی کو دینے کے لیے تیار نہیں اور دوسروں کی نیکیاں بہت لیتے رہتے ہیں اس طرح کہ لوگ ان کی بہت غیبت کرتے رہتے ہیں اوران کی برائیاں بیان کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کی نیکیاں ان کے نامۂ اعمال میں منتقل ہوتی جاتی ہیں، اور وہ خود نہ غیبت کرتے ہیں اور نہ غیبت سنتے ہیں، اس لیے اپنی نیکیاں کسی کو دینے کے لیے تیار نہیں، لہذا آخرت کے لحاظ سے ان سے زیادہ بخیل آدمی کوئی نہیں ہے۔

غیبت کا دائرہ بہت وسیع ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ سیرۃ النبی میں رقم طراز ہیں:

غیبت صرف زبان تک محدود نہیں، بلکہ ہاتھ، پاؤں اور آنکھ سے بھی غیبت کی جاسکتی ہے، کسی شخص کی نقل کرنا، مثلاً ایک شخص لنگڑا ہے تو اس کے عیب کو نمایاں کرنے کے لیے لنگڑا کر چلنا بھی غیبت ہے، ایک بار حضرت عائشہ نے ایک شخص کی نقل کی تو

رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنی سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اس طرح چشم وابرو سے اشارہ کر کے کسی کے عیب کی پردہ دری کرنا بھی غیبت ہے اور قرآن مجید نے متعدد آیتوں میں غیبت کے ان ہی مخفی طریقوں کی برائی بیان کی ہے:

" **هماز مشاء بنميم** " (۱) لوگوں پر آوازیں کسا کرتا ہے، (اُدھر کی اِدھر اِدھر کی اُدھر) چغلیاں لگا تا پھرتا ہے۔

" **ويل لكل همزة لمزة** " ہر شخص جو (لوگوں) کی عیب چینی کرتا اوران پر آوازیں کستا ہے اس کی بھی بڑی تباہی ہے، ان آیتوں میں غیبت کے جن مخفی اور دلخراش طریقوں کی مذمت کی گئی ہے، ان کی توضیح ترجمہ سے نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے لیے اہل لغت کی تصریحات پیش نظر رکھنی چاہئے جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ همز سامنے اور لمز پیٹھ پیچھے برائی کرنا
۲۔ همز خاص طور پر لوگوں کے نسب کی برائی کرنا
۳۔ همز ہاتھ کے اشارے سے اور لمز زبان سے غیبت کرنا
۴۔ همز زبان سے اور لمز آنکھ کے اشارے سے غیبت کرنا
۵۔ همز برے الفاظ سے ہم نشینوں کی دل آزاری کرنا
۶۔ همز آنکھ، ہاتھ، سر اور ابرو کے اشارے سے ہم نشینوں کی برائی بیان کرنا

اس تشریح سے معلوم ہوگا کہ غیبت کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے۔(۲)

مومن کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کی غیبت کرے، کمزور ایمان والے ہی غیبت کرتے ہیں ایسے لوگوں کی ذلت و رسوائی یقینی ہے، ابو بردہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يا معشر من آمن بلسانه و لم يدخل الايمان قلبه ، ولا تغتابوا المسلمين ولا تتبعوا عوراتهم فانه من اتبع عوراتهم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته يفضحه في بيته "(۳) ترجمہ:۔"اے وہ لوگو! جو زبان

(۱) سورہ قلم ۱۱
(۲) سیرۃ النبی ج ۶ ص ۶۵۰۔۶۵۱
(۳) سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت

سے ایمان لائے ہو دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو جو شخص مسلمانوں کے عیوب کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیوب کے درپے ہوگا اور اللہ کسی کے عیب کے درپے ہو تو اسے رسوا کر کے رہے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو''۔

جب غیبت کرنے والے اپنے کام سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کا ضمیر ان کو ملامت کرتا ہے، اور ان کی طبیعت میں تکدر و بے چینی پیدا ہو جاتی ہے، سننے والے پر بھی یہی کیفیت طاری ہوتی ہے، غیبت کرنے والے دوسروں کے عیوب کی تلاش اور اس کی تشہیر میں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے عبادت و ذکر اور کار خیر سے محروم رہ جاتے ہیں، ایسے شخص کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی، مفلسی و بیکسی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال، قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مررت بقوم لهم اظفارمن نحاس يخمشون وجوههم و صدورهم فقلت، من هؤلاء يا جبرئيل قال، هؤلاء الذين ياكلون لحوم الناس و يقعون في أعراضهم (۱) ترجمہ:۔''حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بولے یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت و آبرو لیتے تھے''۔

جس طرح غیبت کرنا ممنوع ہے، اسی طرح غیبت سننا بھی ممنوع ہے، اس لیے کہ ہر مومن اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، کیا کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے عیوب کو کوئی سر عام بیان کر کے اسے ذلیل و رسوا کر دے، اگر نہیں تو پھر اپنے بھائی کے عیوب کو سننا کیوں گوارا کرتا ہے، حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ

(۱) سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت حدیث ۴۸۷۸

خود غیبت سے بچے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رہنے کی سعی کرے اور اپنے بھائی کو ذلت ورسوائی سے بچا کر اجر کا مستحق ہو کیونکہ ارشاد نبوی ہے۔

ما من امرئ یخذل امرأ مسلماً فی موضع تنتھک فیه حرمته و ینتقص فیه من عرضه الا خذله الله فی موطن یجب فیه نصرته ، و ما من امرىء ینصر مسلماً فی موطن ینتقص فیه من عرضه وینتھک من حرمته الا نصره الله فی موطن یحب نصرته (۱) ترجمہ:۔''اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جارہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو،تو اللہ بھی اس کی حمایت ایسے مواقع پر مدد نہیں کرتا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہاں ہو، اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی تذلیل وتوہین کی جارہی ہو تو اللہ عز وجل اس کی مدد ایسے مواقع پر کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے''۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اپنی معروف کتاب حلال وحرام میں رقمطراز ہیں:

غیبت حرام ہے لیکن جب شر سے حفاظت یا ظلم کا دفاع مقصود ہو تو جائز ہے، امام غزالی نے چھ صورتیں لکھی ہیں جن میں غیبت کی اجازت ہے۔

اول: ظلم کے خلاف دادرسی یعنی مظلوم اپنے فریق کی خیانت، رشوت ستانی، یا کسی اور ظلم کی شکایت، قاضی، سلطان یا ذمہ دار کو کرسکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ صاحب حق کو بات کہنے کا حق حاصل ہے، **''ان لصاحب الحق مقالاً''**۔

دوم: کسی کی اصلاح اور منکر کو روکنے کی غرض سے زیادہ مؤثر شخص کی مدد حاصل کرنے کے لیے بھی غیبت کی جاسکتی ہے، وصال نبویؐ کے بعد ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو سلام کیا لیکن جواب سے محروم رہے، تو حضرت ابوبکر سے اس کی شکایت کی، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ سے رجوع کیا، یہ شکایت اصلاح کے لیے تھی نہ کہ اہانت کے لیے۔

---
(۱) سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت حدیث ۴۸۸۴

سوم: مفتی سے سوال کرنے والا اگر استفتاء میں کسی کے ظلم یا عیب کا ذکر کردے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، چنانچہ حضرت ابوسفیان کی بیوی نے اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ لینے کے متعلق مسئلہ پوچھتے ہوئے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، اتنا نہیں دیتے کہ میرے اور بچوں کے لیے کافی ہوجائے، کیا میں ان کے مال میں سے (بلااجازت) کچھ لے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بقدر کفالت لے سکتی ہو، لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ استفتاء میں بھی ایسے مسائل سے متعلق شخص کے نام کی صراحت کے بجائے فرضی ناموں کے ذریعہ سوالات کیے جائیں۔

چہارم: کسی مسلمان کو کسی مسلمان کے شر سے بچانا مقصود ہو مثلاً کوئی نکاح یا سامان امانت رکھنے کے سلسلہ میں مشورہ کرے، ایسے شخص کو خادم رکھے جو چوری وغیرہ کا عادی ہو، خریدار بیچنے والے کو کھوٹا سکہ دے اور وہ اس کے کھوٹے ہونے سے واقف ہو ایسی صورت میں ایک مسلمان کو ضرر اور شر سے بچانے کے لیے غیبت کرنا جائز ہے۔

پنجم: انسان کسی ایسے نام سے مشہور ہوگیا جس سے اس کے نقص جسمانی کا اظہار ہوتا ہو تو تعارف کے لیے ایسے ناموں کو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے بعض مشہور علماء اعرج (لنگڑا) اعمش (کانا) وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں یا جیسے ہمارے یہاں بعض بصارت سے محروم لوگ حافظ نابینا یا حکیم نابینا وغیرہ سے مشہور ہوجاتے ہیں، انہی ناموں سے ان کا ذکر کرنے میں مضائقہ نہیں۔

ششم: ایسا شخص جو اعلانیہ فسق وفجور کرتا ہو اور اس سے نہیں شرماتا ہو اس کی اس برائی کو بیان کرنے میں بھی مضائقہ نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی کوئی حرمت و کرامت نہیں، اس طرح کی بات حسن بصری سے بھی نقل کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے کہ جس نے اپنے چہرے سے چادر حیا اتار دی اس کی شکایت غیبت نہیں۔

فقہاء نے بعض اور صورتوں کو بھی جائز قرار دیا ہے، یا اس کو غیبت میں شمار نہیں کیا ہے، مثلاً حدیث کے راوی یا کسی اور معاملہ کے گواہ پر جرح جائز بلکہ واجب ہے کہ یہاں اس کی خامیوں کے بیان کرنے کا مقصد شریعت کی حفاظت اور مظلوم کو ظلم سے بچانا ہے۔(۱)

(۱) حلال وحرام ص ۲۷۴۔۲۷۴ مکتبہ نعیمیہ دیوبند

علامہ سید سلیمان ندوی بھی مخصوص حالات میں غیبت کی اجازت کے قائل ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۔ حاکم کے مظالم کی بارگاہ سلطان میں فریاد کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"لصاحب الحق مقالاً"**.

۲۔ مذہبی اور اخلاقی برائیوں کا انسداد کرنا یعنی بغرض احتساب (چنانچہ اسی بنا پر کفار ومنافقوں کی برائیاں قرآن نے طشت از بام کی ہیں)

۳۔ فتوی طلب کرنا اسی بنا پر حضرت ہند بنت عقبہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابوسفیان کے بخل کی شکایت کی اور آپؐ نے سن کر اس کا مناسب جواب دیا

۴۔ ایک شخص کے شر وفساد سے دوسروں کو بچانا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی غرض سے ایک شخص کو **بئس ابن العشیرۃ** (قبیلہ کا برا آدمی) کہا تھا۔

۵۔ ایک شخص کا کسی ایسے لقب سے مشہور ہو جانا جس سے اس کا عیب ظاہر ہو مگر غایت شہرت کی وجہ سے خود اس شخص کو بھی اس سے چڑھ نہ ہو مثلاً اعمش یا اعرج کیونکہ یہ اس کی ایک امتیازی علامت قرار پا گیا ہے، اور یہ اس کو ناگوار بھی نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ نے خود ایک صحابی کو ذوالیدین دو ہاتھوں والا کے لقب سے پکارا تھا۔

۶۔ علانیہ فسق وفجور کرنے والے کی برائی بیان کرنا تا کہ اس کو تنبیہ اور دوسروں کو عبرت ہو مثلاً مخنث کو مخنث کہنا۔(۱)

الغرض اسلام میں غیبت حرام ہے، مومنین لغو باتوں سے دور رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **والذین عن اللغو معرضون** (۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً أو لیصمت (۳) جو

---

(۱) سیرۃ النبی ج۶ ص۶۵۴، نیز ملاحظہ: ریاض الصالحین ص۵۸۰ تا ۵۸۲
تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو احیاء علوم الدین للامام محمد الغزالی ج۳ ص۱۶۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۲) سورۃ المؤمن: آیت۳
(۳) مسلم: ج۱ ص۶۸

اللہ اور قیامت کے دن میں ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔
دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**من یضمن لی ما بین لحیته وما بین رجلیه اضمن له الجنة**''(۱)

''جو اپنے دونوں جبڑوں کی اور دونوں پاؤں کے درمیان (شرمگاہ) کی ضمانت دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔

جو لوگ غیبت کرتے ہیں یا غیبت سننے میں دلچسپی لیتے ہیں انہیں ان قرآنی آیات پر غور کرنا چاہیے۔

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسهٗ ونحن أقرب الیه من حبل الورید ، اذ یتلقی المتلقیٰن عن الیمین وعن الشمال قعید ، ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید(۲)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ جب وہ اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں، وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار رہتا ہے''۔

'' **ولاتقف مالیس لک به علم ، ان السمع والبصر والفؤاد کل أولئک کان عنه مسئولا** '' (۳)

''اور نہ پیچھے پڑ، جس بات کی خبر نہیں تجھ کو، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی''۔

اللہ ہمیں غیبت سے محفوظ رکھے (آمین)

---

(۱) بخاری: ج ۱۱ص ۲٦۴
(۲) ق: ١٦ تا ۱۸
(۳) الاسراء: ۳٦

بهتان

بہتان یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی بے گناہ کو مجرم ٹھہرایا جائے، یا اس کی طرف کوئی ناکردہ گناہ یا برائی منسوب کی جائے۔ بہتان گناہ کبیرہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" من یکسب خطیئة او اثما ثم یرم به بریئا فقد احتمل بهتانا و اثما مبینا " (۱) "جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ کرے پھر وہ اس کی تہمت کسی بے گناہ پر دھرے تو اس نے بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا"۔

تہمت کی حقیقت حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے کہ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا:

" ا تدرون ما الغیبة؟ قال الله و رسوله اعلم ، قال ذکرک اخاک بما یکره قیل ارأیت ان کان فی اخی ما اقول، قال: ان کان فیه ما تقول فقد اغتبته و ان لم یکن فیه فقد بهته " (۲)

"جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اسے ناگوار ہو، عرض کیا گیا آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے بھائی میں وہ ہو جو میں کہتا ہوں تب آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں وہ بات موجود ہو تو تم نے غیبت کی ورنہ تم نے اس پر بہتان لگایا"

تہمت لگانے والا اس وقت تک جہنم میں رہے گا جب تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات کو سچ ثابت نہیں کر دے گا۔

عن ابی الدرداء رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال من ذکر امرأبشئی لیس فیه لیعیبه به حسبه الله فی نار جهنم حتی یاتی بنفاذ ما قال فیه (۳) "حضرت ابو درداء روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کو ایسے وصف کے ساتھ متصف کیا جو اس میں موجود نہیں ہے تا کہ وہ اسے عیب لگائے تو

---

(۱) سورہ نساء آیت ۱۱۲
(۲) صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱ باب تحریم الغیبہ، دار المعرفہ بیروت
(۳) رواہ الطبرانی بأسناد جید مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۴، الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۶ ۴۷، دار الایمان بیروت

اللہ اسے جہنم کی آگ میں اس وقت تک رکھے گا جب تک کہ وہ اس بات کو ثابت نہ کردے جواس نے کہا ہے''۔

سب سے بدترین تہمت یہ ہے کہ پاکدامن، عفت مآب عورتوں پر زنا اور بے حیائی کے ارتکاب کی تہمت لگا کراس کو اوراس کے خاندان والوں کو ذلیل ورسوا کردیا جائے، تاکہ ذہنی تکلیف وصدمہ اور ذلت ورسوائی کی وجہ سے سماج میں اس کا جینا دوبھر ہوجائے، اس شنیع حرکت سے ایک خاندان ہی نہیں متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کے بدترین اثرات پورے سماج پر مرتب ہوتے ہیں، زنا اور بے حیائی کی تشہیر سے اس کی شناعت میں کمی آتی ہے، اورزنا و بے حیائی کوفروغ حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تہمت لگانے والوں کے لیے سخت عذاب وسزا کا انتظام کیا گیا ہے۔

" ان الذين يرمون المحصنات الغفلٰت المؤمنات لعنوا في الدنيا و الآخرة و لهم عذاب عظيم يوم تشهد عليهم ألسنتهم و أيديهم و أرجلهم بما كانوا يعملون" (۱)

ترجمہ:۔ ''لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں اورایسی باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہیں اورایمان لانے والیاں ہیں ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اوران کو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف میں ان کی زبانیں گواہی دیں گی اوران کے ہاتھ اوران کے پاؤں بھی گواہی دیں گے ان کاموں کی جوکہ یہ کرتے تھے''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

" والذين يؤذون المومنين و المؤمنات بغير مااكتسبوا فقد احتملوا بهتانا و اثما مبينا " (۲) ''اور جولوگ مسلمان مردوں اورعورتوں کو بن کیے تہمت لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سرلادا''۔

---

(۱) سورہ نور آیت ۲۳۔۲۴
(۲) احزاب آیت ۵۸

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ وہ عورتوں سے اس بات پر بیعت لیں کہ وہ تہمت نہیں باندھیں گی۔

" **یا ایها النبی اذا جاء ک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن بالله شیئا و لا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادهن ولایاتین ببهتان یفترینه بین أیدیهن و أرجلهن و لا یعصینک فی معروف فبایعهن**" (۱) "اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس اس غرض سے آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان لادیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفۂ شوہر سے جنی ہوئی دعوی کرکے) بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے"۔

حضور اکرم ﷺ نے سات ہلاک کردینے والی چیزوں میں سے ایک تہمت کو بھی شمار فرمایا ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔

"**عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا یا رسول الله وما هن؟ قال: الشرک با لله ، والسحر، وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق ، وأکل الربوا و اکل مال الیتیم و التولی یوم الزحف ، و قذف المحصنات الغٰفلٰت المؤمنات**"(۲)

ترجمہ:۔"حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کسی کو ناحق قتل کرنا، سود اور یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، پاکدامن غافل اور مومن عورتوں پر تہمت لگانا"۔

---

(۱) سورہ ممتحنہ ۱۲

(۲) رواہ البخاری ومسلم الترغیب والترهیب ج ۳ ص ۴۷۵ دارالایمان بیروت

بہتان وتہمت لگانے والوں کو قیامت کا دن یاد رکھنا چاہیے جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کوئی کسی کو ایک نیکی دے گا نہ ایک گناہ لے گا، اس دن اگر کسی کی ساری نیکیاں دوسرے کو دے دی جائیں اور دوسروں کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں تو بھلا اس سے بڑا بدنصیب ومفلس کون ہوسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا:

" أتدرون ما المفلس؟ قالوا : المفلس فينا من لادرهم له ولا متاع فقال : ان المفلس من امتى يأتى يوم القيامة بصلاة وصيام وزكوٰة ويأتى قد شتم هذا ، وقذف هذا ، وأكل مال هذا ، وسفک دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته ، فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه ، أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار "(۱)

"کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ مفلس کون ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم اور ساز وسامان نہ ہو۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا مفلس (تہی دست وکنگال) وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور وہ اس کے ساتھ بھی آئے گا کہ اس نے اس کو گالی دی ہوگی تو اس پر تہمت لگائی ہوگی۔ اس کا مال ناحق کھایا ہوگا، تو اس کا خون بہایا ہوگا اور اس کو مارا ہوگا تو اس کی نیکیاں ان تمام کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ مذکورہ معاملہ کیا ہوگا اگر اس کی نیکیاں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو دوسروں کی بدیاں اس پر ڈال دی جائیں گی پھر وہ آگ میں ڈال دیا جائے گا"۔

چغلخوری

چغلخوری یہ ہے کہ ایک شخص کی ایسی بات یا کام کو دوسرے تک پہونچانا جس سے دوسرا پہلے سے بدگمان ہوجائے، یہ ایک ایسی معاشرتی برائی ہے، جو اپنے ساتھ کئی برائیوں کو جنم دیتی ہے، اس کی وجہ سے معاشرہ میں بدگمانی، حسد و ڈاہ، بغض وکینہ، قطع

(۱) صحیح مسلم: ج۴ص ۱۹۹۷

رحمی اور عداوت و دشمنی کی افزائش و حوصلہ افزائی ہوتی ہے، ایک دوست دوسرے دوست سے، ایک گروہ دوسرے گروہ سے، ایک ملک دوسرے ملک سے اپنے تعلقات کو منقطع کر کے گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا اور جنگ وجدل کے مقام پر آجاتے ہیں، اور کبھی ایسی ہلاکت وتباہی برپا ہوتی ہے کہ جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، چغل خور اپنے غلط عزائم کی تکمیل کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہونچا کر تفرقہ و جدائی، فتنہ وفساد برپا کرتا ہے، اس لیے وہ اللہ کے بندوں میں سے سب سے بدترین بندہ ہے، ارشاد ربانی ہے:

" **شرار عباد الله المشاون بالنميمةالمفرّقون بين الاحبة الباغون للبراء العنت**" (۱) " یعنی اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں اور بےقصوروں میں عیب کے خواہاں ہوتے ہیں"

چغلخور صرف انہی باتوں کو دوسروں تک لے جانے کی کوشش نہیں کرتا جو اس نے سنی ہے، یا اس نے دیکھا ہے، بلکہ اس میں اپنی جانب سے کچھ باتیں ملا کر عمدہ طریقے سے سامنے والوں کو دوسروں کے خلاف اکساتا ہے، اور فتنہ وفساد پیدا کرتا ہے، اسی لیے عربی زبان میں چغلخوری کو "وشایہ" بھی کہتے ہیں جس کے معنی نقش ونگار کے ہیں یعنی چغل خوری میں سنی سنائی باتوں میں کچھ باتیں اپنی جانب سے ملا کر سلیقہ سے پیش کی جاتی ہے، اور چغل خوری کو "سعایہ" بھی کہتے ہیں جس کے معنی دوڑ دھوپ کے ہیں یعنی چغلخور کو دوسروں کے عیوب معلوم کرنے میں سعی ومحنت کرنی پڑتی ہے، تب کہیں دوسروں کے عیوب سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

چغلخوری صرف زبان سے نہیں کی جاتی بلکہ تحریر وکتابت اور رمز واشارات سے بھی کی جاتی ہے، اور جس طرح کسی کی بات دوسروں تک پہونچائی جاتی ہے اسی طرح اس کے کام کے بارے میں بھی چغلخوری کی جاتی ہے۔

چغلخور معاشرہ کا بدترین اور بے وقعت شخص ہے، اس لیے اس سے دور رہنا

---

(۱) مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۴ باب ماجاء فی الغیبہ

چاہئے اوراس کی باتوں پر قطعاً دھیان نہیں دینا چاہئے۔" **ولا تطع کل حلاف مهين هماز مشاء بنميم مناع للخير معتد اثيم**" (۱) ترجمہ۔ "ایسے شخص کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ہواور بے وقعت ہو جو طعنہ دیتا ہواور چغلیاں کھاتا پھرتا ہو"

ایسے فتنہ پرور اور ذلیل کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس میں وہ اپنے کیے کا پورا بدلہ پائے گا۔"**لا يدخل الجنة قتات**"(۲) "چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

موجودہ دور میں یہ بیماری عام ہوگئی ہے، اور معمولی چیز سمجھی جانے لگی ہے، حالانکہ یہ حرکت عذاب کا باعث ہے۔

"**عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله ﷺ مر بقبرين يعذبان ،فقال: انهما يعذبان ، وما يعذبان فی كبير بلیٰ انه كبير اما احدهما فكان يمشی بالنميمة و اماالآخر فكان لا يستتر من بوله**"(۳)

"ابن عباس رضی اللہ عنھما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو ایسے قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے، کیوں نہیں وہ بڑا گناہ ہے، ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا، تو دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچا کرتا تھا"۔

چغلخوری کی وجہ سے تجسس، بہتان، کذب وفریب، غیبت، بدگمانی، عداوت و دشمنی اور قطع رحمی وغیرہ پیدا ہوتی ہے، یہ ساری باتیں اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو تاکید فرمائی کہ:

"**لا يبلغنی احد من اصحابی عن احد شيئا فانی احب ان اخرج اليكم و انا سليم الصدر**" (۴)" میرے اصحاب میں سے کوئی مجھ تک کسی کی بات نہ پہونچائے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس آؤں تو میرا دل صاف ہو"۔

(۱) القلم آیت ۱۰/۱۱
(۲) بخاری ج ۵ ص ۲۲۵۰ حدیث نمبر ۵۷۰۹
(۳) رواہ البخاری واللفظ لہ ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۴۹۶
(۴) ابوداؤد کتاب الادب باب فی رفع الحدیث ج ۴ ص ۲۶۷، دارالحدیث القاہرہ

حسد

معاشرتی برائیوں میں سے ایک اہم برائی حسد ہے، حسد یہ ہے کہ ایک شخص دوسروں کی نعمتوں وراحتوں کو دیکھ کراس کے زوال کی سعی وتمنا کرے، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جواللہ کے فیصلہ اوراس کی تقسیم سے راضی نہیں ہے،

اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عزت وسربلندی عطا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلیل ورسوا کرتا ہے، اللہ نے کسی کوعلمی تفوق، کسی کو بزرگی وشرافت، کسی کو مال ودولت تو کسی کوعہدہ ومنصب عطا کرتا ہے، اور کبھی یہ تمام نعمتیں ایک ہی ذات میں جمع فرمادیتا ہے، لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان نعمتوں کے زوال وخاتمہ کی تمنا وسعی کرے ہاں اللہ سے اس جیسی نعمتوں کے عطا کرنے کی درخواست کی جاسکتی ہے، اوراس کے حصول میں جہد مسلسل کی بھی اجازت ہے، یہ دعا کی جاسکتی ہے اے اللہ فلاں کو جو نعمت میسر ہے، اس جیسی نعمت مجھے بھی عطا فرمادے، اوراسی کا نام رشک ہے، اعمال دنیا میں رشک جائز اوراعمال آخرت میں رشک مستحسن ہے، لیکن حسد کسی بھی صورت میں جائز نہیں، اللہ نے مسلمانوں کوقرآن وایمان عطا کیا تو یہود حسد میں مبتلاء ہوگئے اوران کو یہ بات بالکل پسند نہ آئی اور یہ تمنا کرنے لگے کہ مسلمانوں سے یہ دولت سلب کرلی جائے ۔'' **أم يحسدون الناس على ما اتاهم الله من فضله فقد آتينا آل ابراهيم الكتب والحكمة و اتيناهم ملكا عظيما** '' (۱) ''یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں، اس پر جواللہ نے ان کواپنے فضل سے انہیں دیا ہے، پس ہم نے تو آل ابراہیم کوکتاب اورحکمت بھی دی ہے، اورایک بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی ہے''۔

'' **ود كثير من اهل الكتاب لو يردونكم من بعد ايمانكم كفاراً**

---

(۱) سورہ نساء ۵۴

حسدا من عند انفسهم من بعد ما تبین لهم الحق فاعفوا واصفحوا ، حتی یاتی الله بأمره ان الله علی کل شیء قدیر" (۱)

"ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہوجانے کے محض حسد کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹادینا چاہتے ہیں ،تم بھی معاف کرواور چھوڑو، یہاں تک کے اللہ اپنا حکم لائے ، یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

حسد کی تین قسمیں اور درجے ھیں:

۱۔ حسد کی سب سے مذموم قسم یہ ہے کہ کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ خواہش پیدا ہو کہ فلاں کی نعمت ختم ہوجائے ، چاہے وہ اس کو حاصل نہ ہوسکے، یا خود اس کو حاصل نہ کرنا چاہے، اللہ فرماتا ہے:

" ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء" (۲)

"ان (منافقین) کی تو چاہت ہے کہ جس طرح کہ کافر وہ ہیں تم بھی ان ہی کی طرح کفر کرنے لگو، اور پھر سب یکساں ہوجاؤ"۔

۲۔ حاسد اس نعمت کو حاصل کرنے کی خواہش رکھے جو نعمت کسی اور کو حاصل ہے، اور جب تک وہ نعمت دوسرے سے چھن نہ جائے اس کو حاصل ہونہیں سکتی ، مثلاً کوئی خوبصورت گھر ،خوبصورت عورت، اعلی منصب وعہدہ یا کوئی اور نعمت ، لہٰذا حاسد اس نعمت کو حاصل کرنے کے لیے دوسرے سے اس نعمت کے ختم ہوجانے کی فکر میں لگ جاتا ہے، یہ بھی مذموم ہے۔اللہ فرماتا ہے:

"**ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضکم علی بعض**"(۳) "اور تم کسی ایسے امر کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ تعالی نے بعضوں کو بعض پر فوقیت بخشی ہے"۔

۳۔ وہ کسی کی عین نعمت کو نہ چاہے بلکہ اس نعمت کے مثل حاصل کرنے کی خواہش رکھے لیکن وہ نعمت کسی بھی طرح حاصل نہ ہوسکے تو اس بات کی تمنا کرنے لگے کہ فلاں کی

---

(۱) سورہ بقرہ آیت ۱۰۹
(۲) نساء ۸۹
(۳) سورہ نساء آیت ۳۲

بھی نعمت ختم ہو جائے تا کہ ہم اور وہ برابر ہو جائیں، یہ بھی مذموم ہے۔

۴۔ وہ کسی کی عین نعمت کو نہ چاہے، بلکہ اس نعمت کے مثل نعمت حاصل کرنے کی خواہش رکھے اور دوسرے کی نعمت کے زوال کو نہ چاہے، اگر چہ اسے یہ نعمت نہ حاصل ہو سکے تو یہ مذموم نہیں ہے، بلکہ دینی امور میں مستحسن ہے، ارشادربانی ہے۔" **وسئلوا الله من فضله** " (۱) اور اللہ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔

حسد کے سات اسباب ہیں:

۱۔ بغض وعداوت:۔ جب کسی شخص کو کسی سے عداوت ودشمنی ہو جاتی ہے تو اس کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ اس کا دشمن تکلیف و پریشانی میں مبتلا رہے، جب اپنے دشمن کو تکلیف و پریشانی کی حالت میں دیکھتا ہے تو اس کو اس سے بڑی خوشی وراحت حاصل ہوتی ہے، اور اگر اپنے دشمن کو آرام وترقی کی حالت میں دیکھتا ہے تو اس کو اس سے تکلیف وکڑھن ہوتی ہے اور وہ اس کی تمام راحتوں اور نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنے لگتا ہے، مشرکین ومنافقین کو مسلمانوں سے جو عداوت ودشمنی تھی وہ حسد تک جاپہونچی تھی۔

" **ودوا ما عنتم ، قد بدت البغضاء من افواههم ، وما تخفی صدورهم اکبر** " (۲) "تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں، واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے"۔ اور جس قدر انکے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے۔

" **ان تمسسكم حسنة تسؤهم و ان تصبكم سئية يفرحوا بها، و ان تصبروا و تتقوا لا يضركم كيدهم شيئا ، ان الله بما يعملون محيط** "(۳)

"اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے، تو ان کے لیے موجب رنج ہوتی ہے، اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم

---

(۱) سورہ نساء: آیت ۳۲
(۲) سورہ آل عمران آیت ۱۱۸
(۳) آل عمران ۱۲۰

استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہونچا سکے گی، بلاشبہ اللہ تعالی ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں''۔

۲۔ حسد کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جب کوئی علم، عہدہ، دولت یا شہرت و بلندی میں آگے بڑھتا ہے تو اس کے امثال واقران کو گراں گزرتا ہے، اور وہ تمنا کرنے لگتے ہیں کہ فلاں کی نعمت ختم ہو جائے، تاکہ وہ ہمارے برابر ہو جائے اور اس کی امتیازی خصوصیت باقی نہ رہے، اس کی خاطر ہر طرح کی تدبیر بروئے کار لاتے ہیں۔

۳۔ حسد کا تیسرا سبب کبر و تکبر ہے، کہ کوئی کسی کی حلقہ اطاعت وفرمانبرداری سے نکل کر عزت و سربلندی حاصل کر لیتا ہے، تو صاحب حلقہ کو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے، اور وہ اس بات کی تمنا وسعی کرنے لگتا ہے کہ کسی طرح اس کی عظمت وشرف ختم ہو جائے تاکہ وہ پھر اس کے حلقہ اطاعت میں آجائے۔

۴۔ حسد کا چوتھا سبب تعجب ہے، کہ جب اللہ اپنے بندوں میں سے کسی کو نبوت و قربت سے سرفراز فرماتا ہے، تو لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے کہ ان میں کا ایک شخص رسول کیسے بن گیا؟ اور وہ حسد میں مبتلا ہو کر رسول کے دشمن ہو جاتے ہیں اور تمنا کرنے لگتے ہیں کہ اس کی یہ نعمت ختم ہو جائے اور کوئی اس کی اطاعت وفرمانبرداری نہ کرے، وہ تعجب سے کہتے ہیں:

'' و ما منع الناس أن یؤمنوا اذ جاء هم الهدی الا ان قالوا أبعث الله بشراً رسولاً '' (۱) ''لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا: کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا''۔

'' لولا انزل علینا الملائکة '' (۲)''(وہ یوں کہتے ہیں کہ) کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے''۔'' **او عجبتم ان جاء کم ذکر من ربکم علی رجل منکم**''(۳)''کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی

---

(۱) سورہ اسراء ۹۴
(۲) سورہ فرقان ۲۱
(۳) سورہ اعراف ۶۳

طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی''۔

انبیاء کرام کے وارثوں کے ساتھ بھی مشرکین، یہود، نصاری، اور ملحدین نے وہی معاملہ کیا اور کر رہے ہیں جو انبیاء کرام کے ساتھ ہو چکا ہے۔

۵۔ حسد کا پانچواں سبب خوف ہے، جب مقصد ایک ہو تو اس ایک مقصد کو حاصل کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ ڈر و خوف ہوتا ہے کہ کہیں دوسرا اس سے آگے نہ نکل جائے، اس لیے وہ ایک دوسرے کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اگر ایک آگے نکل جاتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو دوسرا اس سے حسد کرنے لگتا ہے۔ایک استاد کے متعدد شاگرد، ایک باپ کے متعدد بیٹوں، ایک شوہر کی متعدد بیویوں، ایک شیخ کے متعدد مریدوں اور ایک بادشاہ کے متعدد مشیر کاروں کے درمیان جو رشک و حسد پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہوتی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کیساتھ ان کے بھائیوں نے جو سازش کی اس کی وجہ یہی تھی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اس کی بھی یہی وجہ تھی۔

٦۔ حسد کا چھٹا سبب جاہ پرستی اور ریاست طلبی ہے، جب کسی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی اس کا شریک و سہیم ہو گیا ہے، تو وہ حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہود کو پورے عرب میں علمی تفوق و سربراہی حاصل تھی، لیکن اسلام کے ظہور کے بعد ان کو جو فضل و بڑائی حاصل تھی، ختم ہو گئی، تو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خاتمہ کے لیے تدابیر و سازشیں کرنے لگے، ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تورات کی بشارت کے مطابق اسلام کو تہہ دل سے قبول کر لیتے، اسی طرح عبداللہ بن ابی کو مدینہ والوں نے اپنا سردار منتخب کر لیا تھا، اور تاج پوشی ہونے والی تھی کہ آپ ﷺ مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے اور عبداللہ بن ابی کی دیرینہ تمنا پوری نہ ہو سکی، اس لیے وہ آپ کا دشمن ہو گیا، اور حسد کی آگ میں جلنے لگا۔

۷۔ حسد کا ساتواں سبب یہ ہے کہ بعض اشخاص فطری طور پر حاسد ہوتے ہیں وہ کسی کو بھی اچھی حالت میں دیکھتے ہیں تو حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں، اور جب کسی کو

غم ومصیبت میں دیکھتے ہیں تو خوش ومسرور ہوتے ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حسد کے لیے باہم ربط واشتراک ضروری ہے، ورنہ بیگانوں اور غیروں میں حسد وڈاہ نہیں پایا جاتا ہے۔

حاسد بغض وعداوت، غیبت وچغلخوری اور تہمت والزام تراشی میں مبتلا ہوکر اپنی دنیاوی زندگی میں پریشان وبدحال ہوتا ہی ہے، وہ دوزخ کی آگ میں بھی جلے گا، کیونکہ حسد اس کی ساری نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''**ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب او قال العشب**''۔(۱) ''تم لوگ حسد سے بچو بیشک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، یا راوی نے کہا، گھاس کو''۔

ضمرہ بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " **لا یزال الناس بخیر مالم یتحاسدوا** ''(۲) لوگ برابر خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک کہ آپس میں حسد نہ کریں۔

عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا،

" **أی الناس افضل ؟ قال مخموم القلب صدوق اللسان ، قال : صدوق اللسان نعرفه ، فما مخموم القلب؟قال هو التقیٰ والنقی لا اثم فیه ولا بغی ولا غل ولا حسد**''(۳) ''لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا دل کا صاف اور زبان کا سچا، صحابہ کرام نے عرض کیا صدوق اللسان تو ہم جانتے ہیں لیکن مخموم القلب کا کیا مطلب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صاف اور پرہیزگار ہو اس میں کوئی گناہ، سرکشی، کھوٹ، اور حسد نہ ہو''۔

---

(۱) سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۷۶
(۲) الطبرانی ورواتہ ثقات، الترغیب والترھیب للمنذری ج ۳ ص ۵۴۷
(۳) ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۰۹، باب الورع والتقوی۔ حدیث ۴۲۱۵

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**ان لنعم اللہ اعداء فقیل : من ھم ؟ فقال اللذین یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ**''(۱)

بیشک اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں، کہا گیا کہ وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جولوگوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔

حسد اخوت و بھائی چارگی کے لیے سم قاتل ہے، اسلام نے اخوت و بھائی چارگی کو بڑی اہمیت دی ہے، اور اپنی لازوال تعلیمات سے اس کا ایک ایسا بے مثال نمونہ پیش کیا ہے جو دیگر مذاہب وادیان میں مفقود ہے، تمام مومنین کو اس طرح آپس میں بھائی بھائی بنادیا، کہ اپنے بھائی کے لیے مال ودولت ہی نہیں جان بھی پیش کرنا ان کے لیے سہل وآسان ہوگیا، ،حضور اکرم ﷺ نے تو ان کو کبھی ایک عمارت سے تو کبھی ایک جسم سے تشبیہ دیکر ان کی ایسی ذہن سازی فرمائی کہ اپنا اپنا مستقل وجود رکھنے کے باوجود باہم مشترک نظر آنے لگے اس اخوت کے شیرازہ کو جو چیزیں منتشر کرسکتی تھیں اسلام نے ان کی نشاندہی کی اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ فلان فلان چیزوں سے بچو ورنہ باہمی اخوت و ہمدردی فنا ہوجائے گی ، اور تمہارے دلوں میں باہم نفرت و دوری پیدا ہوجائے گی ،جس کی وجہ سے تمہیں دینی ودنیاوی نقصان وخسارہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

'' **ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث و لا تحسسوا و لا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا و کونوا عباد اللہ اخواناً** ''(۲).

'' تم لوگ بدگمانی سے بچو بیشک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، ٹوہ اور جستجو میں نہ رہو اور ایک دوسرے سے بیجا بڑھنے کی ہوس نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور باہم بغض وعداوت نہ رکھو اور ایک دوسرے کے پیچھے نہ پڑو اور اللہ کے بندوں

---

(۱) الطبرانی
(۲) بخاری ج۵ ص۲۲۵۳ ومسلم ج۴ ص۱۰، باب تحریم الظن والتجسس۔

آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔

مصطفیٰ محمد عمارہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب فتح الباری کا قول نقل کیا ہے۔

" قال فی الفتح ترکتم هذه صرتم کالاخوان و مفهومه اذا لم تترکوها تصیرون اعداء و قیل معناه کونوا کاخوان النسب فی الشفقة و الرحمة و المحبة والمواساة و المعاونة، و النصیحة"(۱)

"جب تم لوگ اس کو ترک کردو گے تو بھائی کی طرح ہو جاؤ گے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب ان کو نہیں ترک کرو گے تو دشمن ہو جاؤ گے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ رحمت وشفقت، غمخواری و محبت، اعانت وخیر خواہی میں نسبی بھائی کی طرح ہو جاؤ"۔

حسد کی تباہی وخطرناکی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ اور ہر مسلمان کو اس سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

" و من شر حاسد اذا حسد" (۲) "اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے"۔

حسد کی آگ حاسد کو اسی طرح جلا دیتی ہے، جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے، اس لیے حاسد کے حیلہ ومکر پر صبر کرنا چاہئے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اصبر علی کید الحسود　　　فان صبرک قاتله

کالنار تاکل نفسها　　　ان لم تجد ما تاکله

یعنی حاسد کے مکر وفریب پر صبر کرو، بیشک تمہارا صبر اس کو قتل کر دیگا، اس آگ کی طرح جو اپنے آپ کو کھا جاتی ہے اگر وہ اس چیز کو نہ پائے جس کو وہ کھاتی ہے۔

یا حاسدا لی علی نعمتی　　　أتدری علی من اسأت الادب

---

(۱) الترغیب والترھیب ج۳ص ۵۴۶
(۲) سورہ فلق آیت ۵

اسأت على الله فى حكمة   لانک لم ترض لی ما وهب

فاخزاک ربی بان زادنی   و سد علیک وجوه الطلب

اے میری نعمت پر حسد کرنے والے۔ کیا تم جانتے ہو کس کے ساتھ بے ادبی کرر ہے ہو
ایک حکمت میں تم نے اللہ سے بے ادبی کی ہے اس لیے کہ تم اس چیز سے راضی نہیں ہو جو اس نے مجھ کو عطا کیا۔
میرے رب نے تم کو ذلیل کیا اس طور پہ کہ اس نے میری نعمت زیادہ کر دی اور تم پر طلب کے راستوں کو بند کر دیا۔
قال الطغرائی:۔

و رضا الحسود زوال نعمتک التی   اوتیتهامن طارف او تالد

فاصبر علی غیظ الحسود فناره   ترمی حشاه بالعذاب الخالد

او ما رأیت النار تاکل نفسها   حتی تعود الی الرماد الهامد

تضفو علی المحسود نعمة ربه   و یذوب من کمد فؤاد الحاسد

حسد کرنے والے کی خوشی، آپ کی نعمت کا زوال ہے جو تم کو نئی یا پرانی نعمت حاصل ہے۔
حسد کرنے والے کی تکلیف پر صبر کرو، اسکے حسد کی آگ اس کے سینے کو ہمیشہ عذاب میں مبتلا رکھتی ہے
کیا تم نے آگ کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو کھا جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ سرد راکھ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
محسود پر اس کے رب کی نعمت بڑھتی رہتی ہے اور وہ حاسد کا دل غم سے پگھلتا رہتا ہے۔

تکبر و غرور

اسلام صالح معاشرہ کی بنیاد رکھتا ہے،جس چیز سے معاشرہ کے اندر انتشار و اختلاف اور بگاڑ پیدا ہو اس کی سخت مخالفت و مذمت کرتا ہے،تکبر وغرور ساری برائیوں اور نافرمانیوں کی جڑ ہے، اسی تکبر وغرور کی وجہ سے ہر زمانہ کے رؤسا وسرداروں نے انبیاء کرام کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور مومنین کو حقیر وکمتر سمجھا اس لیے قرآن واحادیث میں نہایت شدت سے متکبرین کی برائی بیان کی گئی ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:

" کذلک یطبع الله علی کل قلب متکبر جبار " (۱)

''جتنے مغرور وسرکش ہیں،ان کے دلوں پر اللہ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے''۔

" لا تمش فی الارض مرحاً" (۲) ''زمین پر اکڑ کر مت چلو''۔

عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا ید خل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرةمن خردل من کبر و لا یدخل النار من کان فی قلبه مثقال حبة من ایمان''(۳)

''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا''۔

متکبرین اللہ کی رحمت سے محروم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' **ان الله لا یحب من کان مختالاً فخوراً (۴)** ''بیشک اللہ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوں،شیخی کی باتیں کرتے ہوں''۔

---

(۱) سورۃ المؤمن ۳۵
(۲) سورۃ الاسراء ۳۷
(۳) ترمذی ج ۴ ص ۳۱۷
(۴) سورۃ النساء ۳۶

" انه لا يحب المستكبرين "(۱)"اللہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

تکبر کی برائی کا اس بات سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ نے اس دنیا میں ہی متکبر کو جہنم کی خوشخبری سنادی ہے۔"أليس في جهنم مثوىٰ للمتكبرين" (۲) "کیا جہنم میں مغروروں کا ٹھکانا نہیں"۔

" فلبئس مثوىٰ المتكبرين" (۳) "سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانا ہے"۔

حارثہ بن وہب روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "**ألا أخبركم بأهل الجنة؟ قالوا بلىٰ، قال رسول الله ﷺ كل ضعيف متضعف، لو أقسم على الله لأبره ثم قال ألا أخبركم بأهل النار؟ قالوا بلىٰ قال: كل عتل جواظ مستكبر**". (۴)

"کیا میں تم لوگوں کو جنت میں رہنے والوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا، کیوں نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر کمزور جس کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جائے، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو ضرور پوری کرتا ہے، پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو دوزخ والوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں، تو آپؐ نے فرمایا: ہر سرکش، تکبر سے چلنے والا اور تکبر کرنے والا"۔

تکبر وغرور کے جو نتائج وثمرات اخلاقی و معاشرتی حیثیت سے ظاہر ہوتے ہیں اس کو قید تحریر میں نہیں لایا جاسکتا ہے، متکبر حق بات قبول کرنے سے دور رہتا ہے اس لیے اس کا ٹھکانا جہنم ہے، ہر قوم کے متکبر لوگوں نے اپنے نبی کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس دنیا ہی میں عذاب الٰہی سے دوچار ہوئے، اور آخرت میں دردناک عذاب تو ہے ہی۔

---

(۱) سورہ نحل ۲۳
(۲) سورہ زمر ۶۰
(۳) سورہ نحل ۲۹
(۴) مسلم ج ۴ ص ۲۱۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

عن أبی هریرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ ''احتجت النار والجنة ، فقالت هذہ: یدخلنی الجبارون و المتکبرون و قالت هذہ : یدخلنی الضعفاء والمساکین، فقال الله عز وجل لهذہ : أنت عذابی أعذب بک من أشاء(ربما قال : أصیب بک من اشاء) و قال لهٰذہ أنت رحمتی أرحم بک من أشاء ، و لکل واحدة منکما ملؤها '' (۱)

''حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ اور جنت نے آپس میں مباحثہ کیا، دوزخ نے کہا مجھ میں متکبرین اور سرکش داخل کیے جائیں گے، جنت نے کہا: مجھ میں مساکین اور ضعفاء داخل کیے جائیں گے،تو اللہ عز وجل نے دوزخ سے فرمایا،تو میرا عذاب ہے میں تجھ سے جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا (یا یہ فرمایا کہ میں تجھ میں جس کو چاہوں گا مبتلا کروں گا)اور اللہ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے، میں تمہارے ذریعہ جس کو چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کے لیے بھرنے کی چیز ہے''۔

اللہ نے مومن بندے کی یہ صفت بیان کی ہے:

''عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا '' (۲)

''خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **''ان الله أوحی ان تواضعوا حتی لا یفخر أحد علی أحد ولا یبغی أحد علی أحد''(۳)**

''بیشک اللہ نے وحی کی ہے کہ تم لوگ تواضع وخاکساری اختیار کرو،اس حد تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے''۔

تکبر کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے آپ کو صفات کمالیہ میں دوسروں سے زیادہ سمجھے اور یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کا اپنے متعلق ایسا خیال ہوتا ہے تو نفس پھول جاتا

(۱)مسلم ج۴ص۲۱۸۶، باب النار یدخلها الجبارون، والجنة یدخلها الضعفاء، دار حیاء التراث العربی، بیروت)
(۲)الفرقان ۶۳
(۳) صحیح مسلم ج۴ص ۲۱۹۹

ہے، پھر اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں، مثلاً ایک متکبر شخص عام لوگوں کے ساتھ بیٹھنا، اٹھنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا اپنی عزت کے خلاف سمجھتا ہے، اس کی یہ خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں۔

سب سے پہلے اس کا ظہور شیطان سے ہوا، اللہ رب العزت نے ابلیس کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ۔ "**أنا خير منه خلقتني من نار و خلقته من طين**" (۱) "میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا"۔

اسی تکبر وغرور نے اس کو ہمیشہ کے لیے ذلیل و رسوا کر دیا اور دربار خداوندی سے دھتکارا گیا۔

"**فاهبط منها فما يكون لك ان تتكبر فيها فاخرج انك من الصاغرين**" (۲) "تو آسمان سے اتر، تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے اس میں یعنی (آسمان میں رہ کر) سو نکل تو بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا"۔

"**الا ابليس ، استكبر و كان من الكافرين**" (۳)

"مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا"۔

اسی تکبر وغرور نے فرعون کو خدائی کا دعویٰ کرنے پر مجبور کیا اور وہ '**أنا ربكم الأعلىٰ**' پکار اٹھا، نتیجتاً ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہوا اور دونوں جہاں کی بدبختی اس کی مقدر بن گئی، اسی تکبر وغرور نے قارون کو کہیں کا نہ چھوڑا، نمرود نے بادشاہت کے غرور میں خدائی کا دعویٰ کیا اور ذلت و رسوائی کے قعر مذلت میں جا گرا، ابوجہل اور اس کے ہم خیالوں نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو کبر وغرور کی وجہ سے قبول نہیں کیا اور ہر قوم کے منکرین نے اپنے وقت کے نبی کی دعوت کو قبول نہیں کیا، اس کی بنیادی وجہ تکبر وغرور ہی تھی۔

انسان عام طور سے علم وتقویٰ، حسب ونسب، حسن وجمال، مال ودولت اور

---

(۱) سورہ ص آیت ۷۶
(۲) سورہ اعراف آیت ۱۳
(۳) سورہ ص: آیت ۷۴

اعوان وانصار کی بنا پر تکبر وغرور کے نشہ میں مبتلا ہوکر دونوں جہاں کی نا کامیابی و نامرادی کو دعوت دیتا ہے، شراب اور افیون کے نشے تو عارضی و وقتی ہوتے ہیں لیکن تکبر وغرور کا نشہ دائمی ہوتا ہے، یہ نشہ سب نشوں سے زیادہ مہلک ہے۔

اپنے تقویٰ پر غرور کرنا تکبر وغرور کی دیگر نوعیّتوں سے زیادہ قبیح و مذموم ہے، ایسے متقی کا تقویٰ خود اس کے لیے وبال جان ہے، حسب ونسب پر غرور کرنا انتہائی درجہ کی بیوقوفی ہے، آباء واجداد کے کارناموں کو بیان کرنا اور اس پر فخر وغرور کرنا بے سود ہے، اس لیے کہ ہر ایک اپنا جوابدہ ہے، پھر نہیں معلوم کہ جن آباء واجداد کے کارنامے اور خوبیوں کو بیان کیا جارہا ہے، قبر میں کس حال میں ہوں، ''پدرم سلطان بود'' کی صدائیں لگانے میں کوئی کامیابی اور بڑاپن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا، ''شرافت وعظمت کی بنیاد حسب ونسب پر نہیں بلکہ روحانی فضائل پر ہے''۔

'' **ان أكرمكم عند الله أتقاكم** '' (۱) ''اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے''۔

''**عن ابن عمر ؓ ان رسول الله ﷺ خطب الناس يوم فتح مكة فقال: يا أيها الناس ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية و تعاظمها بآبائها ، فالناس رجلان برتقى كريم على الله و فاجر شقى هيّن على الله والناس بنوا آدم و خلق الله آدم من تراب**''(۲)

''ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے عیب اور آباء واجداد کے او پر تکبر کرنے کو ختم کردیا ہے، اب آدمی کی دو ہی تقسیم ہوسکتی ہے، ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے، اور دوسرا فاجر بد بخت جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے، لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا''۔

---

(۱) سورۃ الحجرات ۱۳
(۲) ترمذی ج۵ ص۶۶۳

حسن و جمال پر فخر کرنا حماقت ہے، حسن و جمال جیسی عارضی چیز کہ مہینہ بھر بخار آ جائے تو سارا حسن و جمال خاک میں مل جائے، چیچک نکل آئے تو شکل وصورت بدل جائے، حسن و جمال فخر کے قابل کس طرح ہوسکتا ہے۔

اپنے حسن و جمال پر ناز کرنے والا اپنے جسم کے اندر موجود نجاستوں پر غور کر لے تو سارا حسن و جمال خاک میں ملتا نظر آئے، جہاں تک زیب و زینت کا تعلق ہے، اور جسم کی ظاہری آرائش اور پاکیزگی کا تعلق ہے، حسن و جمال ایک مستحسن اور قابل قدر چیز ہے، حدیث میں ہے۔

" لا يدخل الجنّة من كان فی قلبه مثقال ذرّة من كبر ، ولا يدخل النار يعنی من كان فی قلبه مثقال ذرّة من ايمان قال : فقال له رجل : انّه يعجبنی ان يكون ثوبی حسنا ونعلی حسنة قال : ان الله يحب الجمال ، ولكن الكبر من بطر الحق وغمص الناس " (۱)

'' آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوا اور وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ مجھ کو یہ پسند ہے کہ میرا کپڑا اور جوتا عمدہ ہو تو آپؐ نے فرمایا: بیشک اللہ حسن کو پسند کرتا ہے، لیکن کبر، حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے''۔

البتہ جن صورتوں میں حسن و جمال غرور و تکبر کے اظہار کا ذریعہ بن جاتا ہے، شریعت نے ان کی ممانعت کی ہے۔

ارشاد نبوی ہے، **''من جر ثوبه من الخيلاء، ولم ينظر الله اليه يوم القيامة ''**(۲) ''یعنی جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا''۔

اسی طرح مال کو قرآن میں خیر کہا ہے اور اس کی حفاظت میں قتل ہونے والا

---

(۱) ترمذی: ج۴ص۳۱۷۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت
(۲) مسلم: ج۳ص۱۶۵۲

انسان''شہید کا لقب پاتا ہے، انفرادی واجتماعی کاموں میں مال کی بہت اہمیت ہے، لیکن جب مال تکبر وغرور کا سبب بن جائے تو قابل مذمت ہے''۔

''اعلموا انما الحیوٰة الدنیا لعب و لھو و زینة و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد'' (۱)

''لوگو! جانے رہو کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشہ اور ظاہری طمطراق اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے''۔

سرور کائنات محمد ﷺ نے فرمایا:''آدم کا بچہ کہتا ہے کہ میرا مال، حالانکہ تیرا مال صرف وہی ہے جس کو تو نے صدقہ میں دے ڈالا، کھاپی ڈالا اور پہن کر پھاڑ دیا''۔

قرآن واحادیث میں طاقت وقوت کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور مسلمانوں کو طاقت ور بننے اور آلات جنگ کی فراہمی کا حکم دیا ہے۔''**و أعدوا لھم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل ترھبون به عدو الله و عدوکم و آخرین من دونھم ، لا تعلمونھم ، الله یعلمھم**'' (۲)

''اور ان کافروں کے لیے جس طرح تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب جمائے رکھو، ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم (بالتعیین) نہیں جانتے، اللہ ہی ان کو جانتا ہے''۔

حدیث میں آیا ہے کہ''طاقتور مسلمان خدا کے نزدیک کمزور مسلمان سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے''۔لیکن یہی طاقت وقوت آپسی تکبر وغرور کا ذریعہ بن جائے تو قابل مذمت ہے اور آپسی طاقت وقوت بے سود ہے۔

الغرض، تکبر وغرور ساری نافرمانیوں اور گناہوں کی جڑ ہے اور متکبرین حق کو

---

(۱) سورہ حدید ۲۰
(۲) سورہ انفال: آیت ۶۰

قبول نہیں کرتے ہیں اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ متکبرین کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کا ظہور ہزاروں شکل میں ہوتا ہے، لیکن عام طور سے جن باتوں کی وجہ سے لوگ تکبر و غرور میں مبتلا ہوتے ہیں اس کو مختصراً بیان کیا گیا ہے، تکبر و غرور کے جو برے نتائج و ثمرات اخلاقی و معاشرتی اعتبار سے رونما ہوتے ہیں اس کے ہر ہر پہلو کو اجاگر کرنا دشوار ہے۔

انسان تکبر و غرور سے بچتے ہوئے تواضع و خاکساری کو اپنا لے یہ اس کے لیے دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی کی بات ہوگی۔

اللہ ہمیں تکبر و غرور سے بچنے اور تواضع و انکساری کو اپنا شعار زندگی بنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ظلم

اسلام نے امت مسلمہ کو ظلم و ستم کے تمام اقسام و انواع کی وضاحت کرنے کے بعد ان سے باز رہنے اور مظلوم کی مکمل حمایت و مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔

" لا تَظلِمون و لا تُظلَمون "(۱) " نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے "۔

ظلم چاہے انسان پر ہو یا دوسری مخلوقات پر سب پر ممنوع ہے یہاں تک کہ اپنی ذات پر بھی ظلم کرنا ممنوع ہے، اس لیے خود ظلم و زیادتی سے بچنا اور مظلوم کی حمایت و مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔

معاشرہ کے تمام افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ مظلوم کی حمایت و مدد کے ساتھ ظالم کو بھی ظلم سے روکنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"انصر اخاءً ظالما او مظلوماً قالوا یا رسول الله هٰذا ننصره مظلوما فکیف ننصره ظالما قال تاخذ فوق یدیه (۲)

---

(۱) سورہ بقرہ ۲۷۹

(۲) بخاری ج ۲ ص ٦٦، باب أعن اخاک ظالما او مظلوماً، دار المعرفۃ بیروت)

''تم اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ کرام نے (تعجب سے) دریافت کیا یا رسول اللہ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ہم اپنے مظلوم بھائی کی مدد کریں گے لیکن ہم ظالم کی کیونکر مدد کر سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا (اس کی مدد یہ ہے کہ) اس کو ظلم سے روک دو''۔

اگر ظالم کو ظلم سے نہ روکا جائے اور اس کو سزا نہ دی جائے، تو دنیا انتشار و خلفشار اور بدامنی و غارتگری کا ٹھکانا بن جاتی ہے، اس لیے اسلام نے مظلوم کو اس بات کا حق دیا ہے کہ ظالم سے بدلہ لے تا کہ ظالم کو مزید ظلم کرنے کی ہمت و جرأت باقی نہ رہے۔

''والذین اذآ اصابھم البغی ھم ینتصرون . وجزٰؤا سیئۃٍ ، سیئۃ مثلھا'' (۱) ''اور جو لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی سے ویسی ہی''۔

لیکن اگر کوئی مظلوم ظالم کو معاف کر دے تو اللہ اسے اجر و ثواب سے نوازیں گے

''فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین'' (۲)

''پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرلے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا''۔

اگر کوئی مظلوم ظالم سے بدلہ لینا چاہتا ہے تو ضرور بدلہ لے سکتا ہے یہ قابل مذمت نہیں ہے۔ **''ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولٓئک ما علیھم من سبیل''** (۳)

''اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں''۔

قابل ملامت ظالم ہے کہ اس نے کسی پر ظلم و زیادتی کی اور ظالم کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

'' انما السبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض

---

(۱) سورہ شوریٰ ۳۹، ۴۰

(۲) سورہ شوریٰ ۴۰

(۳) سورہ شوریٰ ۴۱

بغیر الحق اولئک لهم عذاب الیم " (۱)

"الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں ایسوں کے لیے دردناک عذاب (مقرر) ہے"۔

اگر کوئی ظالم کسی کو قتل کردے تو مقتول کے وارث کو قصاص لینے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن انتقامی کارروائی میں قاتل کے ساتھ زیادتی کرنے اور اس کے رشتہ داروں کو نقصان کو پہونچانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

" و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا"(۲)

"اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کے قتل کے بارے میں حد شرع سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، وہ شخص طرفداری کے قابل ہے"۔

مظلوم کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ ظالمانہ کارروائیوں کو سرعام بیان کرے اور اپنی مظلومیت کی کہانی لوگوں کو سنائے تاکہ لوگوں کو ظالم سے نفرت اور مظلوم سے ہمدردی پیدا ہو اور ظالم مزید ظلم سے باز آئے۔

" لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم و کان الله سمیعاً علیماً"(۳)

"اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے اور اللہ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں"۔

اگر ظالم اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس کا مقابلہ اس وقت تک کریں جب تک کہ ظالم اپنی حرکت سے باز نہ آجائے، اگر ظالم کے ظلم کو خاموشی سے برداشت کرلیا جائے تو ظالم کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس کے ظلم کا دائرہ وسیع

(۱) سورہ شوریٰ: آیت ۴۲
(۲) سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۳
(۳) سورہ نساء آیت نمبر ۱۴۸

سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا اور یکے بعد دیگرے تمام کو اپنے ظلم و زیادتی کا نشانہ بناتا رہے گا، اس لیے کسی پر ظلم وزیادتی کو دیکھ کر مسلمانوں کو خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے۔

" فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ"(۱)

"پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے"۔

لیکن ظالم کو اس کے ظلم و زیادتی کے مطابق ہی سزا دی جائے اگر چہ کہ وہ ظالم مشرک و کافر کیوں نہ ہو اگر ظالم پر اس کے ظلم و زیادتی سے زیادہ سزا دی جائے تو دوسرے مسلمانوں کو اس کا ساتھ نہیں دینا چاہئے۔

" لا یجرمنکم شناٰن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا و تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان و اتقوا للہ ان اللہ شدید عقاب" (۲) " اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اسی سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا، وہ تمہارے لیے اس کا باعث ہو جائے تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی و تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اللہ سے ڈرا کرو بلا شبہ اللہ تعالی سخت عذاب دینے والے ہیں"۔

حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے:

" انی حرمت علی نفسی الظلم وعلی عبادی فلا تظلمون "(۳)

"میں نے اپنے لیے اور اپنے بندوں کے لیے آپس میں ظلم کو حرام قرار دیا ہے تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو"۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ---" **اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ، و اتقوا الشح فان الشح اھلک من کان**

(۱) سورہ حجرات: آیت نمبر ۹
(۲) سورہ مائدہ: آیت ۲
(۳) صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۹۵۔ باب تحریم الظلم

قبلکم حملهم علی ان سفکوا دماء هم واستحلوا امحارمهم" (۱)

"ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہوں گی اور بخل ولالچ سے بچو، بیشک بخل نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا اور اس نے ان کو خون بہانے اور محارم کو حلال کرنے پر ابھارا"۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ان الله عز وجل یملی للظالم فاذا أخذه لم یفلته، ثم قرأ و کذالک اخذ ربک اذا اخذالقریٰ وهی ظالمة ان اخذه الیم شدید" ہود: آیت نمبر ۱۰۲ (۲)

"بیشک اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اس کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی آپ کے رب کی داروگیر ایسی ہے جب وہ کسی بستی پر داروگیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم کیا کرتے ہوں، بلا شبہ اس کی داروگیر بڑی الم رساں اور سخت ہے"۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی جانب بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی:

" اتق دعوة المظلوم فانها لیس بینها و بین الله حجاب"(۳)

مظلوم کی بد دعا سے بچو اس لیے کہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من کانت له مظلمة لاحد عن عرضه او شیء فلیحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درهم ان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة وان لم تکن له حسنات اخذ من سیئات صاحبه وحمل

(۱) صحیح مسلم ج۴ص۱۹۹۶ء
(۲) مسلم: ج۴ص۱۹۹۸
(۳) بخاری ج۲ص۶۲

علیہ'' (۱)

''یعنی جس نے اپنے بھائی کی آبرو یا کسی چیز پر ظلم کیا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کا فدیہ ادا کر کے پاک ہو لے، اس دن سے پہلے کہ اس کے پاس دینے کو دینار ہوگا نہ درہم تو ظلم کے بدلہ ظلم کے برابر مظلوم کو نیکیاں دلوائی جائیں گی اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں ظالم پر لاد دی جائیں گی''۔

الغرض اسلام میں کسی پر ظلم و زیادتی کرنا حرام ہے، ظالم کو دنیاوی ذلت و سزا کے ساتھ اخروی سزا و عذاب سے سابقہ پڑے گا اور اپنے کیے کا بدلہ پائے گا اور ظلم کے بدلے ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دیدی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں ظالم پر لاد دی جائیں گی۔ اللہ ہم تمام کو ظلم سے بچائے اور ظالم کے ظلم سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

---

(۱) بخاری ج۲ص ۶۷

ڈرگ اورنشہ آور اشیاء

اسلام نے ہراس چیز کوحرام قرار دیا ہے جو انسان کے لیے دنیا و آخرت میں نقصان کا باعث ہو،شراب اورنشہ آور اشیاء کے استعمال سے عقل میں فتور پیدا ہوتا ہے اور صحت انسانی تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتی ہے اس کی معاشرتی بُرائی یہ ہے کہ عقل میں فتور پیدا ہوجانے کی وجہ سے بغض وعداوت ،گالی گلوج ، مار پیٹ ،لڑائی جھگڑا قتل وخونریزی ، چوری اورڈاکہ زنی ،ظلم وستم اوردیگر برائیاں عام ہوجاتی ہیں روحانی بُرائی یہ ہے کہ منشیات کے عادی افراد ذکروعبادت سے غافل ہوجاتے ہیں اور صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں جس کی وجہ سے اخروی نقصان اٹھاتے ہیں اور دنیا میں ناکام ونامراد ہوجاتے ہیں ،نشہ کی حالت میں بڑوں کی عزت ، چھوٹوں پرشفقت ، بیوی سے محبت ودلجوئی اور بچوں سے لاڈو پیار کیامعنی ۔۔۔اس حالت میں کیے گئے کام بعد میں ندامت وشرمندگی ، ذلت ورسوائی کا باعث ہوتے ہیں ،نشہ نے ایک انگڑائی کیا لی کہ بیوی تین طلاق کی وجہ سے جدا ہوگئی اور اس کی قیمتی دولت جوا کی نذر ہوگئی ،نشہ اترا تو معلوم ہوا کہ اس کی دنیابدل چکی ہے ایسے ہی موقع پرکسی نے کہا تھا ’’اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت‘‘ یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے شراب کو ہمیشہ کے لیےحرام قرار دیا۔

” یآیہا الذین آمنوآ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ، إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون‘‘(۱)

’’اے ایمان والو! شراب اور جوااور بت (وغیرہ) اورقرعہ کے تیر (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں ،سوان سے بالکل الگ رہوتا کہ تم فلاح یاب ہوشیطان تو یوں

(۱) مائدہ۹۱۔۹۰

چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے تو کیا تم اب بھی باز نہیں آؤگے ؟"۔۔۔۔
رحمت عالمﷺ نے فرمایا: "**کل مسکر خمر و کل مسکر حرام ومن شرب الخمر فی الدنیا وھو یدمنھا لم یشربھا فی الآخرۃ**" (۱)

ہر نشہ پیدا کرنے والی شے شراب ہے اور ہر وہ شے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی اور پیتا رہا وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا۔۔۔دوسرے موقع پر فرمایا:"**لعن اللہ الخمرو شاربھا وساقیھا وبائعھا ومبتاعھا وعاصرھا ومعتصرھا وحاملھا والمحمولۃ علیہ**" (۲)

"اللہ نے شراب پر، اس کے پینے والے پلانے والے، بیچنے خریدنے والے، دوسروں کے لیے نچوڑنے والے، اپنے لیے نچوڑنے والے، اس کے لے جانے والے اور جس کے پاس لے جائی جائے سب پر لعنت فرمائی۔"

آپﷺ کا ارشاد ہے جس نے شراب پی، چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور جس نے چوتھی بار پی اس کو آخرت میں جہنم کی نہر سے پلایا جائے گا۔(۳)

ارشاد نبویؐ ہے:۔۔۔۔۔۔۔۔جب کوئی مومن شراب پینے لگتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے(۴)

آپﷺ معراج میں تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے دو پیالے پیش کیے گئے لیکن آپﷺ نے شراب کے بجائے دودھ کا پیالہ اٹھالیا اس وقت حضرت جبریلؑ نے فرمایا "**الحمد اللہ الذی ھداک للفطرۃ ولو اخذت الخمر غوت امتک**" (۵)۔۔۔۔۔۔تمام تعریف اس کے لیے جس نے آپ کو فطرت کی طرف رہنمائی فرمائی اگر آپ شراب کو اٹھالیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

---

(۱) ترمذی ج ۴ ص ۲۵۶، کتاب الاشربہ، دار الکتب العلمیہ بیروت
(۲) ابوداؤد ج ۳ ص ۳۲۵، دار الحدیث، القاہرہ
(۳) ترمذی ج ۴ ص ۳۵۷
(۴) بخاری ج ۳ ص ۳۲۰، کتاب الاشربہ
(۵) بخاری ج ۳ ص ۳۲۰، دار المعرفہ، بیروت

شراب ایک ایسی برائی ہے جو ہزار بُرائیوں کوجنم دیتی ہے۔قدیم اطباء نے جہاں صحت انسانی کے لیےاس کومضر ونقصان دہ قرار دیا ہے وہیں جدید سائنس داں نے بھی اس کےام الامراض ہونے کی تصدیق کی ہے۔۔۔جرمنی کےایک ڈاکٹر کا یہ مقولہ ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ اس نے کہا: اگر آدھے شراب خانے بند کر دیے جائیں تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ آدھے شفا خانے اور جیل خانے بےضرورت ہوکر بند ہو جائیں گے۔

ایک فرانسیسی محقق ہنری اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں: ''بہت زیادہ مہلک ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دو دھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا یہ شراب تھی۔ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف یہ ہتھیار اپنایا لیکن ان کی شریعت ہمارے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی، یہ لوگ اگر ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے جس طرح ان کے ایک منافق قبیلہ نے قبول کرلیا ہے تو یہ بھی ہمارے سامنے ذلیل وخوار ہوجاتے۔آج جن لوگوں کے گھروں میں ہمارے شراب کے دور چلے رہے ہیں وہ ہمارے سامنے ایسے ذلیل وحقیر ہو گئے ہیں کہ سر اٹھا نہیں سکتے''۔

ایک انگریز قانون داں بنتام لکھتے ہیں کہ: اسلامی شریعت کی بےشمار خوبیوں میں سےایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے، کبھی ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سرایت کرنے لگا اور یورپ کے جن لوگوں کو اس کا چسکا لگ گیا ان کی بھی عقلوں میں تغیر آنے لگا، لہذا افریقہ کے لوگوں کے لیے بھی اس کی ممانعت ہونی چاہیے اور یورپین لوگوں کو بھی اس پر شدید سزائیں دی جانی چاہیے۔(۱)۔۔۔۔۔۔حضور اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے جس حقیقت کو آشکار افرمایا تھا وہ زمانے کی ہزار تبدیلیوں کے بعد بھی ایک مسلمہ حقیقت بن کر دنیا کو دعوت عمل دے رہی ہے۔'' **الخمر ام الفواحش وأكبر الكبائر**'' (۲)

شراب اور ہر نشہ پیدا کرنے والی شے حرام ہے جو شے کا کثیر نشہ پیدا کرے اس

---

(۱) معارف: ج۱ص۱۷۸

(۲) مجمع الزوائد ج۵ ص۶۷ (شراب تمام برائیوں کی جڑ ہےاور کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑی ہے

کا قلیل بھی حرام ہے، موجودہ دور میں ڈرگ (۱) ، ہیروئین (۲) گرد (۳) کوکین (۴)

---

(۱) شراب کا نیا روپ وہ ڈرگز (Drugs) ہیں جو مخدر یعنی عقل کو بے حس کرنے والے (Narcotic) ہیں۔ان میں سے ایک حشیش (چرس، گانجا، بھنگ) ہے جوایک پودے کے پتوں سے حاصل کیا جاتا ہے، اسے تمباکو کی طرح پیا بھی جاتا ہے اور کھایا بھی جاتا ہے یہ ایک فریب خیال میں مبتلا کرنے والا ڈرگ Halloueinozonic Drugs ہے جس کے زیر اثر پینے والا خیالات کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے اور فرضی چیزوں کی سیر کرنے لگتا ہے، اس مصنوعی سکون کو حاصل کرنے ہی کی غرض سے حشیش استعمال کی جاتی ہے۔

(۲) دوسری چیز ہیروئن (Heroine) ہے جو مارفین (Morphie) میں ایک خاص کیمیکل ملا کر بنائی جاتی ہے اور مارفین ایک افیونی مادّہ ہے جو (Poppy Plant) کے غیر پختہ بیج سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ہیروئن کو پانی میں تحلیل کر کے انجکشن کے ذریعہ جسم میں داخل کیا جاتا ہے جس سے چند سکنڈ کے اندر پورے جسم میں گرمی اور نشاط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، پھر غنودگی طاری ہوتی ہے، حواس کو اس طرح متاثر کرتی ہے کہ آدمی اپنی توجہ کسی چیز پر مرکوز نہیں کر پاتا، اس کو استعمال کرنے والے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں، نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس کی مضرتیں تفصیلاً بیان ہوئی ہیں۔ملاحظہ ہو ج ۵ ص ۸۸۳)

(۳) تیسری چیز گرد (Brown Sugar) ہے جو ہیروئن میں کچھ چیزیں ملا کر تیار کی جاتی ہیں، گرد کی تھوڑی سی مقدار کا دھواں نسوار کی طرح ناک میں چڑھایا جاتا ہے جس سے قریب قریب وہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو ہیروئن سے ہوتی ہے، جو شخص اس کا عادی ہوتا ہے اس کو گرد نہ ملنے پر بڑی تکلیف ہوتی ہے ، یہاں تک کہ وہ اس کے لیے تلملاتا ہے، گرد عقل کو متاثر تو کر ہی دیتی ہے علاوہ ازیں یہ جسم کو لاغر، کمزور بنا کر تھوڑے عرصے میں موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے، ایسی خطرناک اور مہلک چیز کے لوگ عادی بن رہے ہیں تا کہ دنیا کی پریشانیوں کا ٹینشن دماغ پر نہ رہے، گویا وہ زندگی سے اتنے تنگ آ گئے ہیں کہ اس سے ہر قیمت پر چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، گرد کا کاروبار آج تیزی سے فروغ پا رہا ہے، اس میں نوعمر لڑکے بھی بکثرت ملوث دکھائی دے رہے ہیں، گرد خریدنے کے لیے چوری کا ارتکاب بھی کرتے ہیں، ان کی مجرمانہ حرکتیں سوسائٹی کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن گئی ہیں۔

(۴) چوتھی چیز کوکین (Cocaine) ہے جو کوکا پلانٹ (Coca plant) سے حاصل کی جاتی ہے۔یہ غیر ممالک سے درآمد کی جاتی ہے۔کوکین کو انجکشن کے ذریعہ جسم میں داخل کیا جاتا ہے جس سے نشاط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، وقتی طور پر تکان دور ہو جاتی ہے اور تخیلات کی دنیا میں سیر کرنے لگتا ہے مگر اس کے زہریلے اثرات دماغ پر مرتب ہوتے ہیں جس سے مالیخولیا اور تشنج کا مرض ہو جاتا ہے جو جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔مختصر یہ کہ یہ ڈرگز جن کا استعمال آج کثرت سے ہو رہا ہے صحت کے لیے بھی سخت مضر ہیں اور عقل وشعور میں بھی زبردست خلا پیدا کرنے والے ہیں جس کا بہت برا اثر آدمی کی اخلاقی وعملی زندگی پر پڑتا ہے، دنیا کے امتحان گاہ میں انسان کو اس لیے کھڑا کر دیا گیا ہے کہ وہ پورے ہوش وحواس کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے اور یہ حقیقت ہے کہ عقل اور ذہنی قوتوں کو متاثر کرنے والی چیزیں استعمال کر کے آدمی اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر سکتا۔لہٰذا ایسی چیزیں انسان کے مقصدِ وجود کے لیے تباہ کن ہیں۔ملاحظہ ہو ’’یہ کیسا بگاڑ ہے‘‘ مولانا شمس پیرزادہ۔ص ۱۸ تا ۲۰۔ادارہ دعوۃ القرآن، محمد علی روڈ، ممبئی۔

چرس، افیون، بھنگ، گانجا اور حشیش کا استعمال بھی حرام ہے اور دوسروں کو استعمال کے لیے دینا بھی حرام ہے۔

"ولقد أجمع علماء الاسلام على تحريم المخدرات كلها بما فيها الحشيش وذكر الامام ابن حجرؒ ان شرب المخدّرات من كبار الذنوب، كما قرر الفقهاء، حرمة الاتجاربها، جاء في كتب مذهب الحنفية انه يحرم أكل البنج والحشيش والافيون، لأنها مفسدة للعقل وتصد عن ذكرالله وعن الصلوٰة ويجب تعزير آكله بما يردعه . .. وقال الامام ابن تيميةؒ عن المخدّرات : ان فيها من المفاسد ما ليس في الخمر فهي أولىٰ بالتحريم ومن استحلها وزعم أنها حلال فانّه يستتاب فان تاب والا قتل مرتدا لا يصلى عليه ولا يدفن في مقابر المسلمين وقال ابن قيمؒ يدخل في الخمر كل مسكر مائعاً كان أو جامداً عصيراً أو مطبوخاً. .... (۱)

ترجمہ:۔علمائے اسلام کا مخدرات کے حرام ہونے پر اجماع ہے، انہی میں سے حشیش بھی ہے، امام ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ مخدرات کا پینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اسی طرح فقہاء کے نزدیک اس کی تجارت بھی حرام ہے، حنفیہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ بھنگ، حشیش اور افیون حرام ہے اس لیے کہ یہ ساری چیزیں (اور اس درجہ کی دوسری چیزیں) عقل کو فاسد کرنے والی ہیں۔ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکنے والی ہیں، اس کے کھانے والے پر اس قدر تعزیر واجب ہے جو اس کو اس سے روک دے۔ امام ابن تیمیہؒ نے مخدرات کے بارے میں فرمایا: بیشک اس میں ایسے نقصانات و مفاسد ہیں جو شراب میں نہیں ہیں۔ اور اس کو حرمت میں ترجیح حاصل ہے، جس نے اس کو حلال سمجھا تو اس کو توبہ کی ترغیب دی جائے گی۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اس کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ ابن قیمؒ نے فرمایا: ہر نشہ آور شے، خمر میں داخل ہے۔ چاہے وہ سیّال ہو یا

---

(۱) الحرام و الحرام للشيخ احمد بن محمد عساف ص۲۶۴، ۲۶۵۔ داراحیاء العلوم، بیروت

جامد، نچوڑی ہوئی ہو یا پکائی ہوئی ہو''۔۔۔

ان سے صحت انسانی کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور ان کو استعمال کرنے والے مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر لقمۂ اجل بن جاتے ہیں، اخبار و رسائل کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ منشیات نے دنیا کو نئی نئی بیماریوں کا تحفہ پیش کیا ہے اور ان کی وجہ سے معاشرہ میں ہمہ قسم کی برائیاں پھیل رہی ہیں اور نت نئے واقعات و حادثات نے زندگی کے لطف کو بدمزہ کردیا ہے، کتنی دلخراش و دلدوز خبر ہوتی ہے کہ شراب پینے کے بعد اتنے آدمی ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور اپنے پیچھے بہتے ہوئے آنسو اور سسکتی ہوئی آواز چھوڑ گئے۔

منشیات کے عادی افراد حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھتے ہیں، رشوت، چوری، قتل و ڈاکہ زنی اور اغوا و آبرو ریزی ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے، وہ اپنی صحت کے دشمن اور اخروی نجات و کامیابی سے غافل، صالح معاشرہ کے لیے سدّ راہ اور اپنی ہر قسم کی کامیابی و کامرانی سے لاپرواہ ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی نشہ کی حالت میں انسان اپنے راز کو بیان کردیتا ہے، جو اس کے لیے نقصان ومصیبت کا باعث ہوتا ہے خصوصاً حکومت کے کسی اہم عہدہ پر ہو تو ملک میں انقلاب کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ چالاک جاسوس اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اس شراب نے کتنی قوموں کو غلامی کی زنجیر پہنادی ہے، لیکن افسوس اس امت مسلمہ پر جو برائیوں کو مٹانے کے لیے برپا کی گئی تھی وہی اس میں ملوث نظر آرہی ہے۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی یاد آتی ہے۔ **لیشربن ناس من امتی یسمونها بغیر اسمها** (۱)

''یعنی میری امت میں سے کچھ لوگ ضرور شراب کو دوسرے نام سے موسوم کرکے پئیں گے''۔

دور حاضر میں میڈیا کے ذریعہ منشیات کی روک تھام کی کوشش کی جارہی ہے اور مختلف قسم کے پروگرام اور ترغیبات کے ذریعہ اس کے خاتمہ کی کوشش کی جارہی ہے،

---

(۱) ابوداؤد ج ۳ ص ۳۲۸

سائنس داں اس کے عظیم نقصانات سے متنبہ کر رہے ہیں ، ایک جانب حکومت بھی اس کے خاتمہ کے لیے نئی نئی اسکیمیں اور منصوبے بنا رہی ہے دوسری جانب اس پر مکمل پابندی نہیں لگا رہی ہے کیونکہ اس سے حاصل ہونے والا محصول حکومت کے خزانے میں اضافہ کرتا ہے ، ان حالات میں منشیات کا خاتمہ کیا ہو، اس میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا جار ہا ہے، منشیات کے خاتمہ کے لیے جو ظاہری اسباب کا سہارا لیا جار ہا ہے وہ بے سود ولا حاصل ہے، جب تک ان پر مکمل پابندی کے ساتھ ساتھ دل کی دنیا بدلنے کی حتی المقدور سعی نہ کی جائے ۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ امت مسلمہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر پوری انسانی آبادی کو اس لعنت اور ضرر رساں اشیاء سے پاک وصاف کرنے کا عزم مصمم کر لے، اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کے پاس اس لعنت کا دائمی حل موجود ہے۔

لاٹری اور جوئے کی تباھی

اسلام میں جوا وقمار حرام ہے، جوئے کی لت انسانوں کو مفلس وفقیر اور ذلیل و خوار بنا دیتی ہے، اس کی وجہ سے معاشرہ میں بخت واتفاق پر بھروسہ کرنے اور اپنی روزی کے لیے جہد وکاوش اور محنت ومشقت نہ کرنے والے افراد کی تعداد بڑھتی ہے، جائز طریقے سے دولت کمانے کی عادت ختم ہوتی ہے اور حرام راستے سے دولت کے حصول کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تجارت کو جائز اور مستحسن قرار دیا اور سود اور جوا کو حرام قرار دیا۔ اس میں ایک کو بغیر کسی محنت اور جہد وسعی کے خوب فائدہ اور دوسرے کا استحصال ہوتا ہے۔

جوا باز اس عادت کی وجہ سے اپنی دولت، مکان، قیمتی ساز وسامان اور بسا اوقات بیوی بچوں تک کو بھی ہار جاتا ہے۔ بار بار اپنی قسمت آزماتا ہے، شاید اب کامیابی مل جائے گی یہاں تک کہ وہ مفلس وکنگال ہوجاتا ہے، دوسرا شخص جو کامیاب ہو چکا ہے ''ھل من مزید'' کی صدا بلند کرتے ہوئے آگے سے آگے قدم بڑھانے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ بھی مفلس ہوجاتا ہے یہ سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ غالب کو جہاں مال ملنے کی خوشی ومسرّت ہوتی ہے وہیں مغلوب کے اندر بغض وعناد اور انتقام وحسد کی آگ خاموشی سے سلگتی رہتی ہے جو اسکے پورے وجود کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور کبھی اسکی آگ دوسرے کے خون سے سرد ہوتی ہے۔

جوا کھیلنے والے جوئے کی لت کی وجہ سے رشوت، چوری، سود خوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار اور حرام طریقے سے دولت حاصل کرتے ہیں، یہ تمام باتیں اسلام میں حرام ہیں۔ جوا باز کے لیے جہاں آخرت میں دردناک عذاب وسزا ہے وہیں اس دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے، اور مفلس وکنگال ہوکر دوسرے کا محتاج ہوجاتا ہے۔

جاہلیت میں بھی جوئے کا عام چلن ورواج تھا، بلکہ یوں کہا جائے کہ جوا وشراب انکی گھٹی میں پڑی تھی تو بے جا نہ ہوگا، ان کے یہاں جوئے کے مختلف الاقسام طریقے رائج تھے، جن میں ایک ازلام بھی تھا وہ لوگ کسی تیر پر ثلث (ایک تہائی) کسی پر نصف (آدھا) کسی پرلا (نہیں) وغیرہ لکھتے تھے۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ جس کے پاس ''لا'' لکھا ہوا تیر آتا اس کو کچھ نہیں ملتا تھا، دیگر مساہمین تیر پر لکھی ہوئی مقدار کے مطابق جمع شدہ رقم یا سامان تقسیم کرتے تھے، حالانکہ ہر شخص کی رقم یا سامان برابر ہے جو محروم رہا یا جس کو کم رقم ملی اسکی حق تلفی واستحصال ہوا اور جو لوگ زیادہ رقم کے مالک ہوئے وہ بغیر کسی محنت اور عوض کے مالک ہوئے، اللہ تعالیٰ نے جوئے کو شیطانی عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا: " **یآیها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والأزلام رجس من عمل الشیطین فاجتنبوه لعلکم تفلحون . انما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة ، فهل انتم منتهون ، واطیعوا الله واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا أنّما علی رسولنا البلٰغ المبین** '' (۱)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت (وغیرہ) اور قرعہ کے تیر (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز (نہیں) آؤ گے، اور تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کروگے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا''۔

جب ہم مذکورہ آیت کریمہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے جوا کو ''رجسٌ'' فرمادیا۔ لفظ رجس انتہائی درجہ کی گندگی ونا پاکی پر دلالت کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا اطلاق بت پرستی پر بھی ہوتا ہے۔

---

(۱) مائدہ: آیت ۹۰۔۹۱۔۹۲

۲۔ یہ جملہ ''انّما'' سے شروع ہورہا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوا گندگی و برائی ہی ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

۳۔ اللہ نے جوا کو شراب، تھان اور پانسوں۔ جو بت پرستی کے اعمال اور شرکیہ خرافات ہیں، کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۴۔ اس کو شیطانی عمل قرار دیا گیا۔ تمام مفاسد و خرافات، بدامنی و خلفشار اور قتل و غارت گری کو انجام دینے والا شیطان ہے جو اپنے کارندوں کے ذریعہ پوری دنیا میں انجام دیتا ہے۔ جوا شیطان کے تخریبی اعمال میں سے ایک ہے جو کئی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ اور شیطانی کام اللہ کو ناراض کرنے والا ہے۔

۵۔ اللہ نے اپنے بندوں کو مادّہ اجتناب کے ذریعہ جوا سے باز رہنے کا حکم دیا، اللہ نے شرک سے باز رہنے کا حکم ''اجتنبوا'' سے دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ. (سورہ حج:۳۰) ''تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو'' ☆ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت (سورہ نحل:۳۶) ''کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو'' ☆ والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوها (سورہ زمر: ۱۷) اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) ☆ ''الذین یجتنبون کبٰئِر الاثم والفواحش الااللمم''. (سورہ نجم:۳۲) وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے (ان میں) بےحیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں''

۶۔ جوا سے بچنے کو اللہ نے کامیابی و کامرانی قرار دیا جو اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جوا کھیلنے والا دونوں جہاں میں ناکام و نامراد ہوگا جس کا مشاہدہ آئے دن دنیا کرتی رہتی ہے۔

۷۔ اس کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دینے والا قرار دیا گیا۔ نماز اور ذکر دین کی روح اور ستون ہے اور مومن کا توشۂ آخرت ہے۔

۸۔ اللہ نے جوا کو بغض و عداوت کا ذریعہ قرار دیا اور بغض و عداوت بے

شمار برائیوں کوجنم دیتی ہے۔

۹۔ ''ھل انتم منتھون ''اللہ نے صیغہ استفہام کے ذریعہ اس کام سے رک جانے کی سخت انداز میں تنبیہ فرمائی ہے

۱۰۔ امت مسلمہ کے ہر فرد کوحکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کی پیروی کرو اور پیروی یہ ہے کہ تم شراب، جوا اور تمام برائیوں سے اجتناب کرو جس طرح تم بت پرستی سے بچتے ہو۔

۱۱۔ اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی سے بچو۔ اگر تم نے نافرمانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے تم اگر ان امور سے رک جاؤ تو کامیاب و کامران ہوگے اگر نافرمانی کروگے تو تمہارے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۱)

جس طرح جوا مال حاصل کرنے کے لیے حرام ہے اسی طرح کھیل، تفریح اور وقت گزاری کے لیے کھیلنا بھی ناجائز ہے اور یہ کہنا بھی حرام ہے کہ آؤ ہمارے ساتھ جوا کھیلو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' جو شخص اپنے ساتھی سے کہے آؤ ہم جوا کھیلیں اسے صدقہ کرنا چاہیے''(متفق علیہ)

لاٹری :

جوا کی ایک قسم لاٹری ہے جو آج بین الاقوامی سطح پر رائج ہے، لاکھوں لوگ لاٹری کا ٹکٹ خریدتے ہیں، لیکن انعام صرف ایک کو یا چند کو ملتا ہے باقی لوگ محروم ہو جاتے ہیں، مثلاً زید نے دس روپے کا ٹکٹ خریدا اتفاق سے قرعہ میں اس کا نام نکل آیا، اب وہ ایک لاکھ کا مالک ہو گیا۔ حالانکہ وہ صرف دس روپے کا مستحق ہے۔ باقی رقم بلا کسی عوض، جہد و کاوش اور محنت و مشقت کے اس کو حاصل ہوئی جو اس کے لیے حرام ہے، لاٹری کمپنی اس کے ذریعہ خوب نفع بٹورتی ہے لاٹری میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ قرعہ اندازی کے وقت تمام شرکاء موجود نہیں ہوتے ہیں، اور یہ بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ تمام ٹکٹوں کو قرعہ میں شامل کیا جاتا ہو۔

(۱) تفسیر المنار: ج ۷ ص ۶۳۔۶۵، دار المعرفہ، بیروت، لبنان

معمّا :

معما حل کرنے والے ٹوکن خرید کر معما حل کرتے ہیں، حصہ لینے والے کئی افراد ہوتے ہیں، لیکن انعام صرف ایک کو یا چند افراد کو ملتا ہے ۔ یہ بھی جوا ہے، لیکن وہ معما اور سوالات جس کا ٹوکن خریدنا نہ پڑے اس کے تمام شرکاء میں سے جس کسی کو صحیح حل کی بنا پر جو کچھ بھی ملے گا وہ انعام ہوگا۔

جوا کی مروجہ صورتیں :

دورِ حاضر میں زمین، مکان اور سامان کی خرید وفروخت کا ایک طریقہ جس کے ذریعہ لاکھوں لوگ زمین و مکان اور سامان حاصل کرتے ہیں ۔ یہ بھی رائج ہے کہ فروخت ہونے والی چیز کی قیمت متعین کرنے کے بعد اسکی قسط بھی متعین کردی جاتی ہے، اور تمام خریدار ہر ماہ مقررہ قسط جمع کرتے ہیں، اور ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے، قرعہ میں جس خریدار کا نام نکل آتا ہے وہ پہلی قسط میں اس سامان کا مالک ہوجاتا ہے، پھر ہر ماہ بقیہ خریدار مقررہ قسط جمع کرتے ہیں اور قرعہ کے ذریعہ ایک ایک خریدار علیحدہ ہوتے جاتے ہیں، یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدھے لوگ اصل قیمت سے کم میں متعین چیز کے مالک ہوجاتے ہیں جبکہ آدھے خریدار اس چیز کو اس کی اصل قیمت میں حاصل کرتے ہیں، یہ بھی جوا ہے اس لیے کہ ہر خریدار کو یہ امید و لالچ ہوتی ہے کہ اول مرحلے میں اس کا نام نکل آئے گا اور اصل قیمت سے بہت کم میں مقررہ چیز کا مالک ہوجائے گا۔

اب جن لوگوں نے اصل قیمت سے کم میں متعین چیز حاصل کی وہ کس چیز کے عوض میں حاصل کی، جن لوگوں نے اصل قیمت میں متعین چیز حاصل کی انہیں کافی انتظار کرنا پڑا۔ یہ بھی جوا کی ایک قسم ہے ۔ جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے، اگر کسی شخص نے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق زمین یا مکان یا کوئی سامان اصل قیمت سے کم میں حاصل کیا تو اس پر لازم ہے کہ بقیہ رقم محتاجوں میں تقسیم کردے ورنہ عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح نمائش میں بند ڈبّے خرید وفروخت کیے جاتے ہیں، ان میں سے کچھ

ڈبّے ایسے ہوتے ہیں جن میں سامان زیادہ ہوتا ہے تو کچھ میں کم ہوتا ہے اور بعض بالکل خالی ہوتے ہیں، ہر خریدار کو اس بات کی امید ہوتی ہے کہ زیادہ سامان والا ڈبّا ہی اس کو ہاتھ آئے گا۔ اس میں کامیاب اور ناکام ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے یہ بھی جوا ہے۔

شطرنج :

شطرنج کھیلنا جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے، حضرت علیؓ کا قول ہے: "**الشطرنج من الميسر**" یعنی شطرنج جوا کی ایک قسم ہے۔ "**قال يحيىٰ : وسمعت مالكا يقول : لاخير في الشطرنج وكرهها وسمعته يكره اللعب بها وبغيرها من الباطل ويتلو هذه الآية ، فماذا بعد الحق الا الضلال.**" (۱)

"حضرت یحیٰ نے فرمایا: کہ میں نے حضرت مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شطرنج میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور آپ نے اسکو ناپسند فرمایا، اور آپ اس سے یا اسکے علاوہ باطل چیزوں سے کھیلنے کو ناپسند فرماتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے: "**فماذا بعد الحق الا الضلال**" پھر امر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔ (سورہ یونس: ۳۲)

امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج کھیلنا مکروہ ہے لیکن اس سے باز رہنا اولیٰ ہے، جیسا کہ "الفقہ الاسلامی" کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے "**يحرم عند الجمهور غيرالشافعية ايضاً الشطرنج قال على رضى الله عنه الشطرنج من الميسر ... وقال الشافعية يكره اللعب بالشطرنج لانه لعب لا ينتفع به في امر الدين ولا حاجة تدعو اليه فكان تركه اولىٰ ولا يحرم**" (۲)

"امداد الفتاوی" مؤلفہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی۔ میں ایک سوال کے جواب میں شطرنج کا تفصیلی حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہاں افادہ عام کی خاطر سوال و جواب دونوں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:۔ شطرنج: آیۃ کریمہ "**يآيها الذين آمنو انما الخمر والميسر**

---

(۱) مؤطا امام مالک۔ص۲۔۶۸۱، دار النفائس، بیروت، لبنان

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ الدکتور وھبہ الزحیلی ج۳ ص۵۷۱۔ تا۵۷۳، دار الفکر، بیروت، لبنان

والانصاب۔الآیۃ میں داخل ہے یا صرف لہو ولعب فعل عبث ہے، اور بحالت فرصت کوئی شخص تفنن کی راہ سے اوقات بیکاری میں مشغلہ شطرنج کا کرے تو مرتکب گناہ کبیرہ مثل خمر ومیسر کے ہے یا فعل عبث وبیہودہ ہے، اور معنی انصاب کے محققانہ تحریر فرمایئے اور صاحب مذہب شافعی کا کھیلے تو از روئے مذہب شافعی مرتکب کبیرہ گناہ کا ہوگا اور شطرنج زمانہ رسول مقبول ﷺ میں تھی یا نہیں، اور مسئلہ شطرنج قیاسی ہے یا منصوص، کتب حدیث وتفسیر وفقہ سے بحوالہ کتب جواب تحریر فرمایئے۔ بینوا توجروا؟

جواب: اگر چہ شطرنج انصاب میں جو بمعنیٰ بت کے ہے داخل نہیں مگر دوسرے دلائل سے حرام ہے، اگر مع القمار ہو تو بالاجماع لقولہ تعالیٰ " انما الخمر والمیسر " ۔الآیۃ، اور بدون قمار کے ہے تو مع الاختلاف یعنی ہمارے نزدیک اس وقت بھی حرام ہے۔

" لاطلاق ماروی صاحب الهداية لقوله عليه السلام من لعب بالشطرنج والنردشير فكانما غمس يده فی دم الخنزير ولقول علیؓ حين مر بقوم يلعبون بالشطرنج فقال ما هذه التماثيل التی انتم لها عاكفون، وروی مثل هذا عن عمرؓ حين مر بقوم يلعبون بالشطرنج وقد تشبه علمهم بعبادة الاوثان اه غاية البيان . وعن عبد الله بن عمر انه قال للقاسم بن محمد هذا النرد ذكرتها فما بال الشطرنج قال ما نهی عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهو الميسر ، تخريج زيلعی ، ولما فی رد المحتار والشطرنج معرب شد رنج وانما كره لان من اشتغل به ذهب عنائه الدنيوی وجاء ه العناء الأخروی فهو حرام وكبيرة عندنا وفی اباحته اعانة الشيطان علی الاسلام والمسلمين كما فی الكافی قهستانی، ولما فی تفسير الاحمدی، وان كان بدون القمار فالنرد حرام بالاجماع والشطرنج حرام عندنا" .

اور بعض کتب حنفیہ میں اسکی نسبت جو مکروہ لکھا ہے، مراد اس سے مکروہ تحریمی ہے، جو عملاً مثل حرام کے ہے، استحقاق عقوبت ناری میں، اگر چہ علماً فرق ہے کہ منکر اس کا کافر

نہیں ، کما صرح بہ فی ردالمختار ۔ پس ہمارے نزدیک ارتکاب اس فعل حرام کا موجب استحقاق عذاب جہنم ہے ۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے، چنانچہ امام نووی شافعی نے شرح مسلم میں تصریح فرمائی ہے ۔ **واما الشطرنج فمذھبنا مکروہ لیس بحرام** اور بعض کتب میں ان کی طرف نسبت اباحت کی ہے، وہ اباحت مقابل حرمت کے لیے ہے جو شامل ہے، کراہیت کو لما مرآنفا ۔ اور یہ کراہت بھی مقید چند شرائط کے ساتھ ہے کہ نماز و جواب سلام سے غافل نہ کرے، اور قمار نہ ہو اور بہت نہ کھیلے ورنہ ان کے نزدیک بھی حرام ہے ۔

لما فی التفسیر الاحمدی ومباح عند الشافعی بشرط کونہ غیر مانع من الصلوٰۃ ورد السلام وکونہ غیر مقمر ومکثر منہ ، اقول قولہ مباح او مکروہ کما مر .

اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں بلکہ امام مالک فرماتے ہیں کہ نرد سے بھی بدتر اور قمار سے زیادہ غفلت میں ڈالنے والی ہے جس کی حرمت متفق علیہ بین الجمہور ہے ،'' **وقال النووی وقال مالک واحمد حرام ، قال مالک ھو اشر من النرد والھی عن المیسر .**

بہرحال اول تو ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک حرمت اس کی متفق علیہ ہے اور اگر امام شافعی کے نزدیک مکروہ بھی ہے تو چند شرائط سے، کہ وہ شرائط غالباً اس زمانہ میں مفقود ہیں کما ھو مشاھد غیر خفی اور اگر مفقود نہ بھی ہوں تب بھی استخفاف و دوام سے مکروہ حرام ہو جاتا ہے ۔ اور اگر نہ بھی ہو تو ایک مجتہد کے مقلد کو دوسرے امام کی تقلید کرنا محض واسطہ اتباع ھوی کے حرام ہے ۔ اور داخل ہوتا ہے وعید ،'' **یقولون ان اوتیتم ھذا فخذوہ وان لم تؤتوہ فاحذروا** '' وقولہ تعالیٰ '' **اتخذوا دینھم لعبا ولھواً** '' الآیۃ ۔ پس تقریر بالا سے واضح ہوا کہ شطرنج '' **انما الخمر والمیسر** '' میں مفہوماً تو داخل نہیں مگر حکماً وتحریماً داخل ہے ، '' **لما مر من قول علی ما ھذہ التماثیل** '' . الخ ۔ اور حالت فرصت میں بھی کھیلنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باعتبار مذہب کے اور شافعیؒ کے نزدیک باعتبار

فقدان شرائط اباحت اور اتباع ہویٰ کے حرام ہے۔ اور نفس حرمت میں مثل خمر ومیسر کے ہے۔ اگر چہ بعض وجوہ سے تفاوت ہے، یوں تو خود محرمات منصوصہ میں کبھی من کل الوجوہ مساوات نہیں۔ بعض اشد ہے، بعض سے **کما جاء" ان الغیبة اشد من الزنا"**، اور یہاں محض عبثیت اور لہویت علت حرمت نہیں، اگر چہ وہ بھی کافی ہوسکتی ہے، اور اصل سے شافعی المذہب ہو اور کھیلے تو وقت فقدان شرائط حرام ہے۔ ورنہ مکروہ مگر استخفاف ضرور حرام ہے اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں شطرنج تھی **" کما مر من الحدیث المروی عن الهدایة "**۔ اور اگر نہ بھی ہو تو آپ کو وحی سے اس کا رواج مکشوف ہوگیا ہوگا اس لیے اسکا حکم ارشاد فرمایا۔ اور مسئلہ شطرنج بقول صاحب ھدایہ تو منصوص رسول ہے۔ اور صحابہ کرام کی تصریح میں تو کلام ہی نہیں جن میں دو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی داخل ہیں جن کا اتباع مامور بہ ہے۔

''حیث قال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین وعضوا علیها بالنواجذ '' تب بھی مثل منصوص کے ہوگا اور اگر قیاسی ہی سہی تو قیاس بھی ادلہ شرعیہ سے ہے، بلکہ اکثر مدار فقہ ودین کا یہی ہے۔ اس پر بھی عمل واجب ہوگا۔ غرض حیلہ سے جواز ثابت ہونا ممکن نہیں اور معصیت کو تاویل رکیک سے جائز کرنا اشد ہے اس سے کہ معصیت جان کر کرے، حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

ترسم کہ صرفہ نہ برد روز بازخواست
نان حلال شیخ ز آب حرام ما

اگر چہ تاویل باطل کر کے عوام خلائق سے عقب گزاری ممکن ہے مگر خدائے تعالیٰ کہ عالم السر والخفی ہے کہ اس سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خلق را گیرم کہ بفریبی تمام	در غلط اندازی تا ہر خاص وعام
کارہا با خلق آری جملہ راست	با خدا تزویر وحیلہ کے رواست
کارہا او راست باید داشتن	رایتِ اخلاص وصدق افراشتن

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔(۱)

نرد

(چوسر) جمہور علماء کے نزدیک اس کا کھیلنا حرام ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" **من لعب بالنرد فقد عصی الله ورسوله**" (۲)" جس نے چوسر کھیلا اس نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی"۔

دوسری روایت ہے " **من لعب بالنرد شیر فکانما غمس یده فی لحم خنزیر ودمه**"(۳) یعنی جس نے نردشیر (چوسر) کا کھیل کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اسکے خون میں رنگ لیے"۔

عن عائشة زوج النبی ﷺ انه بلغها أنّ أهل البیت فی دارها کانوا سکّاناً فیه ، وعندهم نردٌ وأرسلت الیهم لئن لم تخرجوها لأخرجنّکم من داری ، وأنکرت ذلک علیهم۔(۴) "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے گھر میں رہنے والے اہل بیت کے پاس نرد (چوسر) ہے تو انہوں نے ان تک یہ خبر بھجوائی کہ اگر تم لوگ چوسر کو گھر سے نہیں نکال پھینکو گے تو میں ضرور تم لوگوں کو اپنے گھر سے نکال دوں گی اور ان پر اس چیز کی وجہ سے ناراض ہوئیں۔

"**عن عبد الله بن عمر انه کان اذا وجد احداً من أهله یلعب بالنرد ضربه وکسرها**" (۵)۔ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے گھر کے کسی فرد کو چوسر کھیلتے ہوئے پاتے تھے تو اسکو مارتے تھے اور چوسر کو توڑ ڈالتے تھے۔

---

(۱) امداد الفتاوی، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ ج۴ ص۲۴۰۔تا۔۲۴۳۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء، دیوبند

(۲) سنن ابی داؤد ج۴ ص۲۸۶، دارالحدیث، القاہرہ

(۳) سنن ابی داؤد ج۴ ص۲۸۶

(۴) مؤطا امام مالک ص۲۸۱

(۵) مؤطا امام مالک ص۲۸۱

فقہ السنہ میں ہے ”**ذهب جمهور العلماء الى حرمة اللعب بالنرد**“ (۱) جمہور علماء نرد کے کھیل کی حرمت کے قائل ہیں“۔

تاش کھیلنا، پتنگ اڑانا، گولیاں کھیلنا اور اس پر ہار جیت کی بازی لگانا جوا ہے، اسی طرح ہر وہ کھیل جس میں جوا ہو بالاتفاق حرام ہے، ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں ”**يحرم بالاتفاق كل لعب فيه قمار**“ (۲) ”ہر وہ کھیل جس میں جوا ہو بالاتفاق حرام ہے“۔

الغرض جوا اور قمار کی وجہ سے انسان حلال رزق کے بجائے حرام طریقے سے دولت حاصل کرنے پر مائل ہوتا ہے، معاشرہ میں جہد وکاوش، عمل وسعی، اللہ کی یاد، ذکر وفکر اور عبادت وریاضت سے لاپرواہی عام ہوجاتی ہے، جوا کی وجہ سے انسان یا تو مفلس ومحتاج ہوجاتا ہے یا حرام دولت کا مالک ہوجاتا ہے۔ ایسی دولت جو دونوں جہاں کے لیے وبال جان ہے اس کا رسیا بن جاتا ہے اس کی وجہ سے معاشرہ کا نظام مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے، اسلام اپنے پیروکاروں کو ہر اس کام سے روکتا ہے جو دونوں جہاں میں ناکامی کا باعث ہو۔

وما توفيقى الا بالله وعليه توكلت واليه انيب

☆☆☆☆☆

---

(۱) فقہ السنہ للسید سابق ج۱ ص۳۷۵، دار الفکر العربی، بیروت

(۲) الفقہ الاسلامی ج۳ ص۵۷۱، بحوالہ بدائع الصنائع ج۵ ص۱۲۷، المھذب ج۲ ص۳۲۵ المغنی ج۹ ص۱۷۰، الدر المختار ج۵ ص۲۷۹

مراجع

تفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ناشر
۱	القرآن المجید		
۲	احکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	دارالفکر۔ بیروت
۳	تفسیر الفخر الرازی	محمد الرازی فخر الدین بن علامہ ضیاء الدین عمر	دارالفکر۔ بیروت
۴	الجامع لاحکام القرآن	ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی	داراحیاء التراث العربی۔ بیروت
۵	تفسیر المنار	سید محمد رشید رضا	دارالمعرفۃ۔ بیروت
۶	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود الآلوسی	داراحیاء التراث العربی
۷	البحر المحیط	محمد بن یوسف ابوحیان الاندلسی	دارالفکر۔ بیروت
۸	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	تاج پبلیشرز۔ دہلی
۹	المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم	محمد فواد عبدالباقی	دارالحدیث۔ القاهرة

حدیث وشرح حدیث

۱۰	صحيح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی	دارالمعرفۃ۔بیروت
۱۱	صحيح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری	کتب خانہ رشیدیہ ۔دہلی
۱۲	سنن أبی داؤد	ابوداؤدسلیمان بن الأشعب السجستانی الازدی	دارالحدیث۔القاھرۃ
۱۳	سنن الترمذی	ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴	سنن النسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن بحر النسائی	داراحیاء التراث العربی۔بیروت
۱۵	سنن ابن ماجه	محمد بن یزید بن ماجه القزوینی	المکتبۃ العلمیۃ بیروت
۱٦	مؤطا امام مالك		دارالنفائس۔بیروت
۱۷	المستدرك	امام حافظ ابی عبداللہ الحاکم النیساپوری	دارالمعرفۃ۔بیروت
۱۸	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	دارالفکر العربی۔بیروت
۱۹	سنن الدارمی	ابومحمد عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهرام الدارمی	دارالفکر بیروت

٢٠	نيل الاوطار	محمد بن علی بن محمد الشوکانی	داراحیاء التراث العربی۔ بیروت
٢١	كنز العمال	علی متقی الھندی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
٢٢	مصابيح السنة	امام محی الدین ابی محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی	دارالمعرفۃ۔ بیروت
٢٣	مشکوٰة المصابيح	شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی	کتب خانہ رشیدیہ۔ دہلی
٢٤	كشف الخفاء ومزيل الالباس	محدث اسمٰعیل بن محمد العجلونی الجراحی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
٢٥	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی	دارالکتاب العربی، بیروت
٢٦	الترغيب والترهيب	حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	دارالایمان۔ دمشق
٢٧	كتاب السنن لابن منصور	ابن منصور	دارالکتب العلمیہ۔ بیروت
٢٨	المطالب العالية	ابن حجر العسقلانی	دارالمعرفۃ۔ بیروت
٢٩	موارد الظمآن	حافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
٣٠	جمع الفوائد	امام محمد بن محمد سلیمان	مطبعۃ دارالتالیف المدینۃ المنورۃ

۳۱	رياض الصالحين	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	فرید بکڈپو۔دہلی
۳۲	بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی	احمد عبدالرحمٰن البنا	داراحیاءالتراث العربی۔بیروت
۳۳	شرح النووی علی صحيح مسلم	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۳۴	مرقاة المفاتيح شرح مشکوٰة المصابيح	ملاّ علی بن سلطان محمد القاریؒ	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان
۳۵	المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی	لفیف من المستشرقین	مکتبہ بریل فی مدینۃ لیدن۔۱۹۳۶

فقه و فتاوی

۳۶	ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۷	الفتاویٰ الهندية	جماعۃ من علماء الھند الأعلام	داراحیاءالتراث العربی۔بیروت
۳۸	الفقه الاسلامی وأدلته	وھبۃ الزحیلی	دارالفکر۔بیروت
۳۹	المحلیٰ	ابومحمد علی بن أحمد بن سعید ابن حزم الأندلسی	دارالکتب العلمیۃ۔بیروت
۴۰	كتاب الفقه علیٰ المذاهب الأربعة	عبدالرحمٰن الجزیری	داراحیاءالتراث العربی۔بیروت

۴۱	فقه السنة	السيد سابق	دار الكتاب العربي بيروت
۴۲	الأحوال الشخصية	محمد ابو زهرة	دار الفكر العربي بيروت
۴۳	الزواج والطلاق فى جميع الاديان	عبد الله المراغي	لجنة التعريف بالاسلام ـ ۱۹۶۶
۴۴	الحلال والحرام	أحمد محمد عساف	دار احياء العلوم بيروت
۴۵	الأحوال الشرعية في الأحوال الشخصية علىٰ مذهب أبى حنيفة		لجنة أحياء التراث ـ بيروت
۴۶	استاذ المرأة	محمد بن سالم بن حسين الكرادي البهاني	مكتبة الثقافة المدينة المنورة
۴۷	مجموعة الفتاوىٰ (اردو)	مولانا عبد الحی فرنگی محلی	مطبع قیومی کانپور
۴۸	امداد الفتاوىٰ	مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
۴۹	موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل	مولانا برھان الدین سنبھلی	جامعۃ الھدایۃ جے پور
۵۰	حلال وحرام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

سیرت وسوانح

۵۱	الطبقات الكبرىٰ	ابن سعد	دار صادر ـ بیروت

۵۲	اسد الغابة فی معرفة الصحابة	ابن اثیر	داراحیاءالتراث العربی۔ بیروت
۵۳	سیرت ابن هشام		دارالکتب العلمیۃ بیروت
۵۴	السیرة النبویة	ابوالفد اءاسمٰعیل بن کثیر	دارأحیاءالتراث العربی۔ بیروت
۵۵	حلیة الأولیاء	حافظ ابونعیم الأصفهانی	دارالکتاب العربی بیروت
۵۶	سیرة النبی	مولانا سید سلیمان ندوی	دارالمصنفین اعظم گڑھ
۵۷	الاعلام	خیرالدین الزرکلی	دارالعلم للملایین بیروت
۵۸	المرتضیٰ	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔لکھنؤ
۵۹	سیدة النساء فاطمة الزهراء	لجنۃ التحریر فی طریق الحق	مؤسسۃ فی طریق الحق۔قم
۶۰	بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الدکتورۃ عائشۃ عبد الرحمٰن بنت الشاطیٔ	دارالھلال۔۱۹۶۹
۶۱	اعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام	عمر رضا کحالہ	مکتبۃ الرسالۃ بیروت

متفرقات

۶۲	حجة الله البالغة	شاہ ولی اللہ دہلوی	مکتبہ تھانوی دیوبند

مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	پروفیسر عمر حیات غوری	اسلامی نظام معاشرت اور جهيز کی رسم	٦٣
مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	علامہ اقبال	کلیات اقبال	٦٤
مکتبہ ذکریٰ دہلی	مولانا یوسف اصلاحی	روشن ستارے	٦٥
نئی دہلی		سہ روزہ" دعوت"	٦٦
امارت شرعیہ پھلواری شریف۔ پٹنہ		هفت روزه "نقیب"	٦٧
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		پندره روزه "تعمیر حیات"	٦٨
دار المشرق، بیروت	لویس معلوف	المنجد	٦٩
دار صادر۔ بیروت	ابن منظور الافریقی المصری	لسان العرب	٧٠
کتب خانہ حسینیہ دیوبند		المعجم الوسيط	٧١
دار الجیل۔ بیروت	مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	القاموس المحيط	٧٢

☆☆☆

کچھ مصنف کے بارے میں

نام : محمد شمشاد ندوی بن حاجی محمد یونس
آبائی وطن : رامپور کیشو، ضلع شیوہر (سابق سیتامڑھی) بہار
مولود : ۱۴؍ستمبر ۱۹۷۱ء
سکونت : جے پور
تعلیم : (الف) فاضل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یو پی)
(ب) تخصص فی الفقہ والقضاء (امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)
(ج) ایم اے و دیگر کورسیز
موجودہ ذمہ داریاں: (الف) استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور (راجستھان)
(ب) معاون مدیر: ماہنامہ ''ہدایت'' جے پور
(ج) جنرل سکریٹری: الکریم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ، شوہر (بہار)
(د) سرپرست: انجمن اصلاح المسلمین، رامپور کیشو، شیوہر (بہار)

تصنیفات: علمی وفکری، دعوتی واصلاحی اورادبی وسوانحی موضوعات پر دوسو سے زیادہ مضامین و مقالات مختلف رسائل واخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، ان کے ساتھ ہی چند کتابیں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں، بعض زیر طبع ہیں۔ فی الوقت کل تصنیفات حسبِ ذیل ہیں۔

جہیز ایک ناسور، ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات، اصلاحِ معاشرہ اور اسلام، مثالی خاندان جان ومال اور عزت کی قدر وقیمت، اسلام کا نظام طلاق، چند عظیم شخصیات، ارکانِ اسلام، یادِ رفتگاں مہد سے لحد تک، اسلام کا نظام تجارت، اصلاح معاشرہ اور اسلام (جلد دوم)، نقوشِ ہدایت، منتخب احادیث مع ترجمہ، مدارس اسلامیہ اور جدید تقاضے، تحفۃ الاطفال، چراغ راہ، حقوق العباد، مطالعۂ کتب، اسلامی معلومات، جہیز علماء اسلام کی نظر میں، رشوت کی شرعی حیثیت، ۱۰۰ مسلم مجاہدین آزادی، نعت رسول اکرم ﷺ، اسلامی معاشرہ، مدارس اسلامیہ کے طلبہ: خصوصیات اور مواقع، چمن چمن کے پھول (پسندیدہ اشعار کا مجموعہ)، عورت اسلامی معاشرہ میں

کانفرنس وسیمینار: متعدد علمی وادبی، فقہی وملی سیمینار و کانفرنس اور سمپوزیموں میں شریک ہوتے رہے ہیں، جہاں علماء ودانشوران اور ماہرین فن سے ملاقات واستفادہ کے مواقع حاصل ہوئے۔

رابطہ:

Mohammed Shamshad Nadwi

Q-7,Jamia tul Hidaya, Ramgarh Road, Jaipur - 302 027 (Rajasthan) INDIA
Mob; , 9829158105, Phone : 0141-2174785
E-mail mdshamshadnadwi@gmail.com

اصلاحِ معاشرہ اور اسلام

مولانا محمد شمشاد ندوی　　ناشر: الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر، جامعۃ الہدایہ، جے پور

اس کتاب میں معاشرے کے سلگتے ہوئے مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مفصل و مدلل حل پیش کیا گیا ہے۔ اسلام نے فرد، خاندان اور معاشرہ کے لیے ایک متوازن دستور العمل بنایا ہے۔ صالح افراد کے مجموعہ سے پاکیزہ خاندان وجود میں آتا ہے اور پاکیزہ خاندان سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے، لیکن جب امت مسلمہ اسلامی تعلیمات سے دور ہوتی گئی تو ان کے مسائل ومشکلات میں اضافہ ہوتا رہا۔ شرک و بدعات، رسم و رواج اور ہندوانہ تہذیب سے قریب ہوتی گئی تو اسلامی تہذیب وتمدن، فلاح و کامرانی اور مددِ خداوندی سے دور ہوتی گئی۔

لہٰذا ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں ان موضوعات پر کتاب وسنت اور فقہ وفتاویٰ سے استفادہ کرتے ہوئے قلم اٹھایا جائے جو مسلم سماج کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ الحمد للہ! مصنف کی علمی وتحقیقی ذوق وشوق اور کئی سال کی محنت وعرق ریزی کے بعد ایک علمی وتحقیقی کتاب مرتب ہوئی جو عمدہ طباعت کے ساتھ الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر جے پور سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ خواص، ائمہ اور خطباء کے لیے بھی مفید و نافع ہے۔ اپنے موضوع کی یہ منفرد کتاب ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

صفحات: ۲۷۶　　**قیمت:** ۱۵۰　　**ملنے کے پتے :**

1. **Al Hidaya Islamic Research Centre,**
   Jamea tul Hidaya, Ramgarh Road, Jaipur (Raj.) INDIA Phone : 0141-2174785, 2607221
2. **Kutub Khana Azeezia,** Urdu Bazar, Jama Masjid, Dehli-110006
3. **Al Harmain Book Depot.**
   Markaz Masjid, Dr. D.N. Verma Road, Ameenabad, Lucknow (U.P.)

ہندوستان میں عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات

مولانا محمد شمشاد ندوی

اس کتاب میں خواتین پر ہورہے مظالم واستحصال کی دلدوز تفصیل بیان کی گئی ہے، قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کی تحریروں کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا ہے، خصوصیت سے ہندوستانی عورتوں کو درپیش مسائل ومشکلات کے اسباب ووجوہات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ اخباری خبروں، رپورٹوں اور تجزیوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ اپنے موضوع کی منفرد و مدلل کتاب ہے، جس کا مطالعہ ہر اس مسلمان کے لیے ضروری ہے جو اس ملک سے ظلم و بربریت، حق تلفی واستحصال، رسم و رواج، قتل وعصمت دری اور خودکشی وخودسوزی کے خاتمہ کے لیے کوشاں اور فکر مند ہیں اور انقلابی قدم اٹھانا چاہتے ہیں، افادۂ عام کی خاطر اس کی رعایتی قیمت صرف پندرہ روپئے رکھی گئی ہے جو مندرجہ ذیل مقامات سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

صفحات: ۱۲۰　　**قیمت:** ۳۰　　**ملنے کے پتے :**

1. **Fareed Book Depot (Pvt.) Ltd.**
   2158, M.P. Street, Pataudi House, Dariaganj, New Delhi-2
   Phone No. 011-23289159, 23289786
2. **Maktaba Nadwia,** Darul Uloom Nadwatul Ulama, Lucknow, U.P.
3. **Maktaba Imarat-e-Shar'iah,** Phulwari Shareef, Patna (Bihar)

جہیز ایک ناسور

یہ کتاب اردو ہندی میں تین ایڈیشن شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہے اور اہلِ نظر سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہے۔اس کتاب کا اختصار سب سے پہلے ماہنامہ ''ہدایت'' جے پور میں نو قسطوں میں شائع ہوا اور ''مجلس نوجوانانِ ملت'' جے پور نے اس کو ہندی زبان میں اس موقع پر شائع کیا جب ۶۱ لڑکوں کی شادی بغیر کسی تلک وجہیز کے ہوئی، اس اجتماعی شادی میں راجستھان کے گورنر، وزرائے حکومت اور معززینِ شہر شریک ہوئے۔ اللہ کے فضل وکرم سے اس کو قبولیت عام وخاص حاصل ہوئی۔

اس کتاب کا پہلا اردو ایڈیشن ۲۰۰۱ء میں فرید بکڈپو، دہلی سے شائع ہوا جس کو توقع سے زیادہ مقبولیت و پذیرائی حاصل ہوئی، دوسرا ایڈیشن ضروری ترمیم واضافے کے ساتھ مکتبہ مدینہ دیوبند سے شائع ہوا ہے۔ ۱۴۴ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب علمائے کرام کی گرانقدر تحریروں اور اہم دارالافتاء کے فتاویٰ سے آراستہ ہے۔ اس کتاب کے متعلق علمائے کرام کے تاثرات....

''......جہیز اور تلک کے موضوع پر گہرے تجزیہ، اعداد وشمار کے ذریعہ مسئلہ کی تفہیم اور پھر اس کی فقہی اور شرعی حیثیت پر یہ نہایت ہی مفصل، جامع اور چشم کشا تحریر ہے اور مصنف کے علمی ذوق اور تصنیفی سلیقہ کی غماز بھی.....

(مایہ ناز مصنف ومحقق) حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی۔ بانی وناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

''ماشاء اللہ آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی ہے اور بہت ہی عمدہ مواد یکجا کردیا ہے، اللہ آپ کی اس گراں قدر محنت کو قبول فرمائے اور آپ کے لیے زادِ آخرت بنائے، مجھے توقع ہے کہ آپ آئندہ بھی اس طرح علمی و دینی مضامین پر کام کرتے رہیں، جن سے ملک وملت کو فائدہ پہنچتا رہے۔''

(حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی مدظلہ العالی، صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

درحقیقت جہیز کے موضوع پر مولانا مفتی محمد شمشاد ندوی صاحب کا فکر انگیز، مبسوط، علمی وتحقیقی اور فقہی دلائل سے مربوط کتاب ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اصلاحِ معاشرہ کے علمبرداروں کے حق میں قیمتی سوغات ہے اور دانشورانِ ملت کے لیے لمحۂ فکریہ اور سنگ میل ہے''۔ (صحافی وتجزیہ نگار مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی)

''یہ کتاب اصلاحِ امت کا درد رکھنے والے اہلِ علم ودانش کے لیے بیش بہا خزانہ ہے، مؤلف نے احادیث، اقوالِ فقہا اور اخباری رپورٹوں کے حوالے نقل کرکے کتاب کی علمی حیثیت کو بلند مقام عطا کیا ہے۔

(مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی، استاذ حدیث وادب جامعۃ الہدایہ، جے پور)

''فاضل ندوہ محترم مولانا محمد شمشاد صاحب نے ''ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر'' پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی ''الدين النصيحة'' کے پیش نظر مسلم معاشرہ کے ایک بڑے بگاڑ کی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا اور قلم کو متحرک کیا ہے، مولانا کی یہ مساعی اور یہ جذبۂ خیر لائق تحسین ہے، قابلِ اجر ہے، ضروری ہے کہ مسلم معاشرہ اس سے استفادہ کرے'' (حضرت مولانا حکیم احمد حسن خان صاحب ٹونکی دامت برکاتہم، مفتی شہر جے پور راجستھان)

صفحات: ۱۴۴ ـــــــــــ **قیمت**: ۳۰ ـــــــــــ **ملنے کے پتے** :

1. **Maktaba Madania**, Safaid Masjid, Deoband - 247554 (U.P.)
   Phone No. 01336-224729, 223183 M. No. 09897915323

2.1. **Fareed Book Depot (Pvt.) Ltd.**
   2158, M.P. Street, Pataudi House, Dariaganj, New Delhi-2
   Phone No. 011-23289159, 23289786